اِمَامُ السَّالِکِینُ

مصنف

سید محبوب الرحمٰن نیازی

محبوب اکادمی

میر جی کا باغ، سنسار چندر روڈ، جے پور

نام کتاب : امام السالکین

IMAM-us-SALEKEEN

اشاعت اول (اردو) : ۱۹۸۰ء

اشاعت دوم (اردو) : اپریل ر ۲۰۱۲ء

تعداد : ۵۰۰

ہدیہ : Rs. 175/-

مطبع : ایم. آر. اردو کمپیوٹر جے پور

فون:0141-2370706

مؤلف ایک نظر میں

نام : سیّد محبوب الرحمٰن نیازی

سنِ پیدائش : ۱۵ر جنوری ۱۹۲۹ء

وطن : جے پور (راجستھان) ہندوستان

تعلیم : ایم-اے-اردو (علی گڑھ)

قیام : میرجی کا باغ، سنسار چندر روڈ، جے پور

E.Mail:syedmrniazi@yahoo.co.in

مطبوعہ کتب

۱۔	امام السالکین	(اردو، ہندی)
۲۔	نیازیاتِ بےکلؔ	(اردو)
۳۔	قطب عالم	(اردو، ہندی)
۴۔	اباحت سماع	(اردو)
۵۔	تذکرہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ	(اردو)
۶۔	محبتِ اہلِ بیت (قرآن واحادیث کی روشنی میں)	(اردو، ہندی)
۷۔	رازِ کربلا	(اردو، ہندی)
۸۔	واقعاتِ شہادت (رازِ کربلا، حصہ دوئم)	(اردو، ہندی)
۹۔	عقائد مختار	(اردو، ہندی)
۱۰۔	فضائل شیخین	(اردو)
۱۱۔	معراج المؤمنین	(اردو، ہندی)
۱۲۔	شفیع المذنبینؐ (سیرت)	(اردو)
۱۳۔	تذکرہ تاج الاولیاء حضرت شاہ نظام الدین حسینؒ	(اردو)
۱۴۔	حقوق والدین اور پردے کی حقیقت	(ہندی)
۱۵۔	خاندانی نسب نامہ	(ہندی)
۱۶۔	فرائضِ پیرومرید	(ہندی)
۱۷۔	خوابوں کا بیان	(ہندی)
۱۸۔	صلوٰۃ الاعتصام	(ہندی)
۱۹۔	علاماتِ قیامت	(اردو، ہندی)

۲۰۔	کام کی باتیں	(اردو، ہندی)
۲۱۔	تذکرہ غوث پاکؒ	(اردو، ہندی)
۲۲۔	تذکرہ ۱۲ امامینِ معصومین	(اردو)
۲۳۔	فضائل حسنینؓ فی نجاتِ دارین	(اردو)
۲۴۔	حالات چند اعظم پیغمبران	(ہندی)

زیر ترتیب کتب

۱۔	شفیع المذنبینؐ (سیرت)	(ہندی)
۲۔	فضائلِ شیخین	(ہندی)
۳۔	خوابوں کا بیان	(اردو)
۴۔	حقوق والدین اور پردے کی حقیقت	(اردو)
۵۔	خاندانی نسب نامہ	(اردو)
۶۔	اباحت سماع	(ہندی)
۷۔	تذکرہ تاج الاولیاء شاہ نظام الدین حسینؒ	(ہندی)
۸۔	سلطان العاشقینؒ (تذکرہ)	(اردو، ہندی)
۹۔	فضائل حسنینؓ فی نجاتِ دارین	(ہندی)
۱۰۔	تذکرہ ۱۲ امامینِ معصومین	(ہندی)
۱۱۔	حالات چند اعظم پیغمبران	(اردو)

ملنے کا پتہ:

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن نیازی

میر جی کا باغ، سنسار چندر روڈ، جے پور (راجستھان)

فون: 09414226446, 0141- 2369525

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؀

دوسرا ایڈیشن

امام السالکین اردو میں جنوری ۱۹۷۸ء میں مکمل ہوگئی تھی، مگر ۱۹۸۰ء میں طبع ہوئی تھی اور پھر ہندی میں بھی لکھی گئی۔ ہندی کی تو دوبارہ طبع ہو چکی ہے، مگر اردو اب دوسری مرتبہ چھپ گئی ہے۔ ایک عرصے سے اردو کی امام السالکین ختم ہوگئی تھی اور مانگ بہت ہے۔ اسکی طباعت میں گوناگوں پریشانیاں تھیں، بہرحال میرے شیخ کے کرم سے اب یہ دوبارہ طبع ہوگئی۔ پچھلی کتاب میں کتابت کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں اس ایڈیشن میں وہ بھی درست کردی گئیں ہیں۔

احقر

سید محبوب الرحمٰن نیازی، عزیزی

اپریل ۲۰۱۲ء

عرض مصنّف

یہ کتاب جنوری ۱۹۷۸ء میں تیار ہوگئی تھی مگر نامساعد حالات کی وجہ سے طبع نہ ہوسکی حالانکہ صاحب سجادہ حضرت حسن میاں صاحب رحمت اللہ علیہ کا بہت تقاضہ تھا۔

اب موجودہ سجادہ نشین خانقاہ نیازیہ حضرت شاہ محمد محسنین مدظلہ کی عنایت اور حکم سے زیور طبع سے آراستہ کی جارہی ہے۔ میں خاص طور سے برادر طریقت راؤ محمد زکریا خاں صاحب کا مشکور ہوں کہ اپنی انتہائی مصروفیت کے باوجود بڑی خندہ پیشانی سے کتاب کی تصحیح میں میری مدد کی اور اس کام کے لئے کھیری شکوہ پور سے کئی مرتبہ دہلی آئے ۔صاحب زادہ بدر صمدانی قطبی نیازی صاحب کا بھی بے حد مشکور ہوں جن کے خلوص نے مجھے قیام وطعام کی پریشانیوں سے بچایا۔

جناب طارق صدیقی صاحب ایڈیٹر ''چہار رنگ'' دہلی کی ذاتی دلچسپی اور خلوص اور محنت کے نتیجے میں یہ کتاب طبع ہوسکی ہے اور اس کی طباعت کی جتنی خوبیاں ہیں وہ ان ہی کی مرحونِ منّت ہیں۔ میں صدق دل سے صدیقی صاحب کا ممنون ہوں اور ان کے شاندار مستقبل کے لئے دست بدعا ہوں۔

راقم:۔سید محبوب الرحمٰن نیازی

۳۰ رنومبر ۱۹۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

''مرا عہدیست باجاناں کہ تا جاں در بدن دارم

ہواداریٔ کوئش راچوں جان خویشتن دارم''

میرے دل میں بچپن سے ہی یہ خیال جاگزیں تھا کہ میں بڑا ہو کر اپنے شیخ کے ملفوظات قلمبند کروں گا۔ اس خیال کا محرک میرا وہ مطالعہ تھا جو میں نے بچپن میں اپنے خاندانی کتب خانے کی دو کتابوں سے حاصل کیا تھا ان کا نام ''ملفوظات خواجگان چشت'' اور ملفوظات خواجگان نقشبندیہ تھا۔ مجھے قصہ کہانیوں کی کتابوں سے زیادہ لطف ان میں آتا تھا اور اسی وجہ سے میں نے ان کتابوں کو بار بار پڑھا تھا۔

''ملفوظات خواجگان چشت'' میں پانچ کتابیں تھیں۔

(۱)''انیس الارواح'' (۲) ''دلیل العارفین''(۳)'' فواید السالکین''

(۴)''راحت القلوب''(۵)''فواید الفواد''۔

''انیس الارواح' حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے ملفوظات قلمبند فرمائے ہیں'' دلیل العارفین'' قطب الاقتاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے،''فواید السالکین'' شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ کی تصنیف ہے'' راحت القلوب'' حضرت سلطان المشائخ خواجہ

نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی تصنیف ہے اور ''فواید الفواد'' حضرت حسن علا سنجریؒ کی تصنیف ہے۔ ان سب حضرات نے اپنے شیخ کے ملفوظات قلمبند فرمائے ہیں۔

میرے شیخ شمس المعروف وحقیقت، نجم الطریقت امام السالکین محبوب حق حضرت شاہ محمدؒ تقی عزیز میاں صاحب قدس سرہٗ العزیز المتخلص بہ رازؔ میری پیدائش سے پہلے سے یعنی ۱۹۲۵ء سے میرے غریب خانے موسوم بہ ''میر جی کا باغ'' جے پور میں تشریف لاتے تھے اور یہاں قیام رہتا تھا لہٰذا آنکھ کھلتے ہی اس دلفریب اور ایمان افروز صورت کا نقشہ دل پر اس طرح نقش ہوگیا کہ بغیر دیکھے چین ہی نہیں پڑتا تھا۔

''چشم مستش زِغمزۂ جادو میزند تیر بر نشانہ ہنوز''

۱۹۲۵ء سے ۱۹۶۸ء کی ماہ جنوری جو ماہ وصال ہے سرکار قبلہؒ بلا ناغہ ہر سال حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے عرس میں حاضری دیتے رہے۔ میں اور میرے گھر والے سال بھر دعائیں کرتے تھے کہ جلد رجب کا مہینہ آئے تو سرکار قبلہؒ کی زیارت نصیب ہو۔

پہلی مرتبہ ۱۹۳۸ء میں والد صاحبؒ ہم دونوں بھائیوں کو یعنی مجھے اور میرے بڑے بھائی سید امین الرحمٰن صاحب نیازی کو بریلی شریف عرس میں لے گئے۔ ۱۹۳۸ء میں حضرت قبلہ شاہ نیاز احمد صاحب قدسرہ کے عرس کے موقع پر ۶ جمادی الثانی کو میرے سرکار قبلہؒ نے اپنے خلف اکبر حضرت قبلہ حسن میاں صاحب مدظلہ کو مریدین کی موجودگی میں خانقاہ کا سجادہ نشین بنایا تھا۔ لہٰذا بڑے اہتمام کے ساتھ دور دراز سے تمام خلفا اور مریدین خانقاہ عالم پناہ نیازیہ میں خاضر ہوئے تھے۔ نیازیہ سلسلہ نہ صرف ہندوستان وپا

کستان میں پھیلا ہوا ہے بلکہ دنیا کے تقریباً ہر ملک میں ہے اور حضرت قطب عالم نیاز احمد صاحب قدس سرہ کے خلفا چار دانگ عالم میں تھے۔ حضرت قبلہ حسن میاں صاحب مد ظلہٗ کی سجادہ نشینی کت تفصیل ان کے حالات میں پیش کروں گا۔

اس پہلی حاضری کے بعد ہم دونوں بھائیوں کو ایسا جسکا پڑ گیا کہ جب بھی والد صاحبؒ عرس بریلی تشریف لے جاتے تھے ہم لوگ ضد کر کے ساتھ جاتے تھے۔

سرکار قبلہؒ کے صاحبزادگان ہم دونوں بھائیوں کا بہت خیال فرماتے تھے اور ہم دونوں پر بہت کرم فرماتے تھے چنانچہ جب کبھی تعلیم کی رکاوٹوں کی وجہ سے ہمیں لے جانے کا پروگرام نہ ہوتا تھا ہم لوگ صاحبزادوں کو عریفہ لکھ دیتے تھے اور والد صاحبؒ کو تحریر فرما دیتے تھے کہ ہم دونوں کو ضرور ساتھ لائیں۔ اور ان کا والا نامہ دیکھ کر والد صاحبؒ اہم سے اہم کام کو پس پشت ڈال کر ہم دونوں کو ہمراہ لے جاتے تھے۔ اس طرح ایک سال میں دو مرتبہ اپنے شیخ کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی ایک بموقعہ عرس شریف بریلی میں اور دوسری مرتبہ ماہ رجب میں۔

والد صاحبؒ کی حیات تک میری یہ ہمت کبھی نہیں ہوئی کہ اپنے سرکارؒ سے کوئی بات کہہ سکوں اگر سرکار قبلہؒ کوئی بات دریافت فرماتے تو جواب میں زبان نہیں کھلتی تھی اور بمشکل بہت مختصر اور مبہم سا جواب دے پاتا تھا۔

۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم عمل میں آئی اور ریاستوں میں جو کچھ ہوا اس کا اظہار غیر ضروری ہے۔ میں اس زمانے میں مہاراجہ کالج جے پور میں زیر تعلیم تھا، تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوا اور یہ خیال ہوا کہ پاکستان جا کر پڑھائی کی جائے۔ اس وقت حالات غیر

اطمینانی تھے، اسی دوران رجب کے مہینہ میں میرے سرکار قبلہ ؒ تشریف لے آئے،
مارچ ۱۹۴۵ء میں میرے والد صاحب کا وصال ہو گیا تھا اور ان کے بعد سرکار ؒ کے سامنے
میری زبان کچھ کچھ کھلنے لگی تھی غرض اب جو سرکار ؒ تشریف لائے تو سرکار ؒ کے سامنے یہ
بات پیش کی گئی، سرکار ؒ نے فرمایا ''تم کہیں نہ جاؤ میرے پاس بریلی آجاؤ وہاں میں تمہارا
داخلہ بریلی کالج میں کرادوں گا اور وہاں تمہیں میری قربت بھی میسر آجائے گی۔'' اس
سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہو سکتی تھی، والدہ صاحبہ مرحومہ نے اور برادر محترم سید مصباح
الرحمٰن صاحب نے بھی اجازت دے دی۔

چنانچہ میں جون ۱۹۴۸ء میں بریلی شریف پہنچ گیا اور وہاں جولائی میں میرا
داخلہ ایف.ایس.سی. فائینل میں ہو گیا۔ جو خواب میں بچپن میں دیکھا کرتا تھا اس کی تعبیر
مل گئی۔

ملفوظات قلمبند کرنے کا خیال میرے دل سے کبھی محو نہیں ہوا تھا اور اب تو اس
میں پختگی آگئی مگر مشکل یہ تھی کہ سرکار قبلہ ؒ سے اجازت کیسے لی جائے اتنی ہمت بھی نہ تھی
کہ خود اجازت لیتا۔ آخر یہ سوچا کہ ٹیبل ڈائری خریدی جائے اور اپنا روزنامچہ لکھنا شروع
کیا جائے اور سرکار کی خدمت میں جب باریابی ہو تو ان کے ارشادات اور معمولات
قلمبند کئے جائیں چنانچہ یکم جولائی ۱۹۴۸ء سے یہ روزنامچہ لکھنا شروع کر دیا گیا اور اسی
طرح سرکار قبلہ کے ارشادات اور معمولات بھی سپرد قلم ہوتے رہے، اس دوران سرکار ؒ کی
والدہ علیل ہو گئیں اور اکتوبر ۱۹۴۸ء میں ان کا وصال ہو گیا سرکار ؒ کو اپنی والدہ سے بے
انتہا محبت تھی ان کے وصال کے بعد زیادہ تر سرکار قبلہ ؒ ان ہی کا ذکر ان کی کرامتوں اور ان

کے مرتبہ کا ذکر فرماتے رہتے تھے جو میں اپنی ڈائری میں لکھتا رہتا تھا۔

سرکار قبلہؒ نے اپنے خلف اکبر حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ (جواب سجادہ نشین ہیں) کی شادی آگرہ میں حکیم سید سلطان احمد صاحب کی ہمشیرہ سے طے فرمائی تھی، اس شادی کا اہتمام شروع ہوا اس کا حال بھی روزنامچے میں تحریر کرتا گیا۔

میرے والد صاحبؒ اکثر فرماتے تھے "میں نے تمام خلف اور مریدین سے سنا ہے کہ جب حضرت عزیز میاں صاحب کی برات بڑے حضرت گوالیار لے کر گئے تھے تو بڑے اہتمام سے گئے تھے اس وقت ظاہری مال ودولت کے علاوہ حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ باطنی دولت بھی بہت لٹائی اور لوگ اپنی جھولیاں بھر بھر کر گئے مجھے حیرت ہے کہ میں اس وقت غلامی میں داخل ہوتا تو اپنا حصہ بھی پاتا، اب انشااللہ حسن میاں صاحب قبلہ کی شادی میں اس کمی کو پورا کروں گا اس لئے کہ سرکار بھی عین سراج السالکین ہیں۔"

مگر افسوس والد صاحبؒ کی زیادہ عمر نہ ہوسکی اور وہ ۵۹ر سال کی عمر میں اس شادی سے پہلے ہی انتقال فرماگئے۔

میرے ذہن میں والد صاحبکی یہ بات تھی، اس طرح حسن میاں صاحب کی شادی میں بڑا اہتمام کیا گیا تھا، قیمتی کپڑے بنوائے گئے تھے اور ہر شخص بزعم خود دولہا بنکر گیا تھا، سہرابندی کے وقت سرکار قبلہؒ نے بھی جیسا کہ والد صاحب سے سنا تھا دین اور دنیا کی دولت سے ہر ایک کو بقدر ظرف نوازا۔

بریلی سے بڑی لائن کی آگرہ بریلی پسنجر ٹرین قریب قریب پوری ہی رد تھی،

مریدین متعلقین کے علاوہ بریلی کے سینکڑوں آدمی جن کو خانقاہ سے کوئی واسطہ نہ تھا اور آگرہ میں بسلسلہ تجارت جانا تھا وہ بھی ساتھ ہو گئے تھے، اس لئے کہ کھانا اور کرایہ بھی مفت تھا، میں سیکنڈ کلاس کے ایک ڈبہ میں تھا وہاں میرے سامان کے ساتھ میرا ہینڈ بیگ بھی تھا جس میں زرنقد اور قیمتی سامان کے علاوہ میری ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کی ڈائری بھی تھیں، چندوسی کے اسٹیشن پر مجھے کسی کام سے اس ڈبہ میں جانا پڑا جس میں صاحبزادگان تھے اور پھر وہاں تفریحی پروگراموں میں مجھے روک لیا گیا۔ صبح ٹونڈلہ پر جب میں اپنے ڈبہ میں گیا تو میرا ہینڈ بیگ غائب تھا، ہر شخص سے معلوم کیا مگر دستیاب نہ ہوسکا، اس ہینڈ بیگ کی سب سے قیمتی چیز میری ڈائریاں ہی تھیں جو مئی ۱۹۴۹ء کی اس تاریخ تک لکھی ہوئی تھی جس روز وہ چوری ہوئی اس صدمے سے میری طبیعت اتنی مایوس ہوئی کہ میں نے پھر ڈائری لکھنا ترک کردیا اور دل میں خیال کیا کہ شاید سرکار قبلہؒ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ میں اس طرح بغیر اجازت ان کے حالات لکھوں مگر پھر کئی مہینوں کے بعد ایک روز برسبیل تذکرہ صاحبزادوں میں سے کسی نے سرکارؒ سے عرض کردیا کہ ان کا جو ہینڈ بیگ چوری ہوگیا اس میں بقول ان کے سب سے زیادہ قیمتی چیز ان کی ڈائریاں تھیں۔ سرکارؒ نے فرمایا کہ ڈائریاں تو دوبارہ خرید سکتے ہو آخر مجھے حقیقت بیان کرنی پڑی اور عرض کیا کہ ان میں اب تک کے دورانِ قیام تمام خاص باتیں اور محفلوں کا حال تھا، جو تاریخی اہمیت کا حامل تھا، سرکار قبلہؒ نے فرمایا کہ خیر جو ہوا وہ ہوگیا، اب تم پھر یہ سلسلہ شروع کردو اس طرح اب باقاعدہ اجازت بھی مل گئی۔

چنانچہ جنوری ۱۹۵۰ء سے میں نے یہ سلسلہ پھر شروع کردیا اور تا ایں دم جاری

ہے مگر ۱۶؍ جنوری ۱۹۶۸ء کے بعد سے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس لئے کہ ۱۶؍ جنوری ۱۹۶۸ء کو میرے سرکار قبلہؒ قدس سرہٗ نے جے پور میں غریب خانے ہی پر وصال فرمایا۔

انیس سال ان مبارک قدموں کا قرب مجھے حاصل رہا اور اس دور کے شب و روز ان انیس ڈائریوں کے صفحوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔

ڈائریوں کے ان اقتباسات کو میں نے ترتیب دیا ہے، اس میں کافی وقت صرف ہوگیا اس لئے کہ ہر سال کے تین سو پینسٹھ صفحے پڑھنا، اور عنوانات کے تحت ان میں سے واقعات علیحدہ کرنا آسان کام نہ تھا۔

اسی دوران مجھ پر ایک حادثۂ عظیم گذر گیا جس کی وجہ سے میرا دماغ ماؤف ہوگیا اور یہ سلسلہ کافی عرصہ تک بند رہا، میری شریک حیات سرکار قبلہؒ کے وصال فرمانے کے صرف ایک سال آٹھ ماہ بعد ان کی خدمت میں پہنچ گئیں اور میں حسرت سے یہ کہتا رہ گیا۔

یاران تیز گام نے محمل کو جالیا ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

اہلیہ کے انتقال کے پورے تیس روز بعد میری والدۂ محترمہ بھی اپنی شفقتوں سے مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر گئیں یہ واقعہ پے در پے ایسے گذرے کہ میرے حواس مختل ہوگئے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش اور پھر تنہائی کا احساس، جو لوگ میرے حالات سے واقف ہیں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس صدمے نے میرا کیا حال کیا ہوگا، اس صدمے کو ابھی زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ میری عزیز بہن جن سے مجھے اور جنہیں مجھ سے بے انتہا محبت تھی ۲۹؍ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو جوانی میں انتقال کر گئیں اور پھر ۱۹۷۴ء نے

تو قیامت ہی برپا کردی ۱۹ ستمبر ۱۹۷۷ء کو سرکار قبلہؒ کے منجھلے صاحبزادے اور مجھ پر بے انتہا کرم فرمانے والے حضرت جعفر میاں صاحبؒ کا دل کی حرکت بند ہونے سے انتقال ہوگیا وہ میرے ہم عمر تھے اور بچپن سے مجھ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے، مجھ پر دہرا صدمہ گذرا ایک تو ان کی جدائی اور دوسرے سگی بھانجی کا بیوہ ہونا اچھے سے اچھا دل گردہ والا آدمی بھی ایسے حالات میں دل پر قابو نہیں رکھ سکتا۔

کہتے تھے تم سے چھوٹ کے ہم جی نہیں سکتے جیتے ہیں تم سے چھوٹ کے تقدیر جو دکھائے

ذوق دوجدان کی ایک طرف فراوانی اور فرصت وفراغت کا دوسری طرف یکسر فقدان میری زندگی کی سب سے زیادہ عبرتناک المنا کی ہے بہرحال اب بقیہ زندگی تو گذارنی ہی ہے بقول والد صاحبؒ۔

''نزع پیہم جاں کنی متصل سوز مدام زندگی کے دن بہ ہرصورت گذر جائیں گے''

لہٰذا سوچا کہ جو کام شروع کیا تھا، وہ پورا کروں اور اپنے شیخ کی طرف رجوع ہوکر عرض کروں۔

''مجھ میں کہاں تاب وتواں سب حوال وقوت ہے تیری

لینے کو ہے جو امتحاں وہ امتحاں بھی تو ہی دے''

اس حقیقت کو آپ ذہن نشیں میں رکھیں کہ میں نے شروع سے آخر تک جتنے واقعات لکھے ہیں خواہ اس میں قطبِ عالم حضرت شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ اور ان کے اجداد کا حال ہو یا میرے سرکار کی پیدائش یا سجادہ نشینی کا حال ہو سب سرکار قبلہؒ کی زبان مبارک سنے ہوئے ہیں، یا آں جناب سے تصدیق شدہ ہیں اور میں نے اس امر کی

پوری کوشش کی ہے کہ کسی واقعہ میں کوئی بات اپنی طرف سے (زیبِ داستانی لیے نہ پڑھنے پائے) پھر بھی اپنے اطمینان اور اپنے بیان کو مستند بنانے کے لئے میں نے پہلے یہ کتاب اپنے شیخ کے سجادہ نشیں مولائی و مرشد حضرت حسن میاں صاحب قبلہؒ مدظلہ کی خدمت اقدس میں پیش کی جن سے زیادہ سرکارؒ سے کوئی قریب نہ رہا اور جو ہر جہت سے سرکار قبلہؒ کے صحیح حالات جانتے ہیں اور ان کی منظوری اور حکم کے بعد ہی یہ کتاب آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرر ہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ میری بے مائیگی جہل سے چشم پوشی فرما کر میری اس خدمت کے صلہ میں دعا کریں کہ میرے شیخ مجھ راضی ہوں اس کتاب سے میں نے اپنی اس خواہش کی تکمیل کی ہے جو بچپن سے میرے دل میں جاگزیں تھی۔

اپنے شیخ کے حالات شروع کرنے سے پہلے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس خاندان عالی شان کا بہت مختصر حال اور صرف وہ حال جس کو میرے شیخ نے مستند قرار دیا لکھ دوں، چنانچہ سب سے پہلے میں قطبِ عالم مدار اعظم حضرت شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ بریلوی کے اجداد کا حال قلم بند کیا ہے پھر آپ کے والدین کا حال لکھا ہے پھر خود حضرت قبلہؒ کا حال لکھا ہے اس کے بعد آپ کے سجادہ نشین اور خلف اکبر تاج الاولیاء حضرت شاہ نظام الدین حسین قدس سرہٗ اور ان کے صاحبزادے اور جانشین سراج السالکین حضرت شاہ محی الدین احمد صاحب قدس سرہٗ کے حالات لکھے ہیں ان سب حالات میں بہت اختصار برتا گیا ہے میری ڈائریوں سے یہ حالات لیے گئے ہیں مگر سب میں تاریخی شہادت موجود ہے اور سب واقعات مستند ہیں میری عقیدت یا محبت کو اس میں

داخل نہیں ہے۔

میں اپنی ناقص کوشش کو اپنے پیر و مرشد رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کروں گا کہ۔

عمرے براستانے تو سودم سرِ نیاز
شاید شوم بہ بزم وصال تو سرفراز

کمترین غلام از غلام راز
سید محبوب الرحمٰن عزیزی
میر جی کا باغ، جے پور
جنوری ۱۹۷۸ء

بسم الله الرحمن الرحیم ٥

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ٥

ذکراجدادحضرت قطب عالم مدارِاعظم نیازِ بے نیاز شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ

نیاز بے نیاز حضرت شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ کے والد کا اسم گرامی حاجی حکیم رحمت الٰہی صاحبؒ تھا آپ کے اجداد کے اسمائے مبارک حسب ذیل ہیں۔

حضرت حاجی حکیم رحمت الٰہی صاحب ابن حضرت شاہ عظمت اللہ محقق علوی سرہندی ابن حضرت شاہ ابراہیم علوی ملتانی ابن حضرت شاہ کلمت اللہ علوی ملتانیؒ ابن سلطان شاہ آیت اللہ علوی اندی جانیؒ ابن سلطان شاہ احمد علوی اندجی جانیؒ ۔ یہ تمام حضرات اہل باطن اور صاحبِ کمال بزرگ تھے اوران لوگوں کو محض عشق الٰہی نے ترک سلطنت پر مائل کیا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوحنیفہ خلف امیر المومنین یعصوب الدین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے اور باعتبار طریقت آپ سلسلۂ نقشبندیہ قدیمہ وچشتیہ صابریہ میں صاحبِ رشد وہدایت تھے آپ کے اجداد شاہانِ بخارا سے تھے، جن کا پایۂ تخت ایک زمانے تک اندی جان رہا آپ کے اجداد میں حضرت شاہ آیت اللہ علویؒ ترک سلطنت فرما کر ملتان تشریف لائے اور پھر ملتان سے ترک سکونت کر کے سرہند میں آباد ہوئے سرہند سے حضرت حکیم شاہ رحمت الٰہی صاحبؒ معہ اہل وعیال کے دہلی تشریف لے آئے یہ واقعہ ۱۱۶۰ھ کا ہے دہلی میں بادشاہِ وقت نے آپ کو منصبِ قضا پیش کیا آپ کا دل اس طرف قطعی مائل نہ تھا مگر مصلحتِ وقت کے تحت آپ نے یہ عہدہ قبول فرمایا بادشاہ نے اندی جان سے آپ کے نسب نامے اورخاندانی حالات کی تصدیق کرائی

جو شاہی مہر سے مزین ہو کر آئی خانقاہ نیازیہ کے کتب خانہ میں زمانہ غدر ۱۸۵۷ء تک تھی ایام غدر میں خانقاہ کا کتب خانہ برباد ہوا اور اسی میں یہ دستاویز تلف ہوگئی لہٰذا آپ کے اجداد کا تفصیلی حال نہیں ملتا ہے۔ جس وقت آپ کے صاحب زادے حضرت شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ اپنے پیر و مرشد سید العاشقین سند المعشوقین حضرت سید فخر الدین محمد دہلوی قدس سرہٗ کے حکم سے بریلی تشریف لائے تو آپ بھی اُن کے ہمراہ بریلی شریف آگئے اور بریلی میں ہی وصال فرمایا مزار اقدس خانقاہ نیازیہ کے قریب محلّہ خواجہ قطب میں زیارت گاہ خلائق ہے اور ۱۰ ار جمادی الاثانی کو صاحبِ سجادہ آپ کا عرس بہت اہتمام سے کرتے ہیں۔

مختصر حالات حضرت بی بی غریب نواز رحمتہ اللہ علیہا

والدہ حضرت شاہ نیاز احمدؒ صاحب قبلہ قدس سرہٗ

حضرت شاہ نیاز احمدؒ صاحب کی والدہ ماجدہ کا اسم شریف بی بی لاڈو تھا اور ذات کی طرف سے آپ کو بی بی غریب نوازؒ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ بی بی غریب نوازؒ کے والد کا اسم گرامی حضرت سعید الدین رضویؒ تھا اور آپ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے جن کے دوسرے خلیفہ اور جانشیں شاہ شاہاں حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ تھے حضرت سعید الدین رضوی رحمت اللہ علیہ کا شجرہ نسبی حضرت امام موسی رضا علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت بی بی غریب نوازؒ سلسلۂ قادریہ میں حضرت شیخ محی الدین دیاسنامی قدس سرہٗ کی مرید تھیں۔

آپکے شیخ نے آپ کو دو مرتبہ بیعت کیا بیعت ثانی کی وجہ آپ سے دریافت کی گئی تو فرمایا کہ ان کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو ولی مادرزاد ہوگا اس وقت میں نہ ہوں گا لہٰذا اس وقت میں نے اس کی روح کو بیعت کیا ہے۔ حضرت بی بی غریب نوازؒ ولیہ کاملہ اور رابعہؒ عصر تھیں کہا جاتا ہے سرکار دو عالم ﷺ کی اُمت میں چار عورتوں کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے پہلا مرتبہ تو حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کا تھا دوسرا فاطمہ ثانی والدہ حضرت پیر پیراں محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ کا تھا تیسرا حضرت رابعہ بصریؒ اور چوتھا حضرت بی بی غریب نوازؒ کا تھا۔

آپ کی ذات سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں آپ نے حضرت شاہ نیاز احمد

قدس سرہٗ کو ایام شیر خوارگی ہی سے عرفان و توحید سے پرورش فرمایا جس کو حضور قبلہؒ خود فرماتے ہیں۔

شیرِ مادر تھا یا شرابِ کہن　　جس کا ہے یہ خمار آنکھوں میں

آپ خام کھچڑی کی دیگچی اپنے سامنے رکھتیں تھیں اور نظر کی حرارت سے کھچڑی پک جاتی تھی ایسی کھچڑی آپ نے بارہ سال تک حضور قبلہؒ کو کھلائی۔ حضرت بی بی غریب نوازؒ کی سینکڑوں کرامتوں میں سے صرف چند درج ذیل ہیں۔

ایک سال بارش نہیں ہوئی اور قحط کے آثار ظاہر ہوئے اور پانی نہ برسنے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ ایک مجذوب ہے جن کی جھونپڑی دریا کے کنارے پر ہے جب ابر آتا ہے وہ ڈنڈا لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ابر کو ادھر اُدھر ہٹا دیتے ہیں اور کہتے ہیں پانی نہیں برسنے دوں گا میری جھونپڑی بہہ جائے گی۔ حضرت بی بی غریب نوازؒ کی درویشی کی شہرت دور دور تھی حاکم شہر اور بہت سی مخلوق آپ کے دروازے پر آئی اور آپ سے یہ واقعہ عرض کر کے بہت منّت سماجت کی کہ آپ پانی برسنے کی دعا کریں، آپ نے پہلے تو ٹالینا چاہا، مگر جب لوگوں کا اصرار حد سے بڑھا تو آپ نے اپنی خادمہ جن کا نام بی بی نورن تھا اور جو خود بھی آپ کے فیض سے ولیہ تھیں بلا کر فرمایا کہ تم جاؤ اور مجذوب صاحب سے استدعا کرو کہ مخلوقِ خدا پریشان ہے آپ پانی برسنے دیجئے۔ بی بی نورن روانہ ہو گئیں، مگر تھوڑی دور جا کر پھر آ گئیں اور آپ سے دریافت کیا کہ مجذوب صاحب اس پر بھی نہ مانے تو کیا کروں تو آپ نے فرمایا کہ اُن سے عرض کرنا کہ اگر کوئی دوسرا پانی برسا دے گا تو پھر آپ کا کیا بھرم رہے گا بی بی نورن پھر روانہ ہو گئیں تھوڑی دور جا کر پھر واپس

آئیں اور دریافت کیا کہ اس پر بھی اگر مجذوب صاحب راضی نہ ہوں تو کیا کروں ۔تو آپ نے غصّہ سے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا پھر تجھے کس واسطے بھیج رہی ہوں، چنانچہ بی بی نورن ڈولی میں روانہ ہوگئیں اور لبِ دریا مجذوب صاحب کی جھونپڑی میں پہنچیں اور اُن سے بہت عاجزی سے عرض کیا کہ پانی نہ برسنے کی وجہ سے مخلوقِ خدا بہت پریشان ہے قحط کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوگئے ہیں آپ پانی برسنے دیں اور مخلوقِ حال پر رحم فرمائیں، مگر مجذوب صاحب نے کچھ توجہ نہیں فرمائی اور کہا نہیں میں پانی نہیں برسنے دوں گا۔ بی بی نورن نے اپنا دوپٹہ ان کے قدموں میں ڈالدیا اور پھر خوشامد کی مگر مجذوب صاحب انکار ہی کرتے رہے تو بی بی نورن نے کہا اگر کوئی دوسرا پانی برسادے گا تو آپ کا کیا بھرم رہے گا اس پر مجذوب صاحب کو بہت جلال آیا اور انھوں نے کہا کہ کس کی مجال ہے جو ایک بوند بھی برسادے یہ سن کر بی بی نورن نے اپنی ڈولی دریا کے کنارے رکھوالی اور چاروں طرف سے پردہ روک کر بیٹھ گئیں اسی وقت گھرا ابر اٹھا اور پھر زور دار بارش ہوئی اور اتنا پانی برسا کہ لوگوں کو خیال ہوا کہ سیلاب آجائیگا مجذوب صاحب لاکھ ڈنڈا گھماتے رہے مگر بارش نہ رُکی بس اُن کی جھونپڑی کے چالیس قدم تک بارش نہیں ہوئی اور زمین خشک رہی یہ بھی بی بی غریب نوازؒ کا کرم تھا کہ ان کی عزت رکھی ۔مخلوق نے اور والئ شہر نے بی بی نورن سے عرض کیا کہ بس اب بہت پانی برس گیا آپ واپس تشریف لیے چلیں ۔آپ ڈولی میں سوار ہوئیں مجذوب صاحب دوڑ کر آئے اور بہت عاجزی سے معافی مانگی اور کہا کہ مجھے حضرت بی بی غریب نوازؒ کا مقام معلوم نہ تھا ورنہ میں یہ گستاخی ہر گز نہ کرتا آپ اُن سے میری طرف سے دست بستہ معافی مانگیں۔

ایک مرتبہ آپ شغل میں مستغرق تھیں آنکھیں بند تھیں ایک بڑا کالا سانپ آپ کو کاٹنے کے لیے دوڑا خادماؤں نے دیکھ کر غل کیا آپ نے آنکھیں کھولی اور سانپ پر نظر فرمائی سانپ وہیں رک گیا۔ آپ نے انگلی کا اشارہ کیا سانپ نے سر اٹھایا اور زمین پر دے مارا اس طرح کئی مرتبہ کیا یہاں تک کہ اس میں جنبش کی طاقت نہ رہی تو آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ اس کو باہر ڈالدو اور اس سے کہدو کہ آئندہ خانقاہ کی طرف رُخ نہ کرے۔

ایک مشہور روایت ہے کہ ایک مرتبہ خانقاہ میں ایک بڑے درویش آئے جو حضور قبلہؒ کے ہم مکتب بھی رہ چکے تھے حضور قبلہ نے اپنی والدہ سے ان کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم ان کی دعوت کریں گے چنانچہ آپ نے اس کھچڑی کے تین لقمے ایک رکابی میں نکالے جس کھچڑی کو آپ حضور قبلہؒ کے لیے روزانہ نظر کی حرکت سے پکاتی تھیں اور فرمایا کہ یہ لے جا کر مہمان کو کھلاؤ۔ حضرت لے کر مہمان کے پاس آئے انھوں نے دل میں خیال کیا کہ اتنی سی کھچڑی سے میرا کیا بھلا ہوگا، بہرحال پہلا لقمہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ ایک دم بے خود ہو گئے اور عجیب مستی کے عالم میں لوٹنے لگے حضور قبلہؒ نے اپنی والدہ سے یہ حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسے ہی کم استعداد لوگوں کی تعریف کرتے ہو اُن سے تو میری کھچڑی کا ایک لقمہ بھی نہ کھایا گیا یہ فرما کر کہ بقیہ کھچڑی حضور قبلہؒ کو دی کہ تم کھالو۔

حضور قبلہؒ کی پرورش ہی اس کھچڑی سے ہوئی تھی آپ پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ اس طرح کی صدہا کرامتیں آپ کی کتابوں میں درج ہیں۔ ''کراماتِ نظامیہ'' مولفہ

مولوی محمد فایق صاحب فتح پوری میں تفصیل سے تمام حالات مرقوم ہیں۔

آپ کی شرم وحیا اور پردہ نشینی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ اپنے پیرومرشد حضرت محی الدین دیاسنامی قدس سرہٗ کے سامنے بھی نہیں آتی تھیں، تعلیم طریقت ان کی صاحبزادی بی بی عصمت شاہؒ کے ذریعہ حاصل کرتی تھیں ۔ باہر پھرنے والی عورتیں مثلاً دھوبن، بھنگن، کنجڑن وغیرہ کے سامنے بھی آپ نہیں آتی تھیں، آپ کے کپڑے تمام عمر دھوبن کے نہیں گئے، گھر میں خادمہ دھوتی تھیں۔

بی بی غریب نواز رحمت اللہ علیہا نے غذا آخر میں از قسم اناج بالکل ترک فرمادی تھی، ۲۴ رگھنٹہ میں صرف دو تولہ بالائی حیات کے لئے نوش فرمایا کرتی تھیں۔ آپ کا وصال ۶ ربیع الاول کو ہوا اور ۶ ربیع الاول کو ہر سال خانقاہ نیازیہ میں فاتحہ ہوتی ہے۔ محلہ خواجہ قطب بریلی میں خانقاہ نیازیہ کے قریب جہاں آپ کی بنوائی ہوئی مسجد ہے وہاں آپ کا مزار مبارک بھی آپ کے شوہر نامدار کے پاس ہے اور حضور قبلہؒ کے عرس کے بعد ۱۰ ر جمادی الثانی کو صاحب سجادہ بہت اہتمام سے حضور قبلہؒ کے والدین کی فاتحہ کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر حالات قطب عالم مدار اعظم نیاز بے نیاز
حضرت شاہ نیاز احمدؒ صاحب قدس سرہٗ

حضور قبلہؒ کے حالات بہت سی کتابوں میں دستیاب ہوتے ہیں ۔ جیسے ''خزینت الاصفیا''، ''کراماتِ نظامیہ''، ''تاریخ مشائخ چشت'' از پروفیسر خلیق احمد نظامی وغیرہ۔

خانقاہ نیازیہ میں جو حالات ہیں وہ سب سے زیادہ مستند ہیں اور ان ہی کی روشنی میں مندرجہ بالا کتابوں میں حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔

حضور قبلہؒ کی شہرت تمام دنیا کے ملکوں میں ہے۔ آپ کی ولادت سے پہلے آپ کی والدہ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ حج کو جارہی ہیں راستہ میں ایک مقام پر مستورات کی بھیڑ دیکھی، آپ بھی اس بھیڑ میں داخل ہوئیں تو آپ نے دیکھا کہ ایک مکان بہت آراستہ و پیراستہ ہے، اس میں ایک مرصع چھپر کھٹ ہے جس پر موتیوں کی جھالر لٹکی ہوئی ہے اس میں ایک بہت نورانی صورت کی بی بی تشریف فرما ہیں آپ نے ان کو ادب سے سلام کیا تو انھوں نے قریب بلا کر چھپر کھٹ کے موتیوں میں سے ایک موتی توڑ کر آپ کو دیا یہ موتی پاکر واپس ہوئیں تو کسی نے بتایا کہ یہ بی بی خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ موتی آپ گھر میں لائیں موتی کے اندر سرخ ریشم کا ڈورا نظر آیا جو آپ نے نکالنا چاہا تو وہ اتنا لمبا نکلا کہ اس سے پورا گھر بھر گیا پھر آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے یہ

خواب اپنے پیرو مرشد سے کہلوایا تو آپ خود تشریف لائے اور اس کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ تمہارے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو صاحبِ نعمت وکرامت ہوگا اور اولیائے کاملین میں سے ہوگا اور قطبِ وقت ہوگا چاردانگِ عالم میں اس کا شہرہ ہوگا۔

ولادت:- آپ کی ولادت سرہند میں ہوئی اگر چہ صحیح سن پیدائش کتابوں میں نہیں ملتا مگر خانقاہ نیازیہ کی مستند روایتوں میں ہے کہ آپ کی عمر شریف پچانوے سال کی ہوئی اس حساب سے ۱۱۵۵ھ سال ولادت قرار پاتا ہے اس لیے کہ ۱۲۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

دیگر حالات:- اسم مبارک راز احمد معروف بہ نیاز احمدؒ رکھا گیا۔ سلسلۂ مادری سے سید حسنی رضوی ہیں مگر ہمیشہ اپنے کو خادم ساداتِ بنی فاطمہؓ فرماتے تھے سرہند سے اپنے والد کے ہمراہ ۱۷۶۸ء میں دہلی تشریف لائے۔ دہلی میں اُس زمانے میں حضرت مولا فخرالدین محمدؒ دہلوی قدس سرہٗ کے تبحر علمی اور بزرگی کا شہرہ تھا۔ آپ حضرت شاہِ شاہاں نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہٗ کے صاحب زادے اور جانشین تھے اور آپ کا شغل درس وتدریس تھا۔ حضرت شیخ المشائخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کے ایک خلیفہ اور جانشین تو حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ تھے اور دوسرے خلیفہ حضرت سعیدالدین رضویؒ تھے جو حضور قبلہؒ کے سگے نانا تھے، اس تعلق کی بنا پر حضرت مولانا حضرت بی بی غریب نوازؒ کی بہت عزت کرتے تھے۔ بی بی غریب نوازؒ نے حضور قبلہؒ کی تعلیم وتربیت حضرت مولاناؒ کے سپرد کی آپ نے پندرہ برس کی عمر میں ہی تمام علوم میں ماہر ہوکر دستارِ فضیلت حاصل کی اور پھر آپ بھی مولاناؒ کے ساتھ درس وتدریس میں شامل

ہو گئے اس کے علاوہ آپ نے تمام فنون مرجہ مثلاً سپہ گری، خطاطی، موسیقی، طب وغیرہ میں مہارت کامل حاصل کی۔ جب حضور قبلہؒ کی تعلیم مکمل ہوگئی تو آپ نے حضرت مولانا سے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے بہ پاس ادب اپنے ہاتھ پر حضور قبلہؒ کا ہاتھ رکھ کر بیعت کیا۔ حضور قبلہؒ نے اس زمانے میں یہ مشہور غزل کہی جس کا مطلع ہے۔

خرابِ بادۂ آنم دگر نمی دانم　　مرید پیر مغانم دگر نمی دانم

اس زمانے میں دہلی میں مرزا جان جاناں مظہر صاحبؒ کی تصوفانہ شاعری کا بہت شہرہ تھا۔ دہلی میں ایک جگہ عرس تھا اتفاقاً حضرت مولاناؒ اور مرزا مظہر جانِ جاناں صاحبؒ دونوں بزرگ اس میں شریک تھے اس سے ایک روز پہلے حضور قبلہؒ پر ایک حالت طاری ہوئی تھی اور آپ نے ایک غزل کہی تھی اس وقت حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ اپنی غزل مرزا صاحب کو بہ نظر اصلاح سناؤ۔ آپ نے غزل کا مطلع پڑھا۔

نیرِ نورِ خدا کرد طلوع ازبرِ ما　　امشت آنست کہ ز حلقہ جہاں بردرِ ما

مرزا صاحبؒ یہ شعر سن کر وجد آ گیا اور وجد میں سر زمین پر رکھ دیا اسی طرح پوری غزل پر یہ کیفیت رہی آخر میں فرمایا کہ میاں سبحان اللہ کیا کہنا آخر کس کے نواسے اور کس کے شاگرد ہو۔

ایک شب حضرت مولانا نے خواب دیکھا جس میں حضرت پیر پیران غوث اعظم قدس سرہٗ کی زیارت کی اور حضرتؒ نے فرمایا کہ اگرچہ مولانا نیاز احمد کی تکمیلِ عرفان ان کی والدہ کے ذریعہ ہو چکی ہے مگر چونکہ خاندانِ قادریہ میں بیعت نہیں ہے اس لیے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اپنے فرزند اور جانشین کو دہلی بھیج رہا ہوں

بظاہر ان کے ہاتھ پر تکمیل بیعت کرا دینا اور اُن کی صاحبزادی کی شادی میاں نیاز احمدؒ سے کر دینا اس خواب کا ذکر حضرت مولاناؒ نے بی بی غریب نوازؒ سے بھی کیا۔

خواب دیکھنے کے چھ ماہ بعد حضرت سید العرب والعجم عمدۃ الاولادِ غوث الاعظم حضرت سید عبداللہ بغدادی قدس سرہٗ دہلی تشریف لائے اور جامع مسجد میں قیام فرمایا۔

ادھر حضرت مولاناؒ نے پھر خواب میں حضرت غوث پاکؒ کی زیارت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ آج تین روز میرے جانشین کو دہلی میں ہو گئے تم نے خبر نہ لی۔ مولاناؒ نے بیدار ہو کر فوراً آدمی تلاش کو بھیجے اور جب جائے قیام معلوم ہوئی تو آپ نے شیرنی خریدی اور اُس کا خوان سر مبارک پر رکھا اور حضور قبلہؒ کو ساتھ لیا اور روانہ ہو گئے ہر چند حضور قبلہؒ اور دیگر خلفاء نے عرض کیا کہ خوان ہم لے لیں آپ راضی نہ ہوئے اور اسی شان سے مسجد میں پہنچے کیونکہ خواب میں آپ کی شکل دیکھ چکے تھے فوراً بغل گیر ہوئے اور وہیں مسجد میں حضور قبلہؒ کو بیعت فرمایا اور اسی جلسہ میں خلافت نامہ جو پانچ مہروں سے مزین تھا جس کو اپنے ساتھ بغداد شریف سے لائے تھے حضور قبلہؒ کو مرحمت فرمایا اور اپنی دستارِ مبارک حضور قبلہؒ کے سر پر رکھی اپنی مسند اور دیگر تبرکات بھی مرحمت فرمائے، حضرت مولاناؒ سے فرمایا کہ دوسرے حکم کی تعمیل بھی اُسی وقت ہو جائے چنانچہ صاحب زادی کا نکاح حضور قبلہؒ سے کر دیا اور اپنا سجادہ نشین بنایا۔ حضرت بغدادی صاحبؒ کے تمام تبرکات خانقاہ نیازیہ بریلی میں اس وقت تک موجود ہیں اور ہر سال عرس کے موقع پر زیارت کرائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بغدادی قدس سرہٗ کی صاحب زادی سے آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور وہ جوانی میں انتقال فرما گئیں۔

ذکر اولاد :- دوسری بیوی صاحبہ سے حضور قبلہؒ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحب زادی تولد ہوئیں۔ صاحبزادی تو صغر سنی میں انتقال کر گئیں بڑے صاحبزادے کا نام شاہ نظام الدین حسین تھا، جو آپ کے سجادہ نشین ہوئے اور چھوٹے صاحب زادے کا نام شاہ نصیر الدین حسین تھا، جن کی خانقاہ اور مزار بدایوں میں ہے۔

دیگر حالات :- بعد تحصیل و تکمیل علوم ظاہری اور باطنی کے پیر و مرشد نے آپ کو بندیل کھنڈ کی ولایت اور قطبیت دیکر شہر بانس بریلی روانہ فرمایا۔ اُس زمانے میں حافظ رحمت خاں حاکم بریلی تھے۔ آپ نے محلّہ بہاری پور میں بی بی جی کی مسجد کے پاس کرایہ پر مکان لے کر اس میں قیام کیا اور مسجد میں اپنا مشغلۂ درس شروع کیا۔ آپ کے تبحر علمی اور درویشی کی شہرت پہلے سے ہی بریلی پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا مخلوق کی رجوعات آپ کی طرف ہونے لگی اور بہت سی کرامتیں آپ سے صادر ہوئیں جن میں سے کچھ آگے بیان ہوں گی۔ کچھ عرصے بعد آپ نے محلّہ خواجہ قطب (جس کا نام خوجی محلّہ تھا آپ کے قیام کے بعد خواجہ کہلایا) میں اپنی خانقاہ اور مکان تعمیر کر لیا اور پھر اس میں تشریف لے آئے۔ اطراف و اکناف عالم سے لوگ آ کر داخل سلسلۂ ہوئے بالخصوص۔ افغانستان، سمرقند، یارقند، بخارا، بدخشاں، ایران و عرب کے لوگ زیادہ تھے آپ کے بکثرت خلفاء صاحبان ہندوستان اور دیگر ممالک میں پھیل گئے اور آپ کا سلسلۂ بہت وسیع ہو گیا۔ اب بھی اس خاندان کے خلفا اور مریدین اطرافِ عالم میں موجود ہیں۔

مرتبۂ علم :-آپ کا تبحر علمی اظہر من الشمس ہے علم تصوف میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا تمام علوم متداولہ میں آپ کی تصانیف ہیں جو خانقاہ نیازیہ میں اس وقت تک موجود ہیں ان میں سے کچھ خلفا کو پڑھائی بھی جاتی رہی ہیں جیسے رسالہ شمس العین، رسالہ راز ونیاز وغیرہ ۔صرف ونحو میزان ،فقہہ و حدیث، تفسیر غرض ہر علم میں آپ کی تصانیف ہیں۔غلام ہمدانی مصحفی جیسا مسلّم الثبوت استاد آپ کی شاگردگی پر فخر کرتا ہے اپنے تذکرہ ۔"ریاض الفصحا" کے صفحہ ۲۳۹ پر حضرت قبلہؒ کے لیے یوں رقم طراز ہے "مولوی نیاز احمد نیاز تخلص کہ بندہ درایام طالب علمی شانِ علم ووجاہت ایشاں رادیدہ بلکہ میزان ہم از ایشاں درشاہجہان آباد خوندہ بود" آپ کے کلام کو پورے عالم میں قبولیت کا درجہ حاصل ہے اور کلام کی مقبولیت کا یہ حال ہے کہ تمام ہندوستان اور پاکستان میں کوئی ایسا قوال نہیں ہے جو آپ کے کلام سے صوفیا کی محفل کو نہ گرماتا ہو۔حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کے عرس کے موقعہ پر حضور قبلہ کی اس غزل پر جس کا مطلع ہے۔

خواجۂ خواجگان معین الدینؒ فخر کون و مکان معین الدینؒ

قل ہوتا ہے۔حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے عرس میں قُل کی یہ غزل ہوتی ہے جس کا مطلع ہے۔

"دلاستِ طلب بکشار بدر گاہِ شہنشا ہے
نظام الدین والملّت علیہ رحمت اللہ ہے

حضرت پیر پیرانِ غوث پاک قدس سرہٗ کی جہاں فاتحہ ہوتی ہے وہاں حضور قبلہؒ کی یہ غزل گائی جاتی ہے۔

بدہ دستِ یقین ائے دل بدست شاہ جیلانیؓ

کہ دستِ اوبود اندر حقیقت دست یزدانی

حضرت مولانا فخر الدین محمدؒ دہلوی قدس سرہٗ کے عرس میں حضور قبلہ کی اس غزل پر قل ہوتا ہے جس کا مطلع ہے۔

مرید پیر مغانم دگر نمی دانم خرابِ بادۂ آنم دگرِ نمی دانم

دیوانِ شریف کے علاوہ آپ کا خمسہ ہے جو حضرت مولاؒ کی شان میں ہے اور اس خاندان کے اوراد میں شامل ہے علیحدہ چھپ چکا ہے جس کا پہلا بند ہے۔

یا وصی المصطفیٰ نعم الولی ہو کشمسِ انت کا لبدرِ الجلے

نازل فی شانکمِ ناد علی یا علی للّٰہ عوناً یا علی

"بالتغاثِ منک ہمّی یبخلی"

یہ خمسہ بہت خصوصیات کا حامل ہے اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مناجات پر عربی میں تضمین کی ہے اور آپ کی مناجات تو اتنی مقبول ہے کہ سینکڑوں غیر مسلموں کے ورد میں ہے دو خاندان تو جے پور میں ہیں جن کو میں جانتا ہوں مطلع ہے۔

الٰہی بحق نبیٔ انام علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

خانقاہ نیازیہ میں اب بھی آپ کا ایسا کلام ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔

معمولات :۔حضور قبلہؒ کا معمول یہ تھا کہ آپ نصف شب کے بعد وضو کر کے نماز تہجد ادا فرماتے اس کے بعد اپنا تمام خاندانی وظیفہ ختم کرتے پھر بارہ تسبیح

ضرب جہرادا فرماتے اس کے بعد طلب کرنے پر ایک خادمہ ضعیفہ حاضر ہوکر آدھا ٹکڑا پان کا پیش کرتیں اس کو حضرتؒ منہ میں رکھ کر آنکھ بند کر لیتے تھے اور اپنے اشغال میں مستغرق ہوجاتے تھے ابتدائی شغل سے شروع فرماتے تھوڑی دیر ہر شغل کو کرتے ہوئے اپنے مقام میں مستغرق ہوجاتے تھے، جب صبح کی نماز کا وقت ہوتا سنت ادا فرماتے اور کچھ توقف فرماتے پھر فرض ادا فرماتے اور پھر آرام فرماتے لیٹ جاتے تھے اور حسب اقتضائے موسم چادر یا رضائی سے منہ ڈھک لیتے تھے جب آفتاب برآمد ہوجاتا تھا تو آپ بیدار ہوتے پہلے حقہ حاضر کیا جاتا اس کونوش فرمانے کے بعد وضو کر کے خانقاہ میں تشریف لے جاتے تھے اور طالبان خدا کی تعلیم میں مصروف رہتے تھے حضور قبلہؒ کا یہ معمول آخر عمر میں بھی ترک نہیں ہوا ایک مرتبہ صاحب زادے صاحبؒ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کا مقام تو بہت بلند ہے آپ کو ضرب نفی اثبات کرنے کی کیا ضرورت ہے تو آپ نے فرمایا میاں جب سے میرے شیخ نے مجھے تعلیم دی ہے اس وقت کے بعد سے کبھی اس کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا پھر میں اسے کیسے چھوڑ دوں اس کے بعد فرمایا کہ میاں آموختہ یاد کرنے سے ہی آگے ترقی ہوتی ہے۔

عشرۂ محرم میں حضور قبلہؒ کا یہ معمول تھا کہ شب عاشورہ میں دو بجے شب کے بعد آپ پیدل تعزیہ کی زیارت کو جاتے اور تمام خانقاہی ہمراہ ہوتے آپ پانچ تعزیوں کی زیارت کر کے تشریف لے آئے تھے جب آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور نشست و برخاست ترک ہوگئی اس وقت بھی دو آدمیوں کے سہارے آپ اپنے معمول کو پورا فرماتے تھے اور تمام عمر یہ معمول ترک نہیں ہوا اس سلسلے میں ایک خاص واقعہ ذکر اس وقت بے محل نہ ہوگا۔

خانقاہِ عالیہ نیازیہ، بریلی شریف

حضور قبلہؒ کی یہ عادت تھی کہ آپ تعزیہ کے تخت کو ہاتھ لگا کر اپنے منہ اور سینہ پر لگاتے تھے ایک مرتبہ ایک بڑے عالم سورت سے خانقاہ میں آئے ہوئے تھے جن نام مولوی اکبر علی تھا شب عاشورہ میں وہ بھی عام خانقاہیوں کے ساتھ حضور قبلہؒ کے ہمراہ گئے اس دفعہ حضور قبلہؒ نے تعزیہ کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ منہ سے بوسہ دیا اس پر مولوی صاحب نے دل میں خیال کیا کہ یہ تو کفر و شرک کرتے ہیں حضرتؒ کو ان کے دل کا حال معلوم ہو گیا آپ نے ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا مولوی صاحب تعزیہ کی طرف تو دیکھو جب مولوی صاحب نے دیکھا چیخ مار کر بے خود ہو گئے اور لوٹنے لگے اور تعزیہ کو بوسہ دینے لگے حضور قبلہؒ تو آگے بڑھ گئے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا دیکھا؟ انھوں نے کہا میں نے تعزیہ کے ایک طرف حضرت امام حسنؓ کو سبز کپڑوں میں دیکھا اور دوسری طرف حضرت امام حسینؓ کو سرخ کپڑوں میں دیکھا۔ ان ہی مولوی صاحبؒ نے حضور قبلہؒ سے کچھ اور بھی سوال کئے پہلا سوال یہ تھا کہ سماع کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب ڈھولک کی آواز میرے کانوں میں اتنی بھری ہوئی ہے کہ سوائے اس کے دوسری بات سنائی نہیں دیتی۔ دوسرا سوال یہ کیا تعزیہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر تعزیہ بنا نہیں ہوتا تو میں کسی کو اس کے بنانے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ کماحقہ، اس کی تعظیم نہ ہو سکے گی اور اگر تعزیہ بن گیا ہو گا تو مجھ سے جہاں تک ہو سکے گا اس کی تعظیم و تکریم کروں گا تیسرا سوال یہ تھا کہ آپ یزید پلید ابن معاویہ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کیا اس پر لعن کرنا جائز ہے آپ نے جواب دیا کہ آج تک اللہ نے میری زبان کو اس نجس نام کو لینے ہی کا اتفاق نہیں دیا

میری رائے میں اگر ایک مرتبہ یہ نام زبان سے نکل جائے تو پھر زبان کی نجاست نہیں جائے گی لعن کرنے کا کیا سوال ہے میں اتنی دیر حضرت امام حسینؓ کا نام نہ لوں جس سے زبان اور قلب منور ہوں۔

کشف وکرامات :۔حضور قبلہؒ کی اتنی کرامتیں کتابوں میں لکھی ہیں کہ اگر وہ لکھی جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے سینکڑوں طالبانِ حق آپ کی توجہ سے مرتبۂ ولایت کو پہنچے اور صاحبِ کرامت ہو گئے جہاں کہیں بھی آپ کا مرید ہوتا تھا آپ کو اس کا حال معلوم رہتا تھا ہر مشکل کے وقت آپ اس کی دست گیری فرماتے تھے چنانچہ ایک غزل میں فرماتے ہیں۔

اے طالباں اے طالباں من باشما ہر جاستم ہم جلوہ گر در دیدہ ہا ہم مضمرِ دل ہاستم

ایں دوری وہجوریم از وہم وپندارِ شماست درنسبتِ خود باشما دریا وموج آساستم

میں یہاں صرف چند واقعات کشف وکرامات کے لکھونگا۔

جس زمانے میں حضور قبلہؒ بریلی تشریف لائے اور بی بی جی کی مسجد میں درس وتدریس میں مصروف تھے اور خلایق کا ہجوم بکثرت تھا اس زمانے میں بریلی میں ایک بزرگ بولن شاہ بہت مشہور تھے اُن کو حضور قبلہؒ کی اس شہرت سے حسد پیدا ہوا اُسی زمانے میں اُن کا ایک مرید اُن سے بد اعتقاد ہو کر حضور قبلہؒ کے پاس مرید ہونے آیا آپ نے اسے مرید نہیں کیا اور فرمایا تم پہلے ہی مرید ہو چکے ہو۔ بولن شاہ کو جب مربد کا حال معلوم ہوا تو بجائے حضور قبلہؒ کی تعریف کرنے کے وہ اور زیادہ ناراض ہوئے اور زورِ باطن سے حضور قبلہؒ کو نقصان پہنچانا چاہا مگر آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے ایک روز حضور

قبلہؒ مسجد میں تشریف فرماتے تھے بولن شاہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کو اُلٹ دیں مگران کے زور باطن سے صرف یہ ہوا کہ شمالی مینار کو جنبش ہوئی حضور قبلہؒ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور مینار وہیں رک گئی اس کے بعد حضور قبلہؒ نے بولن شاہ کی طرف توجہ کی تو اُن کے سر اور پیٹ میں اس شدت کا درد ہوا وہ تڑپنے لگے مجبور ہو کر بولن شاہ نے حضور قبلہؒ سے معافی مانگی تو وہ تکلیف موقوف ہوئی۔

بریلی کے ایک بڑے رئیس چودھری بسنت رائے حضور قبلہؒ سے عقیدت رکھتے تھے ایک دفعہ ان کے ایک عزیز سخت بیمار ہو گئے ڈاکٹر حکیموں نے جواب دیدیا اُنکو استسقا کا مرض ہوا تھا آخر میں وہ حضور قبلہؒ کے پاس آئے اور استدعا کی کہ آپ مریض کو دیکھ لیں اُن کے اصرار پر آپ اُن کے گھر تشریف لے گئے وہاں مریض کی حالت بہت خراب تھی آپ نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ مریض کے پاس لیٹ جاؤ اور پھر مریض پر نظر کی تھوڑی دیر میں جو کیفیت مریض کی تھی وہ اُن مرید کی ہو گئی اور مریض ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اس نے بھوک کی شکایت کی کہ میں بھوک سے بے تاب ہور ہا ہوں چنانچہ گھر میں غزا پوری وغیرہ تھی وہ اُسے کھلائی گئی اور وہ تندرست ہو گیا اور چلنے پھرنے لگا ان مرید کو خانقاہ میں لایا گیا اور اُن کا علاج کیا دو ایک روز میں وہ بھی بھلے چنگے ہو گئے۔

بریلی کے صوبہ دار نواب حسین علی تھے وہ شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے ایک مرتبہ ان کے ہم خیالوں نے مشورہ دیا کہ قوالی کا انتظام کیا جائے اور شہر کے تمام صوفیائے کرام کو بلا ان کا ناچ دیکھا جائے چنانچہ اُنھوں نے قوالی کا انتظام کیا اور تمام اہل سلسلہ اور صوفیا جو بریلی میں تھے سوائے حضور قبلہؒ کے سب کو دعوت نامے بھیجے گئے وقت مقررہ پر

سب مدعوئین خانقاہ آئے اور حضور قبلہؒ سے استدعا کی کہ آپ بھی تشریف لے چلیں تو آپ بھی پالکی میں سوار ہوکر تشریف لے گئے۔ وہاں یہ انتظام تھا کہ فرش پر قوال صوفیائے کرام اور سامعین کو بٹھایا گیا اور کرسیوں پر حسین علی اور اُن کے ساتھی بیٹھے تھے حضور قبلہؒ بھی سب کے ساتھ ہی فرش پر رونق افروز ہوئے قوالوں کو اشارہ ہوا اور اُنھوں نے یہ غزل شروع کی۔

تا نقشِ زمیں بود زماں بود علیؑ بود   تا صورتِ پیوند جہاں بود علیؑ بود

حضور قبلہؒ کو کیفیت ہوئی آپ کے کندھے پر جو رومال تھا وہ آپنے اتارا اور ہلانا شروع کیا تو جتنے آدمی کرسیوں پر بیٹھے تھے کرسیوں سے نیچے گر پڑے اور لوٹنے لگے اِن لوگوں کی حالت غیر ہوگئی نواب حسین علی کے بھائی اس محفل میں نہ تھے اُن کو اطلاع کی گئی وہ فوراً آئے اور حضور قبلہؒ کے پیروں پر گر پڑے اور بہت معافی مانگی اُن کی منت سماجت کی وجہ سے آپ نے اُن کو معاف کردیا اور فرمایا پانی لاؤ پانی پر دم کرکے دیا اور فرمایا ان پر یہ پانی چھڑک دو جب پانی کے چھینٹے ان پر پڑے تو وہ لوگ ہوش میں آئے اور حضور قبلہؒ سے معافی مانگنے لگے آپ نے فرمایا صوفیوں کو ذلیل کرنے کا نتیجہ دیکھ لیا پھر جب آپ پالکی پر سوار ہوئے تو حسین علی نے بازار تک آپ کی پالکی کو کاندھا دیا۔

ایک مرتبہ عیسائیوں کے ایک پادری حضور قبلہؒ سے بحث ومباحثہ کرنے خانقاہ میں آئے حضور قبلہؒ مطلع ہوکر خانقاہ میں تشریف لائے جس وقت آپ خانقاہ میں داخل ہوئے لوگوں نے دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ خانقاہ کے دروازے سے اندر آیا پادری صاحب اس کو دیکھ کر بے خود ہوگئے اور چیخ مارتے ہوئے خانقاہ سے باہر چلے گئے۔

خلفا نے حضور قبلہ ؒ سے دریافت کیا کہ یہ کیا راز تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ان کا منشا معلوم تھا لہٰذا میں نے حضرت عیسیٰؑ کی روح کو بلایا کہ آپ ہی اس کو جواب دیدیں جب اُن کی رح آئی تو مثل شعلہ کے آئی پادری اُن کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکا اور بے خود ہو گیا۔

حضرت قبلہؒ کا قطبِ عالم ہونا: - ایک مرتب حضور قبلہ ؒ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا قدس سرہٗ کی خدمت میں دہلی پہنچے مولانا ؒ نے آپ کی صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ میں نے تو تم کو صرف ملک بندیل کھنڈ ہی دیا تھا تم تو خدائی کے مالک ہو گئے حضور قبلہ ؒ قدم بوس ہوئے اور عرض کیا کہ یہ سب حضور ؒ کا صدقہ ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ ۲/ ذیقعد ۱۲۳۹ھ کو حضور قبلہ ؒ نے فرمایا کہ آج ذات باری تعالیٰ کی طرف سے مجھے کچھ عطا ہونے والا ہے آپ کو صورت مثالی آپ کی والدہ بی بی غریب نواز رحمت اللہ علیہا کی اس طرح سامنے دکھائی گئی کہ آپ کے سر مبارک پر ایک مقفل صندوقچہ تھا اور اُن کے ہمراہ ہزاروں اولیا اللہ کی مقدس صورتیں بھی ظاہر ہوئیں بی بی غریب ؒ نواز نے صندوقچہ اتا رکر حضور قبلہ ؒ کے سامنے رکھ دیا آپ نے یہ دیکھا کہ اس صندوقچہ کی کنجی حضرت مولانا فخرِ پاک قدس سرہٗ نے آپ کو دی آپ نے اسے کھولا تو اس میں ایک دائیرہ طلائی منقش بحرف لا جو ردی تھا اور اس دائرہ کے اندر نو دو نناوے (۹۹) نام برنگ لاجوردی تحریر تھے حضور قبلہ ؒ نے فرمایا کہ مجھ کو ایک تخت پر جس پر میں اس سے پہلے بھی بیٹھ چکا تھا بیٹھایا اور مجھ سے کہا کہ اس میں ننانوے (۹۹) خطابات ہیں ہر ایک کو یکے بعد دیگرے دیئے جائیں گے اور یہ اسنا د آپ ہی کے توسل سے لوگوں کو ملتے رہیں گے اور نیاز یہ تفصیلات بھی بتائیں جو راز میں ہیں ان میں سب سے پہلے آپ کو **قطب عالم** کا خطاب عطا ہوا۔

مرض وفات :- وصال سے پہلے حضور قبلہؒ پر محویت اور استغراق کا غلبہ رہتا تھا باوجود اس کے خلفا اور مریدین کو سخت ہدایت تھی کہ جس طرح ہو سکے نماز پڑھوالیا کرو۔ نماز کے وقت آپ کو بہ مشکل ہوشیار کیا جاتا تھا نماز ختم ہوتی تو لوگ عرض کرتے حضور نماز ختم ہوگئی تو آپ فرماتے الحمد للہ علیٰ ذالک بعض وقت آپ استغراق کے عالم میں فرماتے تھے می آیم می آیم خلفا دریافت فرماتے حضور از کجا می آئید تو فرماتے مقامے دارم۔ آپ کو مرض میں بڑی تکلیف تھی اور تکلیف سے بے قرار ہو جاتے تھے خلفا اور مریدین سب حیران تھے ششدر رہتے تھے کہ یہ کیا راز ہے آخر ۶ر جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ صبح کو ہوش آیا اور چہرہ پر بحالی معلوم ہوئی آپ نے ریشِ مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا الحمد اللہ جو مقرب خلفا تھے اُنھوں نے دریافت کیا حضورؒ آپ پر یہ سختی کیسی تھی تو فرمایا کہ میں نے جناب باری میں عرض کیا تھا کہ تمام نیازیوں کی جانکنی کی تکلیف مجھ پر ڈالدی جائے اور اُن کو اس تکلیف سے نجات دے میری یہ دعا مقبول ہوگئی الحمد اللہ میں نے یہ تکلیف برداشت کر لی اللہُ اکبر کیا مرتبہ تھا جس طرح سرکار دو عالم صلعم کو اپنی امت کا خیال تھا اُسی طرح حضور قبلہؒ کو اپنے مریدین و متوسلین کا خیال تھا یہ واقعہ بیان فرما کر پھر سے بے ہوش ہو گئے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے بڑے بڑے خلفا آگے بڑھے مگر آپ نے توجہ نہیں کی آخر حضرت تاج اولیا قدس سرہٗ جو آپ کے بڑے صاحب زادے تھے آگے آئے تو آپ نے سینہ سے اُن کو لگایا اور نعمت باطنی ودیعت کی اور اُسی وقت وصال ہو گیا ۶ر جمادی الثانی کو جمعہ کا دن تھا نماز جمعہ کے بعد وصال ہوا نو دس بجے شب میں خانقاہ نیازیہ کے مغربی گوشہ میں دفن کیا گیا عرس شریف ۱۲۵۰ھ سے تا ایں دم ہر سال ششم

جمادی الثانی کو بہت بڑے پیمانے پر صاحب سجادہ کرتے ہیں تاریخ وصال اس آیت سے برآمد ہوتی ہے ''انَّ اولیا اَللّٰہِ لاخوف علَیْھِم وَلاھم یَحْزنون ہ یہ آیت اس خاندانِ عالی شان کے لیے مخصوص ہے ذرا سی تبدیلی سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔

چند اسمائے گرامی خلفا حضور قبلہؒ قدس سرہٗ

حضور قبلہؒ کے تمام خلفا صاحب ارشاد ہوئے ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے اور میں صرف چند صاحب کشف وکرامت خلفا کے اسمائے گرامی ذیل میں دے کرآپ کا ذکر ختم کرتا ہوں۔

۱	تاج الاولیا حضرت شاہ نظام الدین حسین صاحب قدس سرہ خلف اکبر سجادہ نشین	
۲	مولانا عبدالطیف صاحبؒ خوان علوم	سمرقند
۳	مخدوم عبدالشہید صاحبؒ	یارقند
۴	سلامت اللہ خاں صاحبؒ	شاہجہانپور
۵	فخر عالم صاحبؒ	
۶	مولوی نعمت اللہ خاں صاحبؒ	کابل
۷	شاہ جی شرف الدین صاحبؒ	ردولی
۸	عبدالرسول صاحبؒ	کابل
۹	مولوی محمدؐ حسین صاحبؒ	مکہ معظمہ
۱۰	میر محمدؐ سمیع صاحبؒ	بدخشاں
۱۱	حکیم رحیم اللہ صاحبؒ	بچھراؤں

۱۲	مولوی محمود عالم صاحبؒ	بچھڑایوں
۱۳	سید احمد علی صاحبؒ	شاہ آباد ضلع ہردوئی
۱۴	مرزا اسد علی بیگ صاحبؒ	بریلی شریف
۱۵	حافظ وزیر خواجہ صاحبؒ	شاہجہاں پور
۱۶	عبداللہ خاں صاحبؒ	؍
۱۷	مولا داد خاں صاحبؒ	؍
۱۸	یار محمدؐ صاحبؒ	کابل
۱۹	حاجی ہاشم صاحبؒ	؍
۲۰	مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ	ریاست جاورہ
۲۱	غلام مولا خاں صاحبؒ	اکبر آباد
۲۲	عیوض محمدؐ خاں صاحبؒ	بدخشاں
۲۳	ملا جان محمدؐ خاں صاحبؒ آخون	کابل
۲۴	خلیفہ محمد کفایت اللہ صاحبؒ	وطن نہ معلوم
۲۵	خلیفہ بخش اللہ خاں صاحبؒ	؍
۲۶	خلیفہ سید ضیاالدین صاحبؒ	؍
۲۷	خلیفہ حشمت علی صاحبؒ	؍

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر حالات تاج الاولیاء

حضرت شاہ نظام الدین حسین صاحب قدس سرہٗ العزیز

ولادت:- تاج الالیاء حضرت شاہ نظام الدین حسین قدس سرہٗ کی پیدائش یکم ماہ صفر ۱۲۳۴ھ کو ہوئی۔ حضور قبلہؒ نے خود آپ کے کان میں اذان دی۔ آپ کی عمر ابھی صرف نو ماہ کی تھی کہ آپ کو خانقاہ میں رکھا گیا ولایتی خلفا کی گود میں آپ رہتے تھے اور صرف دودھ پلانے کی غرض سے گھر میں بھیجے جاتے تھے اس لیے آپ کی مادری زبان فارسی ہی ہوگئی اور لہجہ اہلِ زبان کا سا ہی ہوگیا۔ جس وقت حضور قبلہؒ کا وصال ہوا آپ کی عمر شریف ۱۶/ برس چار ماہ کی تھی۔

تعلیم وتربیت :- علوم ظاہری کی تعلیم حضرت مخدوم عبدالشہید صاحبؒ بدخشانی کے سپرد ہوئی جو اپنے عہد کے عالم متجرّی اور فاضل مستند تھے۔ حضور قبلہؒ نے علم تصوف اور دیگر تمام علوم آپ کو پڑھائے اور تمام علوم وفنون میں ماہر کردیا۔ سات برس کی عمر میں آپ نے قرآن شریف ختم کیا تھا اور پندرہ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تکمیل حاصل کرلی۔ بچپن سے ہی شغل اور اشغال کی تعلیم حضور قبلہؒ نے شروع کردی تھی جب آپ کی عمر شریف گیارہ برس کی ہوئی تو حضور قبلہؒ نے آپ کو چلّہ کشی کا حکم دیا حافظ رحمت خاں کا مقبرہ جو جنگل بیابان میں تھا وہاں چلّے میں بٹھایا گیا چلّے کے دوران آپ پر بہت سختی ہوئی طرح طرح کے مصائب پیش آئے مگر آپ نے سب امور بہ آسانی طے

فرمائے جس دن چلّہ پورا ہوا اس دن حضور قبلہؒ قدس سرہٗ معہ خلفا کے خود وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الالیا بہت کمزور ہو گئے تھے پھر کچھ دن توقف کر کے دوبارہ چلّے پر بیٹھایا گیا اس طرح پہ در پہ کئی چلّے کرائے گئے اس کے بعد تمام خاندانی وظائف کی زکوٰۃ دلوائی گئی اور حضور قبلہؒ نے بھی اپنی زکوٰۃ آپ کو بخشی۔ جب آپ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو حضور قبلہؒ نے آپ کو بیعت فرمایا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ طالبانِ خدا کو اپنے حلقۂ ذکر میں لے کر توجہ دیا کرو، رات کو حضور قبلہؒ خود ملاحظہ فرماتے تھے کہ آج توجہ سے کس کس پر کتنا اثر ہوا۔

سجادہ نشینی :- حضرت کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو حضور قبلہؒ قدس سرہٗ نے اپنے تمام معزز خلفا اور مریدین کو جمع کیا اور حضرت کو اپنا سجادہ نشین کیا اپنی مسند پر بٹھایا دستار مبارک اتار کر آپ کے سر پر رکھی اور کھڑے ہو کر دو روپیہ چاندی کے نذر کئے اور فرمایا کہ یہ وہ روپیہ ہیں جو میرے پیر و مرشد نے بوقت سجادگی مجھے مرحمت فرمائے تھے اس کے بعد تمام حاضرین سے فرمایا کہ جو ہمارا مرید و خلیفہ ہے آج سے وہ اپنے کو اُن کا مرید اور خلیفہ گردانے اور اب آئندہ کسی کو ان سے دعوہ پیر بھائی ہونے کا نہ رہے اس کے بعد تمام حاضرین نے نذر سجادگی پیش کی۔ جب تک حضور قبلہؒ اس کے بعد زندہ رہے آپ نے کسی کو بیعت نہیں کیا۔ مسند پر حضرت تاج الاولیاؒ کو بیٹھاتے تھے اور آپ قریب مسند داہنی طرف تشریف فرماتے تھے۔

دیگر حالات :- حضور قبلہؒ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد تاج الاولیاؒ نے مزار کے سامنے ایک شامیانہ استادہ کیا اور تمام مریدین اور حاضرین کو یکجا کیا اور حکم دیا

کہ تم سب مل کر مجھ پر توجہ کرو یہ جلسہ رات سے صبح تک رہتا تھا بڑے بڑے خلفا جنکی نظر کے اثر سے پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ آدمی بے ہوش ہو جاتے تھے ان سب کی توجہ سے حضرت پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اس طرح حضرت سات برس خانقاہ میں بیٹھے رہے غذا بالکل ترک ہوگئی تھی ساٹھ سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ حضرت کا ظاہری حسن بھی بے مثل و بے نظیر تھا۔ چہرہ سے ہیبت حق ظاہر ہوتی تھی۔ گفتار میں شیرنی تھی لباس آپ کا شاہانہ تھا مجلس آپ کی بادشاہانہ تھی مگر ہر امیر وغریب کے ساتھ یکساں اور مساوی اخلاق تھا۔ مجلس آپ کی ہمہ وقت امراء، غرباء اور طالبانِ حق سے مملو رہتی تھی اہلِ غرض اپنی مراد اور طالبین شاغلین اپنے مقاصد حاصل کرتے تھے تمام ظاہری سامان رئیسوں کے سے تھے اکثر آپ بحیلۂ شکار جنگل اور کنار دریا جاتے تو اونٹ گھوڑے، چھکڑے، ڈیرے، چھولداریاں سامانِ شکار اشیاء خوردنی وغیرہ ہمراہ ہوتی تھیں اور چالیس پچاس خدام ساتھ ہوتے تھے اس طرح سے ظاہری شان وشوکت میں اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ حضرت کھانا بھی بہت نفیس نوش فرماتے تھے مگر جب کچھ نہ ہوتا تھا تو سب خانقاہیوں کے ساتھ دو دو تین دن فاقہ بھی ہو جاتا تھا فاقے میں جانور مثل گھوڑا، کبوتر، مرغ وغیرہ سب شامل ہوتے تھے۔ حضرت کو تمام علوم وفنون مہارت تامہ حاصل تھی۔ تبحر علمی کا جواب نہ تھا، فقہہ اور اس کی جزوئیات تفسیر وحدیث پر مکمل عبور حاصل تھا فارسی، عربی، پشتو بالکل اہلِ زبان کی طرح بولتے تھے۔ خوش نویسی میں حضرت کا جواب نہ تھا اب بھی خانقاہ میں اور بہت سے مریدون کے گھروں میں حضرت کے دست مبارک کے لکھے ہوئے کتبے موجود ہیں جن کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس

پائے کے خوش نویس تھے فن سپہ گری مثلاً بانک بنوٹ، شمشیر زنی، تیراندازی، کشتی کے تمام داؤپیچ علم موسیقی کے تمام اقسام ان سب میں آپ ماہر تھے بڑے بڑے استادانِ فن آپ کے معتقد اور مرید تھے۔ تیرنے میں بھی کمال حاصل تھا۔ عطر شناسی میں اپنے عہد کے فرد تھے لوگوں نے کئی کئی قسم کے عطر یکجا کئے اور آپ سے پوچھا اور آپ نے نہ صرف اُن کے نام بتائے بلکہ اوزان بھی بتا دیئے۔ گھوڑوں کے عیب و ہنر اور ہر طرح کے علاج سے آپ واقف تھے غرض بہر کارے کہ باشی با خدا باش کے پورے مصداق تھے قوت کا یہ حال تھا کے میرے شیخ بیان فرماتے تھے کہ بڑھاپے میں گیہوں کی بھری ہوئی بوری کو چٹکی سے پکڑ کر پانچ چھ گز دور پھینک دیا کرتے تھے۔

چند اسمائے گرامی خلفا حضرت تاج الاولیا قدس سرہٗ

حضور قبلہؒ کی طرح آپ کے بھی بہت خلفا تھے اور مریدوں کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچتی ہے آپ کے خلفا بھی ہندوستان، پاکستان، افغانستان، بدخشاں، سمرقند و بخارا وغیرہ میں تھے اور صاحب کشف و کرامات تھے چند خلفا کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱	سراج السالکین حضرت شاہ محی الدین احمدؒ صاحبؒ صاحبزادہ وجانشین	
۲	مولوی محمد ظریف صاحبؒ بدخشانی	گوالیار
۳	مولوی عبید اللہ صاحبؒ	بریلی شریف
۴	مولوی نصر اللہ صاحبؒ	گوالیار

۵	منشی علی احمد صاحبؒ	گوالیار
۶	سید حسین شاہ صاحبؒ	مدراس
۷	قاری محمدؒ نظر صاحبؒ	فتح پور ہسوہ
۸	سید مظفر علی شاہ صاحبؒ	اکبرآباد
۹	سید امیر علی شاہؒ	اکبرآباد
۱۰	مولوی محمد فضلِ کریم صاحبؒ	غازی پور
۱۱	مولوی ظہور الحق صاحبؒ	رام پور
۱۲	مجنون شاہ صاحبؒ	کابل
۱۳	سید اکبر علی صاحبؒ	بریلی شریف
۱۴	مولوی نجف علی صاحبؒ	میرٹھ
۱۵	سید وصی علی شاہ صاحبؒ	سندیلہ
۱۶	مرزا آغا محمدؒ صاحبؒ	جے پور
۱۷	آغا درویش محمد ایرانی	کانپور
۱۸	سید قربان شاہ صاحبؒ	بھوپال
۱۹	مصاحب علی شاہ	نگینہ
۲۰	مولوی محمدؒ فائق صاحبؒ	فتح پور ہسوہ
۲۱	ناظر شمس الدین صاحبؒ	پشاور

۲۲	صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحبؒ بیرہ حضرت مولانا فخر پاک قدس سرہٗ	دہلی
۲۳	گلاب شاہ صاحب ولایتی	لکھنؤ
۲۴	ڈاکٹر سید بدر الدین صاحبؒ	بہار
۲۵	نواب عبد العلی صاحبؒ	جاورہ
۲۶	مولوی ابوالحسن صاحبؒ	پٹنہ
۲۷	یعقوب علی خاں صاحبؒ	قصبہ شاہی
۲۸	مولوی محمدؐ اسمٰعیل صاحبؒ	پنجاب
۲۹	عبداللہ شاہ صاحبؒ	اٹک
۳۰	آغا احمدؐ شاہ صاحبؒ	ترکی
۳۱	ڈاکٹر سعید الدین صاحبؒ	بہار
۳۲	مولوی فضل عالم صاحبؒ	بچھرایوں
۳۳	مولوی غلام شرف صاحبؒ	کھیڑی شکوہ پور (سہارن پور)
۳۴	ملا محمدؐ شاہ صاحبؒ	الہ آباد
۳۵	حاجی عبد الصمد صاحبؒ	کشمیر
۳۶	مسکین شاہ صاحبؒ	جے پور

معمولات :- حضرت رات کو دو بجے کے قریب خانقاہ سے حویلی میں تشریف لے جاتے تھے۔ نماز تہجد ادا فرماتے اس کے بعد صبح تک اپنے اوراد اور وظائف اشغال اور عبادات میں مشغول رہتے۔ آپ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ بعد نماز صبح پھر خانقاہ میں تشریف لے آتے تھے پہلے حضور قبلہؒ کے مزار پر جا کر قدمبوس ہوتے اور ہاتھ کو مُنہ اور سینہ پر پھیرتے تھے اور پھر طالبین کی تعلیم اور اہل غرض کی غرض پوری فرماتے۔ گیارہ بجے خانقاہ کے باورچیخانے سے کھانا طلب فرماتے اور خواص کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اس کے بعد حویلی میں چلے جاتے پھر تین چار بجے کے قریب خانقاہ میں تشریف لے آتے اور مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہر شخص کے سوالات کے جوابات اس کی فہم کے مطابق دیتے اکثر نماز مغرب خانقاہ میں جماعت سے پڑھتے جو نماز پڑھاتا ہوتا اسی کے پیچھے بلا تامّل نماز پڑھتے تھے پھر کچھ دیر کے لیے حویلی میں تشریف لے جاتے تھے واپس خانقاہ میں تشریف لاتے اور دو بجے تک تشریف رکھتے تھے آپ مسند پر کبھی بے وضو نہیں بیٹھے محفلِ سماع میں چاہے کتنا وقت صرف ہو آپ دوزانو بیٹھتے تھے کبھی زانوں نہیں بدلا۔ عشرہ محرم کے وہی معمولات تھے جو حضور قبلہؒ کے تھے۔

واقعات وصال :- قبلِ وصال حضرتؒ در پردہ اپنے وصال کی برابر خبر دیتے رہے ایک مرتبہ بریلی کا مشہور بزاز سیج رام کپڑا لے کر آیا حضرت اُن کپڑوں کو لے کر حویلی میں تشریف لے گئے اور بی بی صاحبہ سے فرمایا کہ ان کپڑوں میں جو پسند ہو لے لو پھر چند روز کے بعد تم کو ایسے کپڑے پہننا اچھے نہیں لگیں گے، بی بی صاحبہ نے کہا میرے پاس بہت کپڑے ہیں مجھے ضرورت نہیں ہے۔

موضع سرسہ میں آپ مچھلی کے شکار کو تشریف لے گئے وہاں ایک مچھلی شکار کی اور فرمایا کہ بس اب شکار کر چکا اب کبھی شکار نہ کھیلوں گا، چنانچہ وہاں سے آتے ہی مرض وفات میں مبتلا ہو گئے۔

حضور قبلہ ؒ کے مزار کے جانب شرق ایک زمین افتادہ تھی آپ کبھی کبھی کھٹولہ ڈال کر وہاں رونق افروز ہوتے تھے ایک روز صاجزادہ صاحب ؒ حضرت سراج السالکین ؒ نے خواب میں دیکھا کہ اس زمین سے روشنی پھوٹ رہی ہے اور آسمان تک جاری ہے جس سے تمام عالم منور ہو رہا ہے۔ آپ نے اس خواب کا ذکر حضور ؒ سے کیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ جگہ ہے جہاں انتقال کے بعد مجھے آرام کرنا ہے۔

حضرت کو اختلاج قلب اور تپ لرزہ کا عارضہ لاحق ہوا پہلی رمضان ۱۳۲۲ھ بروز پنجشنبہ بوقت دو بجکر دس منٹ حضرت ؒ نے وصال فرمایا۔ اناللّٰہِ وَ اِ نآاِلَیْہِ رَاجِعُوْن آپ کی تاریخ وصال بھی اس آیت سے برآمد ہوتی ہے۔

''وَاللّٰہُ اِنَّااَوْلِیَاءَ اللّٰہُ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْن ط''

کشف و کرامات: -حضرت تاج الاولیا رحمت اللہ علیہ بہت بڑے صاحب کشف و کرامات اور مظہر خوارق عادات تھے۔ خانقاہ میں کوئی روز ایسا نہ گزرتا تھا جس میں آپ سے خوارق وعادت صادر نہ ہوتے ہوں جس مرید کو جس جگہ کوئی مشکل اور دشواری پیش آتی تھی آپ دستگیری فرمایا تے تھے۔ کرامات نظامیہ میں آپ کا حال بہت تفصیل سے درج ہے اس لیے کہ مصنف حضرت ؒ کے بڑے خلفا میں سے ایک تھے۔ میں یہاں چند واقعات جن کی تصدیق میرے شیخ ؒ نے فرمائی وہ بیان کروں گا۔

یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرتؒ کو عطریات بہت مرغوب تھے اور اُن کی پہچان میں مہارت تامہ رکھتے تھے ایک مرتبہ خاندانی عطر فروش قنوج سے آپ کی تعریف سن کر بغرض امتحان خانقاہ میں آیا اس نے دس بارہ طرح کے عطر کا مجموعہ پیش کیا اور عرض کیا کہ بتایا جائے اس مجموعہ میں کون کون سے عطر کس کس قسم کے ہیں۔ آپ نے سونگھ کر فرمایا کہ محض عطر کا نام بتاؤں یا ان کا نقص بھی بتاؤں اس کے بعد حضرتؒ نے عطر کو دوبارہ سونگھا اور ایک عطر کا نام بتایا اس طرح سے ہر دفعہ سونگھ کر ایک ایک عطر کا نام بتادیا اور پھر سب کے اوزان بھی بتادیئے اور پھر فرمایا کہ فلاں عطر جو اس میں ہے اس میں پیاز کی بو آرہی تھی غور کر کے بتاؤ یہ صحیح ہے یا نہیں اس نے قدم بوس ہو کر عرض کیا کہ واقعی اس پھول کے تختہ میں جو پانی دیا جاتا ہے وہ پہلے پیاز کی کیاریوں سے ہو کر آتا تھا یہ کہہ کر وہ عطر ساز قدموں پر گر گیا کہ یہ دماغ کا کام نہیں ہے یہ آپ کا کشف ہے ورنہ ایسا دماغ جو یہ بتادے پیدا نہیں ہوا۔

جس زمانے میں ہندوستان میں طاعون پھیلنے والا تھا اس سے پہلے کہیں کسی نے اس کا ذکر بھی نہیں سنا تھا حضرتؒ نے تمام مریدوں کو اطلاع بھجوائی کہ روزانہ اکتالیس مرتبہ ''نادعلی'' شریف پڑھ لیا کرو خانقاہیوں نے دریافت کیا کہ یہ حضورؒ نے کس مصلحت سے فرمایا ہے تو ارشاد ہوا کہ چند روز میں ہندوستان میں ایک وبا نازل ہونے والی ہے جس کا نام طاعون ہے۔ اس سے لاکھوں آدمی مر جائیں گے مگر جو شخص نادعلی شریف کا روزانہ ورد کرے گا وہ انشااللہ اس بلا سے محفوظ رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک واقعہ مولوی محمدؒ ظریف صاحب کی مریدہ کا ہے مولوی صاحب عالم تبحر تھے بدخشاں کے رہنے تھے وہاں حضور قبلہؒ کے علم و درویشی کا شہرہ سن کر بغرض بیعت بریلی آ گئے اس وقت حضور قبلہؒ کا وصال ہو چکا تھا چونکہ مولوی عبید اللہ صاحبؒ بدخشانی پہلے سے خانقاہ میں رہتے تھے ان کے پاس ٹھہرے اور بیان کیا کہ میں حضور قبلہؒ سے بیعت ہونے آیا تھا اُن کا تو وصال ہو گیا مولوی صاحب نے کہا کہ آپ انکے جانشین اور صاحبزادے صاحب سے بیعت ہو جایئے غرض مولوی صاحب ان کو لے کر حضرت کی خدمت میں آئے اتفاق سے اسوقت حضرت کے ہاتھ میں بٹیر تھی اُنھوں نے ایک تو حضرت کی نوعمری کو دیکھا دوسرے یہ دیکھا کہ یہ تو دنیاوی مشاغل میں مبتلا ہیں وہ بددل ہو گئے اور مولوی عبید اللہ صاحبؒ سے کہا کہ میں ایسے پیر کا مرید نہیں ہو سکتا جو یہ شوق رکھتا ہو میں رام پور جا رہا ہوں چنانچہ وہ چلے گئے مولوی صاحب کو بہت رنج ہوا اور اُنھوں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ مجھے اس بات کا بہت صدمہ ہے کہ ایسا عالم تبحر ناکام لوٹ گیا وہ غلامی میں داخل ہو جاتا تو سلسلہ کی اشاعت میں بڑا معاون ثابت ہوتا حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کی یہ خواہش ہے تو وہ واپس آ جائیں گے چنانچہ دوسرے دن مولوی ظریف صاحب رام پور سے واپس آ گئے اور مولوی عبید اللہ صاحبؒ سے اصرار کیا کہ مجھے بیعت کرا دیجئے وہ ان کو لے کر حضرت کی خدمت میں آئے آپ نے مولوی ظریف صاحبؒ سے فرمایا کہ ایک دنیا دار بٹیر باز سے مرید ہو کر آپ کیا کریں گے کوئی اچھا آدمی تلاش کیجئے مولوی ظریف صاحبؒ نے عرض کیا کہ اب آپ مجھے مزید شرمندہ نہ کیجئے اور غلامی میں لے لیجئے چنانچہ حضرت نے اُن کو مرید کیا اور ایک ہی نظر میں تکمیل کر دی اور خلافت دے

کر گوالیار روانہ فرمادیا۔ گوالیار میں موتی جھیل پر آپ کا مزار اور خانقاہ ہے ہر سال عرس ہوتا ہے ہزار ہا ہندو مسلمان مل کر عرس کرتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

بریلی شریف میں الفرڈ ہرسی برطانیہ کے شاہی خاندان کے ایک رکن فوج میں تھے وہ حضرتؒ کے دوست تھے ان کے عہدہ کی ترقی کے سلسلے میں ایک مقابلہ میرٹھ کی چھاؤنی میں ہوا اس میں نشانہ بازی میں وہ ہار گئے انھوں حضرت سے آکر بر سبیل تذکرہ عرض کیا کہ اگر میں اس میں پاس ہو جاتا تو میری ترقی ہو جاتی اور اب ملنا مشکل ہے حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر تم خدا کی وحدانیت کے قائل ہو جاؤ تو تم اس مقابلہ میں اب بھی پاس ہو سکتے ہو اُنھوں نے کہا کہ اب تو ناممکن ہے اس لئے کہ مقابلہ ہو چکا اور میرا نشانہ خطا ہوا آپ نے فرمایا وعدہ تو کرو اُنھوں وعدہ کرلیا چنانچہ جب وہ گھر پہنچے میرٹھ سے مبارک باد کا تار آیا ہوا تھا کہ آپ امتحان میں کامیاب ہو گئے وہ فوراً حضرتؒ کے پاس آئے اور بولے کے میں خدا کی وحدانیت کا اور ناممکن کو ممکن بنانے والے دونوں کا قائل ہو گیا اس ہرسی خاندان کے ایک فرد سے میرے سرکارؒ سے بھی ویسے ہی تعلقات تھے جیسے حضرت تاج الاولیاؒ کے ان کے دادا سے تھے۔

حضرتؒ کبھی اپنی کسی بات کو کشف و کرامت پر محمول نہیں فرماتے تھے بلکہ چھپاتے تھے ایک دفعہ فرمانے لگے کہ شعبدہ باز بھی طرح طرح کے شعبدہ کرتے ہیں مجھے بھی شعبدہ بازی آتی ہے میں اپنی انگوٹھی مسند کے پاس رکھ کر حویلی میں چلا جاتا ہوں تم میں سے کوئی اُٹھا لینا میں آکر بتادوں گا کہ انگوٹھی کس کے پاس ہے چنانچہ انگوٹھی رکھ کر حویلی میں تشریف لے گئے پھر جب بلایا گیا تو تشریف لائے اور فرمایا کہ پہلے اس

انگوٹھی کو فلاں صاحب نے اُٹھایا اور اُنھوں نے اس کو فلاں کو دیا اور فلاں نے فلاں کو دیا اور اب انگوٹھی فلاں کے پاس ہے اور اُن ہی کے پاس انگوٹھی تھی سب سمجھ گئے کہ اس بات کا شعبدہ بازی سے کیا تعلق ہے یہ حضرتؒ کا کشف ہے مگر حضرتؒ اس کو شعبدہ گری ہی فرماتے رہے۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ آخر زمانے میں حضرت کی چشم ظاہری جاتی رہی تھی تو کوئی نہ کوئی آپ کو حویلی میں لے جاتا تھا ایک دفعہ رات کا وقت تھا اور آپ اپنے نواسے کے سہارے حویلی میں تشریف لے جارہے تھے خانقاہ کے دروازے پر ایک سیڑھی تھی انھوں نے عرض کیا کہ سیڑھی ہے آپ نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا اور فرمایا دور ہٹ جاؤ کیا میں اندھا ہوں اور پھر خود ہی حویلی میں تشریف لے گئے۔

میں نے اس باب کو بہت مختصر کر کے لکھا ہے۔ حضرت شاعر نہیں تھے مگر بہت بڑے شعر فہم تھے آپ نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ایک منقبت کہی تھی جو کرامات نظامیہ میں طبع ہوچکی ہے اور پھر میرے شیخ کے دیوان ''رازِ نیاز'' میں تبرکات کے عنوان سے طبع ہوچکی ہے، جس کا مطلع ہے ۔

از بہر علیؓ مقامِ حمد ست کنف　　　　دُر زیست یتیم و وحدت وراست صدف

حضرت کے چھوٹے بھائی شاہ نصیر الدین حسین صاحبؒ حضرت سے دس سال چھوٹے تھے آپ کا انتقال بدایوں میں آپ کی خانقاہ میں ہوا آپ کی خانقاہ ''چڈیا والے میاں صاحب'' کے نام سے مشہور ہے اور زیارت گاہِ خلایق ہے وہیں آپ کی والدہ صاحبہؒ کا مزار بھی ہے آپ کا وصال ۲۵ شعبان ۱۳۰۵ھ کو ہوا مگر بریلی میں حضرت تاج

الا ولیا قدس سرہٗ کو ۲۷ شعبان کو اطلاع ہوئی لٰہذا خانقاہ نیازیہ میں آپ کا عرس ۲۷ شعبان ہی کو ہوتا ہے حضرت شاہ نصیر الدین حسین صاحب ؒ قدس سرہٗ نے شادی نہیں کی تھی آپ کے سلسلے کے اپنے کو نصیری نیازی لکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مختصر حال سراج السالکین حضرت شاہ محی الدین احمدؒ صاحب قدس سرہ عرف ننّے میاں صاحبؒ

ولادت:- قدوت السالکین زبدۃ العارفین سراج السالکین حضرت شاہ محی الدین احمد صاحبؒ کی ولادت باسعادت ۲۱ رربیع الاول ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۵۸ھ صبح صادق کے وقت ہوئی حضرت کو بعد غسل سب سے پہلے حضور قبلہؒ کے مزار پر لا کر ڈالا گیا اسی وجہ سے حضرت کی دادی صاحبہ تا ذیست آپ کو درگاہی کہتی رہیں بچپن ہی میں آپ کے چہرہ سے آثار بزرگی ظاہر ہوتے تھے۔

تعلیم و دیگر حالات :-آپ کی تعلیم مولانا عبید اللہ صاحبؒ بدحشانی کے سپرد ہوئی جو عالم تبحر اور فاضل مستند تھے اور ہر علم میں مہارت تامہ رکھتے تھے حضور قبلہؒ کے خلیفہ میر محمدؒ سمیع صاحبؒ کے مرید تھے اور حضرت تاج الاولیاؒ کے خلیفہ تھے اُنھوں نے حضرت کو اپنا مرشدزادہ سمجھ کر کوئی کسر نہ چھوڑی اس کے علاوہ مولوی ہدایت علی صاحبؒ جو اپنے وقت کے معقول کے مستند عالم تھے اور اُن سے معقول مولوی یعقوب علی صاحبؒ سے فقہہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی فنون سپہ گری میں اور دیگر فنون میں آپ کے اُستاد حسین علی خاں صاحب رامپوری مرزا عیوض علی صاحب اور استاد بنّے میاں صاحب رامپوری تھے اس کے علاوہ خود حضرت تاج الاولیاؒ بہت زبردست عالم اور جملہ مروجہ فنون میں ماہر تھے آپ نے ہر اس علم میں آپ کو ماہر کر دیا تھا جو حضور قبلہؒ سے

آپ کو پہنچا تھا تعلیم طریقت تو بچپن ہی سے شروع کردی تھی جب حضرت سراج السالکینؒ کی تعلیمات طریقت درجہ کمال پہنچ گئیں اور ریاضت شاقہ کر چکے تو ۶ / جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ صبح کے وقت حضرت تاج الاولیاؒ نے اپنی مسند ارشاد پر حضرت کو بٹھایا اور اپنا جانشین بنایا حضرت نے سجادگی کے وقت مولوی قطب الدین صاحبؒ غازی پوری کو مرید کیا اور وہی حضرت کے سب سے پہلے مرید تھے انھوں نے حضرت کے حالات پر ایک تذکرہ لکھا ہے جس کا نام سراج السالکین ہے اس میں تفصیل سے از اول تا آخر حضرت کے حالات ہیں مولوی صاحبؒ مرحوم کی میں نے زیارت کی ہے وہ جید عالم تھے بہت سی کتابوں کے مصنف تھے شاعر بھی تھے نیازی تخلص تھا بہت حسین آدمی تھے محفل میں بیٹھتے تو بھاری بھرکم شخصیت نظر آتے تھے ان کے علاوہ حضرت سراج السالکینؒ نے حضرت تاج الاولیاؒ کی زندگی میں بپاس ادب کسی کو بیعت نہیں کیا۔

حضرت تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے حدیث فقہ تفسیر منطق فلسفہ وطب میں مہارت کامل حاصل تھی حافظہ اس قدر قوی تھا لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کو کتابوں کے صفحے سطریں تک یاد تھیں اور بتادیا کرتے تھے کہ حدیث فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر ہے اور فلاں موقع پر سرکار دو عالم صلعم نے فرمائی ہے اور فلاں مفسّر نے فلاں مقام پر اس کی تشریح کی ہے دیکھا جاتا تھا تو بالکل مطابق پایا جاتا تھا فارسی بالکل اہل زبان کی طرح بولتے تھے عربی کا لہجہ بھی عربوں کا سا تھا اس کے علاوہ پشتو، ترکی، پنجابی، ہندی زبانیں بھی جانتے تھے اس لئے کہ ہر خطہ کا آدمی طلب حق کے لئے خانقاہ میں آتا تھا اور دامن مراد بھر کر جاتا تھا۔

دیگر فنون کا ذکر گزر چکا ہے آپ نے بانک بنوٹ، شمسیر زنی، تیر اندازی، بندوق کی نشانہ بازی، خطاطی، طب وغیرہ میں علاوہ اور لوگوں کے اپنے والد محترم کے شاگرد تھے شمشیرزنی کا یہ واقعہ ہے کہ بڑی رو ہو مچھلی لٹا کا دی گئی اور آپ نے بہ یک ضرب شمشیر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے ماہر فن ہی سمجھ سکتے ہیں کہ مچھلی کو کاٹنا کتنا مشکل ہوتا ہے علم موسیقی میں بھی اپنے والدؒ کی طرح ماہر تھے خود شعر نہیں کہتے تھے مگر حضرت مولاؑ سے عشق تھا اور حسنینؑ کی محبت سے سرشار تھے، چنانچہ آپ کی یہ رباعی مشہور ہے۔

نونہالِ چمن فاطمہ زہراؑ حسنینؑ گل گلزار علیؑ قامت رعنا حسنینؑ

گوہر قلزم دریائے خداوندِ غفور حلیۂ پاک نبیؐ بود سراپا حسنینؑ

۱۲ار رجب المرجب حضرت مولاؑ کی پیدائش کے دن میلاد شریف کرتے تھے آپ نے ایک رسالہ موسوم بہ ''احسن المطالب فی میلاد ابن طالبؑ '' تصنیف فرمایا جو چھپ چکا ہے اس کے پڑھنے سے آپ کی علمی شان اور محبت مرتضویؑ کا حال معلوم ہوتا ہے۔

اپنے والد اور پیرومرشد کی طرح آپ نے وہ روش اختیار فرمارکھی تھی کہ ظاہر بین نگاہیں آپ کو درویش کم اور دنیادار زیادہ خیال کریں مگر پھر بھی سمجھنے والے آپ کا مرتبہ جانتے تھے اس لئے آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں پہنچتی ہے حضرت نے تمام عمر مجاہدہ، ریاضت زہد، تقویٰ میں بسر فرمائی اور اتباعِ شریعت کا بہت خیال رکھا۔

معمولات:- حضرت کے معمولات بھی مثل اپنے والد اور دادا کے تھے حضرت بھی نصف شب کے بعد خانقاہ سے حویلی میں تشریف لے جاتے تھے بعد

تہجد اپنے اشغال میں مصروف ہو جاتے تھے نماز صبح کے بعد حقہ نوش فرماتے حویلی میں مردانہ ہی رہتا تھا وہاں آپ حاضرین کے ساتھ چائے نوش فر کر خانقاہ میں آتے اور سب سے پہلے حضرت تاج الاولیاؒ کے مزار کو بوسہ دیتے اور دیر تک فاتحہ پڑھتے تھے پھر حضور قبلہؒ کے مزار پر اسی طرح کرتے اور وہاں سے الٹے قدموں مسند تک آتے کہ مزار کی طرف پشت نہ ہو مسند پر رونق افروز ہو کر حاضرین جلسہ سے ہر ایک کے فہم اور ادراک کے مطابق گفتگو فرماتے اور اہل غرض کی غرض پوری فرماتے نو بجے کے قریب صاحبزادی صاحبہؒ کے مکان میں تشریف لے جاتے حضرت کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں جن سے آپ کو بہت محبت تھی صبح کا کھانا ان کے ہمراہ تناول فرماتے تھے اور پھر خانقاہ، میں تشریف لے آتے اور ۱۲ ا بجے تک تشریف رکھتے تھے پہلے بڑی حویلی میں یا سماع خانے کے اوپر ایک حجرہ میں قیلولہ فرماتے اور بعد نماز ظہر پھر خانقاہ میں تشریف لے آتے اکثر نماز مغرب خانقاہ میں با جماعت پڑھتے تھے کبھی کبھی لوگوں کی استدعا پر آپ بھی امامت فرماتے مگر نماز میں چھوٹی صورتیں تلاوت فرماتے تھے اور بعد مغرب خانقاہی باورچی خانے سے قلیل غزا منگا کر نوش فرماتے اکثر فاقہ کرتے کبھی سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر نوش فرما لیتے اور فرماتے کہ خانقاہ کی روٹی کھائی ہے مگر مجھ سے اس کا حق ادا نہیں ہوتا خدا معاف کرے نیاز بے نیازؒ معاف کریں۔ اللہ اکبر مالک و مختار ہو کر یہ روش تھی۔

حلیہ مبارک :- حضرت سراج السالکین قدس سرہ کشیدہ قامت کشادہ صدر سفید رنگ مائل بہ سرخی تھے آنکھیں بڑی بڑی سرخ اور شرم آلودہ تھیں سر کے بال گھٹنے تا بہ کمر تھے کبھی آپ چوٹی گوندھ لیتے تھے اور کبھی لپیٹ لیتے تھے ریش مبارک گھنی تھی نہ بہت طولانی نہ مختصر مثل حضرت مولاؒ کے۔ کلام شستہ اور شیریں ہوتا تھا لانبہ شرعی کرتا جس میں سامنے کا گلا اور اس میں اندر پردہ لگا ہوتا تھا تاکہ سینہ چھپا رہے استعمال فرماتے گول ٹوپی میرٹھ کی قالب دار جس میں سچے کلابتوں کا کام ہوتا تھا زیب سر ہوتی تھی شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ آپ کے جسم کا کوئی حصہ عریاں نہیں نہ ہو پاتا تھا پائجامہ بھی آپ ایسا ہی پہنتے تھے کہ جس کے پائینچوں میں بٹن ہوتے تھے۔ میرے والدؒ اکثر فرماتے تھے کہ ہم نے پیر بھی ایسا پسند کیا کہ جس طرح اس کی درویشی کا جواب نہیں اسی طرح اس کے ظاہری حسن کا بھی عالم میں جواب نہیں ہے۔ حضرت کے اخلاق حمیدہ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سے ترش روئی یا خفگی سے بات نہیں کی ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے مستغنی المزاج ایسے تھے کہ کبھی مال و دولت کی طرف توجہ نہیں کی غریب مرید اگر ایک پیسہ بھی نذر کرتا تو آپ بہت خوش ہو کر قبول فرماتے مجلس سماع میں حضرت تاج الاولیاؒ کی طرح آپ دوزانو تشریف رکھتے تھے اور باوضو رہتے تھے اور پہلو بھی نہیں بدلتے تھے۔

واقعاتِ وفات :- حضرت کی وفات کے حالات مولوی وطب الدین صاحبؒ نے بھی لکھے ہیں اور خاص واقعہ وصال پر میرے والد سید انوار الرحمٰن صاحب بسملؒ نے ایک رسالہ موسوم بہ کشف مبشرات جو اُس کا تاریخی نام بھی ہے لکھ کر چہلم کے دن تقسیم کیا تھا والد صاحبؒ بھی بہت سی کتابوں کے مصنف تھے ان کی طرز نگارش کے

نمونے کے طور پر میں واقعات وصال ان ہی کی کتاب سے نقل کرتا ہوں۔

''ہویت صرفہ کی سیاہ گھنگور گھٹا میں سے ایک نورانی بجلی چمکی اور پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں کے ساتھ ساتھ وادی کی تاریک غاروں پیچ دار نالوں اندھیری سُرنگو اور آباد شہروں کے سر بہ فلک ایوانوں اور غربا کے خس پوش جھونپڑیوں کو آن کی آن میں یکساں روشن اور منور کرتی ہوئی اپنے مبدائے اصل میں جا کر چھپ گئی۔''

''وحدت کا آفتاب غیب الغیب کے مطلع سے طلوع ہوا اس کی ضیا بار کرنیں علوہات ِملکوتی کو منور کرتی ہوئی خاکدان ناسوتی میں ضوریز ہوئیں۔ شجر و حجر جن و انس و جمیع موجودات نے اپنی اپنی قابلیت کے ساتھ اکتساب نور کیا۔ کہیں سوختگی و برشتگی کہیں حدّت و حرارت ظاہر ہوئی پہاڑوں میں لعل و زمرّ د بنے جنگلوں میں اشجار و گل پیدا ہوئے عالم عالم نور بن گیا آخر وہ دورِ آفتابی ختم ہوا اور وہ شعاعیں اپنے مرکز اصلی پر عود کرنے لگیں آفتاب روحانیتِ ملکوتی سے گزرتا ہوا مغرب احدیت میں غروب ہو گیا۔''

''اواخر ماہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں بمقام سہتل کے دارلارشاد بریلی سے ۱۴ ر میل کے فاصلے پر واقع ہے چراغ علی شاہؒ کے عرس میں تشریف لے گئے۔ وصال سے چند روز قبل یہ معمول بھی فرما لیا تھا کہ خانقاہ میں چاء معہ جمیع حضار خدام نوش فرماتے تھے بروز آخر یہ ارشاد فرمایا کہ آج آخری ہے جب بعض لوگ اس کلمہ سے پریشان ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ آج یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ شکر ختم ہو گئی ہے جس شب وصال فرمائیں گے اس سے پہلے شب میں حضرت غریز میاں صاحب قبلہؒ مدظلہٗ رات کے تین بجے تک حضرت کے پاس رہے اور اُن سے فرمایا جو کچھ کے فرمایا اور خانقاہ میں رہنے کا

حکم دیا اور بعض خدّام کے لئے خاص خاص ہدایتیں فرمائیں صبح سہتل تشریف لے گئے۔

۲۶ ربیع الاول دوشنبہ میں بعد عشا بوقت نو بجے موجودہ خلفا اور خدام کو اپنے پاس طلب فرما کر بالفاظ صریح فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں میرا کہا سنا معاف کرو۔ انگشتری دندانِ مصنوعی اور خلال اتار کر خلیفہ مزمّل خاں صاحب کو دیا کہ یہ سب سامان عزیز میاں کو دید ینا تا کہ متاع دنیا سے کچھ ساتھ نہ رہے اور ایک خواب بھی یہ ارشاد فرمایا کہ میں ایک بلند مقام پر بہت سا زینہ طے کر کے حضور صلعم کی خدمت اقدس میں پہنچا ہوں وہاں دروازے پر مجھ کو روکا گیا تو حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بچہ ہے اسے آنے دو اور اپنے ہمراہ لے گئے مفصل خواب اس وقت مجھے یاد نہیں۔ الغرض قوال کو طلب فرمایا اور حکم دیا وہ غزل گاؤ جس کا مطلع ہے۔

باشد ایمانِ مسلماں مصحف روئے علیؓ سجدہ گاہِ ماست محراب دو ابروئے علیؓ

قوال نے عرض کیا مجھے یہ غزل یاد نہیں ہے تو اپنے بھانجے ظہور اللہ شاہ صاحبؒ کو حکم دیا کہ شعر مذکرہ بالا کی تکرار کر و اس شعر کو سن کر مصرعے ثانی کی اپنی زبان سے تکرار کی اور قبلہ رو ہو کر سجدہ فرمایا اور جانِ پاک سپرد جان آفریں کی انا اللہ و انا الیہ راجعون.

قسمت نگر کہ بادشاہِ ملک عشق یافت مرگے کہ زندگاں بہ دعا آرزو کنند

قسمت نگر کہ بادشاہ ملک عشق یافت مرگے زندگاں بہ دعا آرزو کنند دوسرے دن جسد مبارک بریلی شریف لایا گیا اور بڑے اژدہام کے ساتھ نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت قبلہ عزیز میاں صاحب نے پڑھائی خانقاہ شریف پر تھی چھتوں اور باہر گلی میں تمام صفوف تھیں۔ ”حضور قبلہؒ اور حضرت تاج الاولیاؒ کے مزاروں کے وسط میں ۲۷ ر

ربیع الاول شب میں سپرد خاک کیا گیا جہاں زندگی میں اکثر تشریف فرما ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ

صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم"

تاریخ وصال اس خاندانِ عالی شان کے اکابر کے مطابق ذرا سی تبدیلی سے یہ آیت برآمد ہوئی جو میرے والدؒ نے نکالی

اولیا اللہُ لاخوف علیهم ولا هم یحزنون قال احد

۱۳۴۳ھ

چار بند تاریخی والد صاحبؒ کے اور پیش کرتا ہوں اپنی کتاب کشف مبشراف میں انھوں نے کئی فارسی، عربی کے تاریخی قطعات لکھے ہیں۔

شیخِ ما بخشندۂ بوئے علیؓ — مظہرِ خُلق نبیؐ خوئے علیؓ

شاہ محی الدّین احمدؒ نور حق — والہ و آشفتہ روئے علیؓ

بست وہفتم از ربیع اولین — شد ازیں دار فنا سوئے علیؓ

در شبِ دو شنبہ در عین سماع — شُد نثارِ روئے نیکوئے علیؓ

عرض کردم یاسو اللہ کجاست — آں اسیرِ حلقۂ موئے علیؓ

گفت شُد گم درسجودِ وصلِ حق — در خمِ ایں طاق ابروئے علیؓ

۱۳۴۳ھ

" ما ارسلناک الا رحمت اللعلمین " اور" خیر البشر " دونوں سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔ ۱۳۴۳ھ ۱۳۴۳ھ

کشف و کرامات :۔حضرت کی بہت سی کرامتیں کتابوں میں درج ہیں حضوصاً کشف کا مرتبہ بہت بلند ہے یہ بار بار دیکھنے اور سننے میں آیا کہ کوئی شخص کوئی مسئلہ دریافت کرنے حاضر ہوا اور حضرت نے بغیر اس سے بات کئے دوران گفتگو میں اس مسئلہ کو اس خوبی سے حل کر دیا کہ داعی کے جتنے شکوک تھے وہ رفع ہو گئے ایک واقعہ جو مولانا قطب الدین صاحبؒ نے اپنی کتاب ''سراج لسالکین'' میں لکھا ہے، یہاں لکھتا ہوں۔

خلیفہ مولوی محمدؐ فایق صاحبؒ مصنف ''کرامات نظامیہ'' بہت جید عالم تھے اور اپنے عہد کے معقول کے مسلّم الثبوت استاد تھے مولوی لُطف اللہ صاحب علی گڑھی کے شاگرد خاص تھے حضرت تاج الاولیاؒ کے خلیفہ تھے وہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ فلسفہ کے ایک مسئلہ میں الجھ گیا سینکڑوں کتابوں کو دیکھا مگر مطمئن نہیں ہوا سوچتا تھا کہ اس علم میں کوئی اتنا بڑا عالم نظر نہیں آتا جس سے اس مسئلہ کو دریافت کروں اسی دوران میں بریلی شریف حاضر ہوا حضرتؒ حویلی میں تھے میں قدم بوس ہو کر بیٹھ گیا حضرت نے مجھ سے مخاطب ہو کر اُس فلسفہ کے کا حل نہایت وضاحت کے ساتھ خود بخود بیان فرمایا یہ تقریر بالکل میرے حسبِ حال تھی میں دل ہی دل میں حضرت کی تبحر علمی کا اعتراف کرتا رہا جب تقریر پوری ہوئی تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اکثر علما کے دل میں اس مسئلہ میں اعتراضات پیدا ہو جایا کرتے ہیں یہ اُن کی تبحر علمی کا اقتضا ہے مگر یہ کوئی فلسفہ کا مشکل مسئلہ نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے خود اس کی عبارت ہی سے اس کا جواب نکل آتا ہے میں اُٹھ کر قدم بوس ہوا اور عرض کیا کہ یہ مسئلہ میرے دل میں

ایک سال سے الجھ رہا تھا حضور نے وضاحت سے اتنی آسانی سے سمجھا دیا۔

خانقاہِ نیازیہ میں شروع سے ہی ہر مذہب وملت کے لوگ آتے ہیں مگر ہر شخص کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا ہے مرید اور غیر مرید کی کوئی شرط نہیں ہے۔ایک مرتبہ ایک ہندو عورت ایک شیر خوار بچے کو اپنے سینہ سے لگائے آئی حضرت خانقاہ میں مسند پر جلوہ افروز تھے یہ عورت موضع سرسا ضلع بدایوں کی تھی اس نے لاکر بچے کو سامنے ڈال دیا اور رو رو کر کہنے لگی کہ میاں صاحب یہ میرا ایک ہی بچہ ہے اسے جانے کیا ہو گیا ہے یہ بے سُدھ پڑا ہے حضرتؒ نے فرمایا مائی میں کوئی ڈاکٹر حکیم نہیں ہوں تم ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ وہ علاج کرے گا ٹھیک ہو جائے گا تعویز کی ضرورت ہو تو تعویز دلا دیتا ہوں اس پر عورت نے کہا میں ڈاکٹر حکیم کے پاس لے جا کر کیا کروں گی اس بچے کی تو کل سے ناڑی (نبض) ہی نہیں چل رہی ہے میں تو آپ کا نام سن کر آئی ہوں ہمارے گاؤں میں پہلے بھی ایک بچہ ایسا ہو گیا تھا آپ کے پِتا کے پاس لایا گیا تھا اور اُنھوں نے اُسے ٹھیک کر دیا تھا آپ انہیں کے تو پتر ہیں میرے بچے کو ٹھیک کر دیجئے یہ کہہ کر وہ بری طرح رونے لگی اس کا بیان سن کر حضرت کی آنکھوں میں سرخی دوڑ گئی اور حضرت نے ایک نظر اس بچے پر ڈالی اسی وقت اس میں ایک جنبش ہوئی اور وہ رویا حضرت نے فرمایا یہ ٹھیک تو ہے جاؤ اسے مزار پر لے جاؤ اور مزار کی خاک لگاؤ وہ خوشی خوشی مزار پر لے گئی بچے پر خاک ملی اور بچہ کو دودھ پلایا باہر نکل کر اس نے لوگوں سے کہا کہ یہ بچہ کل مر گیا تھا اور اسے آج دفن کرنے لے جا رہے تھے مجھے یہ قصہ معلوم تھا بریلی کے میاں صاحب نے پہلے بھی ایک بچے کو اسی طرح زندہ کر دیا تھا میں یہاں لے کر آئی اور دیکھو میرا یہ بچہ زندہ ہو گیا مگر حضرتؒ یہ ہی

فرماتے رہے کہ اس کو سکتہ تھا اور یہ مرا نہ تھا۔

مندرجہ ذیل واقعہ میں نے اپنے شیخ سے بھی سنا ہے جو میری ۱۹۵۷ء کی ڈائری میں تحریر ہے اور اس کتاب کی تصنیف کے دوران سرکار قبلہؒ کے بھائی مخدومی حضرت محبوب میاں صاحب نے بھی پوری تفصیل سنائی۔

افغانستان کے ملک میں ریاست دیرؔ کے جو خان تھے وہ مرض ''جزام'' میں مبتلا تھے اُنھوں نے ہر قسم کا علاج کر لیا مگر ذرّہ برابر بھی افاقہ نہیں ہوا پشاور، لاہور، پیرس سب جگہ ہو آئے تھے افغانستان میں خانقاہ نیازیہ کے بڑے بڑے صاحب کرامت خلفا ہوئے ہیں اور خانقاہ کی وہاں بڑی شہرت تھی چنانچہ والئی دیرؔ کو بھی اس کا علم تھا آخر میں بریلی حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور وہ خود خانقاہ میں آئے حضرت کے لئے سامان اور زرنقد لائے حضرت نے کچھ نہیں قبول کیا اور فرمایا کہ میرے اشیاخ کا اور میرا یہ دستور ہے کہ ہم لوگ غیر مرید کی نذر نہیں لیتے بہر حال آپ اپنی آمد کا مقصد بیان فرمائیں فقیر سے جو ہو سکے گا وہ کیا جائے گا اُنھوں نے اپنی بیماری کا حال سنایا اور کہا کہ میں سب جگہ سے ناامید ہوں کر یہاں آیا ہوں حضرت نے یہ سن کر کچھ دیر آنکھ بند کی اور پھر فرمایا کہ آپ کا مرض نہیں جا سکتا اس لئے کہ یہ ایک ادبار کی بنا پر آپ کو ہوا ہے آپ نے کچھ ساداتِ بنی فاطمہؓ کو بے قصور شہید کر دیا اور اُن کے گھر والوں کو سخت تکلیف دی۔ اگرچہ ان سادات نے بدعا نہیں کی مگر پھر بھی خدا کی طرف سے اس جرم کی پاداش میں آپ اس مرض میں مبتلا کئے گئے ہیں اس پر خان اُٹھے اور حضرتؒ کے قدموں پر گر گئے اور کہا کہ سوائے میرے کسی کو یہ واقعہ معلوم نہ تھا جو آپ نے بیان کیا بے شک مُجھ سے یہ گستاخی ہوئی آپ

بتائیے میں کیا کروں جو اس مرض سے نجات پاؤں حضرتؒ نے فرمایا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا آپ مقتولوں کے ورثا کو کسی نہ کسی طرح راضی کیجئے وہ آپ کے لئے دعا کریں تو شاید آپ کی خطا معاف ہو جائے وہ حضرتؒ سے بیعت ہو کر واپس چلے گئے۔

میرے شیخ کو جو رابطا اپنے پیر سے تھا اس کی مثال نہ سننے میں آئی نہ دیکھنے میں۔ میں اس کا ثبوت اپنے شیخ کے حالات میں دوں گا انشا اللہ میرے سرکارؒ ہر محفل میں کسی نہ کسی عنوان سے اپنے پیر و مرشد حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن سرکارؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ''شمس العین شریف'' جو حضرت نیاز بے نیاز قدس سرہٗ کا مشہور رسالہ ہے جو اکثر خلفا کو بھی پڑھایا جاتا تھا مگر سجادہ کو جو مطلب بتایا جاتا تھا وہ خاص ہی ہوتا تھا اور تین مرتبہ پڑھایا جاتا تھا اور ہر مرتبہ علیحدہ معنی بتائے جاتے تھے تیسری مرتبہ جب ابّا (سرکار بڑے حضرت کو ابّا کہتے تھے) نے پڑھایا تو اس کا آخری باب سرکار نے اس وقت نہیں پڑھا۔ اس دوران حضرت سراج السالکین کی طبیعت خراب ہوگئی حالت ایسی نازک ہوگئی کہ طاقت نشست و برخاست جاتی رہی۔ کلکتہ سے مشہور ڈاکٹر آئی داس بھی آ گئے اور حکیم بھی سب موجود تھے غذا کا ایک دانہ حلق میں نہ جاتا تھا۔ آخر سب لوگ نا اُمید ہو گئے تو میں ابّا کے پاس گیا اور اُن سے عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک تمھاری تعلیم مکمل نہ کر دوں گا میں نہیں جاؤں گا حضرت نے فرمایا بے شک میں نے یہ وعدہ کیا تھا الحمد للہ میں نے تم کو ہر طرح مکمل کر دیا اور جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب تمہیں دیدیا اس پر میں نے عرض کیا جی نہیں ابھی میں نے ''شمس العین'' کا آخری باب نہیں پڑھا حضرت مسکرائے فرمایا لاؤ لے آؤ ابھی پڑھا

دیتا ہوں تو میں نے عرض کیا کہ اس وقت میں قوالی نہیں پڑھوں گا آپ کی طبیعت اتنی خراب ہے کہ میرا دماغ غیر حاضر ہے تو حضرت نے دریافت کیا کب پڑھو گے میں نے عرض کیا جب میرا جی چاہے گا جب پڑھوں گا اس پر ابا نے فرمایا اچھا جانے دو فوراً کھچڑا تیار کراؤ اور اس میں بہت سی مرچیں ڈلواؤ کھچڑا تیار کیا گیا جب ڈاکٹر آئی داس اور دوسرے معالجوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے سر پیٹ لیا اور کہا کہ غضب ہو جائے گا وہ پھلوں کا رس تو ہضم کر نہیں پاتے کھچڑہ جیسی ثقیل غذا زہر ثابت ہوگی غرض ابا نے کھچڑے پر سید الشہداء کی فاتحہ دی اور نوش فرمایا ابا کی خوراک زیادہ نہیں تھی مگر اس روز کھچڑہ کھا کر آرام فرمایا اور پھر بیدار ہو کر دوبارہ کھچڑا نوش فرمایا ڈاکٹر وغیرہ حیران و پریشان بیٹھے تھے کہ دیکھئے اب گھر میں سے کیا خبر آئے مگر دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت بغیر کسی سہارے کے حویلی سے برآمد ہوئے اور خانقاہ میں جا کر آستانوں پر قدم بوس ہوئے ابا کو سوائے کمزوری کے اور کوئی مرض نہ تھا۔

میرے والد حضرت سید انوار الرحمٰن صاحب بسمل رحمت اللہ علیہ ایک بڑے خانوادۂ طریقت کے صاحبِ سجادہ تھے اپنے دادا حضرت سید میر قربان علی صاحبؒ نقشبندی مجددی کے مرید تھے اور تعلیم طریقت ان ہی سے

باطن مکمل فرمادی تو اُن سے فرمایا کہ ہمارے پاس تمہارے حصہ کا جو کچھ تھا وہ ہم نے تمہیں دیدیا اب تمہارا حصہ ایک اور جگہ ہے جب وقت آئے گا وہ تم کو ملے گا چنانچہ والد صاحبؒ ایک عرصے تک اس تلاش میں رہے اور ۱۹۲۲ء میں بریلی شریف میں خانقاہ میں بھی گئے مگر تسلی نہ ہوئی پھر جب حضرت سراج السالکین قدس سرہ کی شہرت سن کر اجمیر

شریف میں رجب ۱۹۲۳ء میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں حضرت سے ملے اور مسائل تصوف میں جو باتیں بغرض امتحان دل میں سوچ کر گئے تھے ان کے جوابات شافی پائے پھر بھی دل پوری طرح مطمئن نہیں ہوا تو حضرت نے قریب بلا کر آہستہ سے فرمایا کہ جس حصہ کا ذکر آپ کے دادا نے کیا تھا وہ فقیر ہی سے ملے گا یہ سننا تھا کہ والد صاحب سرکار کے قدموں پر گر گئے اس لئے کہ اس بات کا علم صرف اُن ہی کو تھا پھر وہ مرید ہو گئے اس طرح برسوں پہلے کی بات حضرت نے اپنے کشف سے بتا دی۔

میرے سرکار رحمت اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ محمدؒ نقی عرف محبوب میاں صاحب قبلہ مدظلہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ جب مولوی صاحب ابا سے یہ سوال کر رہے تھے، اسی کمرے میں لیٹا تھا اور سوتا بن گیا تھا میں نے ان کے سب سوالات اور ابا کے جوابات سنے تھے۔ حضرت محبوب میاں صاحب قبلہ میرے والدؒ سے بہت محبت کرتے تھے اور اُن سے بہت بے تکلف بھی تھے اور اکثر اُن کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

یہ حالات جو میں نے حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ العزیز کے لکھے ہیں وہ بہت ہی مختصر ہیں میری ڈائریوں میں اور بہت سے واقعات کے اشارے ہیں مگر اصل مقصد مجھے اپنے شیخ مولائی و مرشدی امام السالکین محبوب حق شاہ محمدؒ تقی عرف حضرت عزیز میاں صاحب قدس سرہٗ کا حال لکھنا ہے اس وجہ سے حضرت کا ذکر یہاں ختم کرتا ہوں حضرتؒ کے تفصیلی حالات کے لئے کتاب ''سراج السالکین'' مصنفہ مولوی قطب الدین صاحبؒ غازی پوری کا مطالعہ کیا جائے۔

آخر میں آپ کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اسمائے گرامی خلفاء

حضرت شاہ محمدؒ تقی عرف عزیز میاں صاحب سجادہ نشین

۱	مولوی محمدؒ گل صاحبؒ	ضلع ہزارہ پاکستان
۲	امیر علی شاہ صاحبؒ	بدخشاں
۳	بلبل شاہ صاحبؒ	بدخشاں
۴	سید ولی الحق صاحبؒ	کابل
۵	حاجت خاں صاحبؒ	بلخ
۶	محمد عیوض خاں صاحبؒ	موضع گڑھ سلیم پور ضلع سہارنپور
۷	مولوی عبدالشکور صاحبؒ	الہٰ آباد
۸	مولوی قطب الدین صاحبؒ	غازی پور
۹	سید محمدؒ ادریس صاحبؒ	بلخ
۱۰	حافظ محمدؒ فخر الدین صاحبؒ	کانپور
۱۱	سید شمس الحق صاحبؒ	سندیلہ
۱۲	ڈاکٹر سید مرتضیٰ حسین صاحبؒ	جبل پور
۱۳	صاحبزادہ فتح محمدؒ صاحبؒ	اجمیر شریف
۱۴	سید محمد علی شاہ صاحبؒ میکش اکبر آبادی	آگرہ

۱۵	چودھری رحیم بخش صاحب	آگرہ
۱۶	مولوی سید عبدالقادر صاحبؒ	فتح پور ہسوہ
۱۷	ولایت احمد خاں صاحبؒ	شاہ آباد
۱۸	ڈاکٹر عبداللہ صاحبؒ	بھرت پور
۱۹	احمد میاں چھوٹانی صاحبؒ	ممبئی
۲۰	ملا مزمل خاں صاحبؒ	کابل
۲۱	نیاز احمد خاں صاحبؒ	رامپور
۲۲	حافظ محمد یحییٰ صاحبؒ	بھوپال
۲۳	سید محمد یعقوب صاحبؒ	بھوپال
۲۴	شاہ سلیمان صاحبؒ	زمانیہ
۲۵	مرزا نذیر الدین صاحبؒ	جبل پور
۲۶	سید محمد ادریس صاحبؒ	سندیلہ
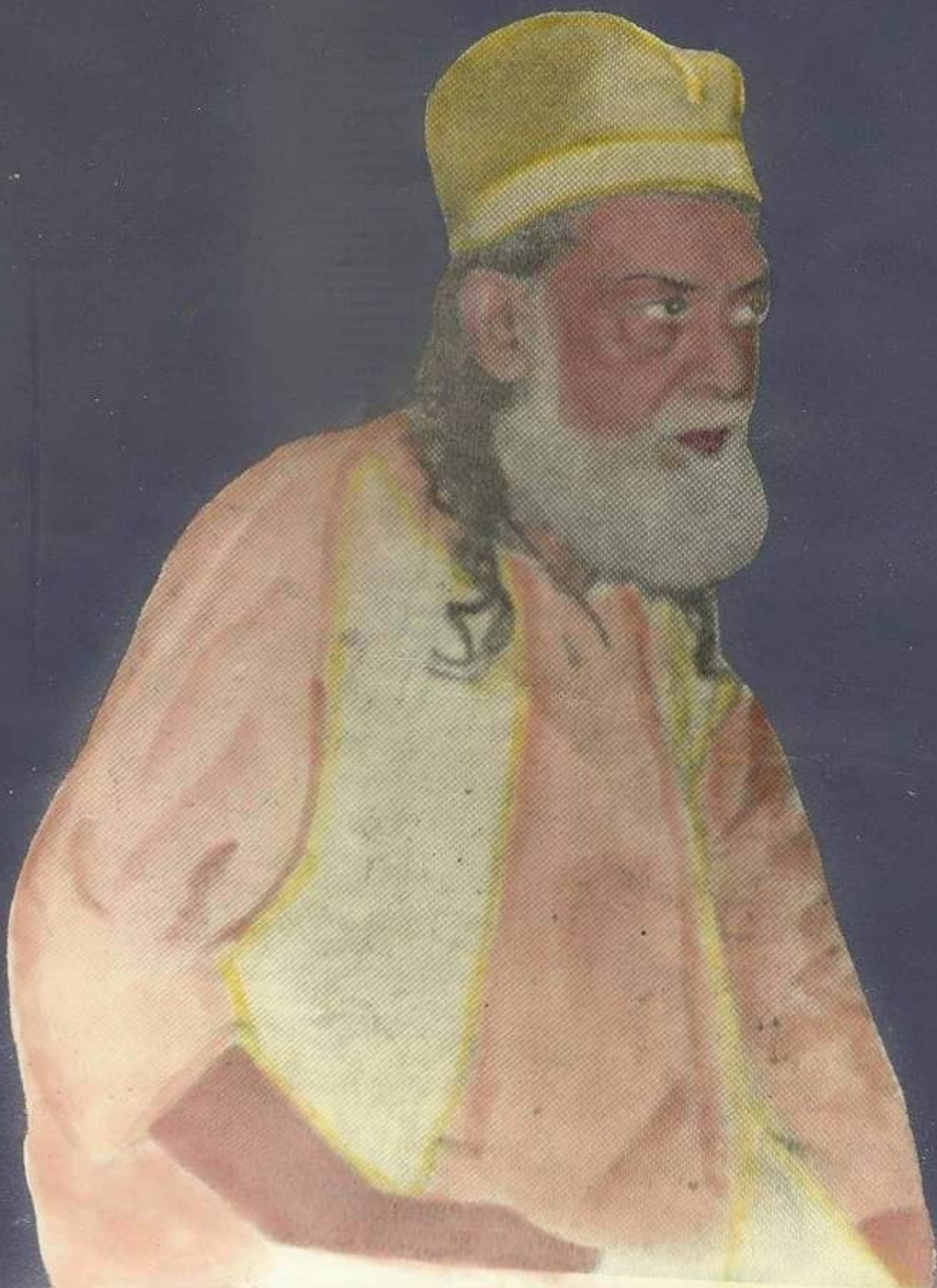
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

حالات

ہادیٔ راہِ ہدایت شمس المعرفت نجم الطریقت شمع بزمِ حقیقت مولانا و مرشدنا امام السالکین محبوبِ حق حضرت شاہ محمدؒ تقی عرف عزیز میاں صاحب نظامی نیازی قدس سرہ العزیز

پیدائش اور ایام طفولیت:

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سراج السالکین حضرت شاہ محی الدین احمدؒ صاحب قدس سرہ کی اہلیہ صاحبہ کے کل ایک صاحب زادی تولد ہوئیں اور دوسرے صاحبزادے کی ولادت کے وقت انتقال فرما گئیں۔ ان کے وصال کے بعد حضرتؒ نے پھر عقد ثانی نہیں کیا حالانکہ ہمشیرہ صاحبہ و دیگر متعلقین نے آپ کو بہت مجبور کیا جب والد محترم حضرت تاج الاولیاء قدس سرہ نے کہلوایا تو آپ نے ان سے عرض کرایا کہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ میری نسل صرف اس لڑکی کے بطن سے چلے گی اور کوئی اولاد نہ ہوگی، پھر دوسرا نکاح کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت سراج السالکینؒ نے اپنی صاحبزادی کی تربیت بھی اپنے جانشیں ہی کی طرح کی اور حضرت تاج الاولیاءؒ نے تمام رموز باطنی اور شغل و اشغال تعلیم کئے جب آپ شادی کے لائق ہوئیں تو آپ کی شادی بچھڑایوں ضلع مراد آباد کے ایک نہایت

شریف خاندان کے بزرگ مولوی محمد لطیف صاحب فریدی کے صاحبزادے مولوی محمد مہدی میاں صاحب سے کردی۔ یہ فخر جوان کو علاوہ ان کے دادا مولوی فضل عالم صاحبؒ کی خدمتِ خانقاہ کے صلہ میں ملا۔ چونکہ صاحبزادی سے بے انتہا محبت تھی لہٰذا حضرت مہدی میاں صاحبؒ کو گھر داماد بنا کر رکھا، کٹرہ مان رائے بریلی میں ایک مکان کرایہ پر لے کر صاحبزادی کو رکھا۔ دو ایک مکان اور منتقل کرنے کے بعد حضرت سراج السالکین قدس سرہ نے آپ کے لئے ایک نئی حویلی پرانی حویلی سے ملحق بنوادی، جس کو ''نیا مکان'' کہا جاتا ہے پھر تمام عمر آپ اس میں رہیں۔

جب شادی کے چار سال بعد تک صاحبزادی صاحبہ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو حضرت مہدی میاں صاحب کے والدین بہت فکر مند ہوئے اور انہوں نے حضرت تاج الاولیاء قدس سرہ سے بہ ہزار منت وسماجت عرض کیا کہ صاحبزادی کی شادی کو چار سال ہوگئے اور کوئی اولاد نہیں ہوئی حضور کرم فرمائیں، ہماری یہ تمنا پوری ہوجائے۔ حضرت نے یہ سن کر کچھ دیر تحمل فرمایا پھر فرمایا کہ میں تم دونوں اور مہدی میاں اور لڑکی سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس کی جو پہلی اولاد ہوگی اس کو میں ننھے میاں کے لیے لوں گا۔ مولوی لطیف صاحب نے عرض کیا کہ اس میں دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو ان ہی کی اولاد ہوگی۔ حضرت نے فرمایا میں اس بچے کو با قاعدہ اور باضابطہ گود لینا چاہتا ہوں۔ جس سے مہدی میاں کا کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ مصلحت خداوندی یہ ہے کہ میری خانقاہ کی بقا اس بچے کے مبارک دم سے ہوگی۔ جب والدین دادی دادا نے لکھ کر دیدیا تو فرمایا اب تمہاری مراد پوری ہوگی۔

اس واقعہ کو سال بھر نہیں گذرا تھا کہ ۱۶؍۱۷؍ربیع الاول ۱۳۱۷ھ مطابق ۳۰؍۳۱؍دسمبر ۱۸۹۹ء کی درمیانی شب میں بروز جمعہ محرم اسرار خفی وجلی امام السالکین محبوب حق حضرت شاہ محمد تقی قدس سرہ نے اس دنیا کو رونق بخشی۔ آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت تاج الاولیا قدس سرہ نے اپنی صاحبزادی کو سمجھا دیا تھا کہ جس وقت بچہ پیدا ہو اس کے منہ پر ایک کپڑا ڈال دیا جائے اور ہم سے پہلے کسی کو نہ دکھایا جائے، چنانچہ صاحبزادی نے ایسا ہی کیا۔

جس شب میں ولادت ہونے والی تھی، آپ رات دس بجے سے ہی حویلی کے دروازے پر رونق افروز ہو گئے۔ ہدایت کے مطابق ولادت کے بعد صاحب زادی صاحبہ نے آپ کی گود میں بچہ کو دیا آپ نے چہرے سے کپڑے کو ہٹایا آنکھیں بند تھیں، جیسے ہی کپڑا اٹھایا، آنکھیں کھول دیں اور پہلی نظر حضرت کے چہرۂ اقدس پر پڑی، آنکھوں سے آنکھیں ملیں، حضرت اپنی نظر فیض اثر سے بچے کو دیکھتے رہے یہاں تک آپ کی نظر کے اثر سے بچہ بالکل بے ہوش ہو گیا۔ صاحبزادی سمجھیں کہ انتقال ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو یہ ٹھیک ہے اور اس بچہ سے میری ظاہری اور باطنی تعلیم کا اجراء ہو گا۔ میرے سرکارؒ کی پیدائش کے وقت ایک خاص واقعہ ہوا جس کا ذکر بے محل نہ ہو گا، وہ یہ کہ حویلی میں ایک بیل کا پیڑ تھا اس میں پھل لگے ہوئے تھے۔ جس وقت سرکارؒ تولد ہوئے بغیر کسی ظاہری سبب کے سب پھل ٹوٹ کر گر پڑے۔ اس امر کی اطلاع حضرت کو کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جتنے پھل گرے ہیں اتنی ہی اولادیں صاحب زادی کے ہوں گی جتنے پھل خام ہیں اتنی ضائع ہو جائیں گی اور جتنے پھل پختہ ہیں اتنی زندہ

رہیں گی چنانچہ بعد میں ایسا ہی عمل میں آیا۔

جب سرکار تولد ہوئے تو تمام محلہ کو آراستہ کیا گیا بڑی تیاریاں ہوئیں جشن کا انتظام کیا گیا۔ سرکار بہت نحیف وناتواں تھے جسم کے اندر کی سب رگیں نظر آتی تھیں، آپ کی کمزوری کی یہ حالت دیکھ کر بڑی بی بی صاحبہ یعنی حضرت سراج السالکین قدس سرہ کی والدہ نے حضرت تاج الاولیاءؒ سے عرض کیا کہ آپ اتنا ہنگامہ اور جشن کر رہے ہیں مجھے تو اس بچے کی زندگی کی کوئی امید نہیں ہے اس لئے کہ آج چار روز ہو گئے مگر نہ تو اس نے دودھ پیا نہ بول و براز کیا نہ یہ رویا۔ حضرت نے جواب دیا تم کچھ نہیں جانتیں یہ بچہ زندہ رہے گا اسی سے میری خانقاہ اور نیاز بے نیاز قدس سرہٗ کا نام چلے گا (یہ جملہ پہلے بھی حضرت نے کئی جگہ فرمایا تھا، اس سے سجادگی کی طرف صاف اشارہ ہے) اب تم کو بتاتا ہوں کہ یہ بچہ حضرت مولاؑ نے ننے میاں کو عطا فرمایا ہے، اس سے حضرت قبلہ قدس سرہ کو بہت کام لینا ہے۔ چنانچہ بڑی شان وشوکت سے مسلسل چالیس روز جشن منایا گیا تمام اہل شہر عموماً اور اہلِ محلہ خصوصاً انواع واقسام کے کھانوں سے نوازے گئے، حضرت کا اسمِ گرامی محمد تقی رکھا گیا عرف عزیز میاں تجویز ہوا۔ حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کا اصل نام راز احمد تھا، لہٰذا آگے چل کر آپ کا تخلص بھی راز ہی ہوا۔

تعلیم وتربیت ودیگر حالات:

سرکار کی ابتدائی تربیت اس طرح شروع ہوئی کہ حضرت تاج الاولیاء قدس سرہٗ اپنی آغوش رحمت میں لے کر اپنی نظر فیض اثر سے تربیت فرماتے تھے اکثر ایسا ہوتا کہ موسم سرما میں حضرت اپنے پاس لٹاتے تھے اور رضائی اُڑھا دیا کرتے تھے تو آپ کو رضائی میں

سے باہر کا منظر صاف نظر آتا تھا اور جب تک لطف اندوز ہونا چاہتے ہوتے رہتے پھر سوجاتے تھے اسی طرح اگر حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ کے پاس لیٹتے تھے تو وہاں بھی یہ ہی معاملہ رہتا تھا اسی وقت سے شغل واشغال کی تعلیم شروع کردی گئی تھی۔اسی زمانے کا ایک واقعہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات اس واقعہ کا ذکر سرکار کی زبانی بھی میں نے سنا اور میری والدہ مرحومہ سے سرکار کی والدہ صاحبہ رحمت اللہ علیہا نے فرمایا تھا۔

واقعہ یہ ھے:-

رسمِ بسملہ خوانی سے پہلے جب سرکار کی عمر شریف دوڈھائی سال کی ہوگی حضرت تاج الاولیاء قدس سرہ نے سرکار کو ایک شغل تعلیم کیا اور فرمایا اس کو دل میں پڑھا کرو کسی کو مت بتانا دوسری طرف صاحبزادی صاحبہ اور حضرت سراج السالکین قدس سرہ سے فرمایا کہ ہم نے عزیز کو کچھ تعلیم کیا ہے اور اس کو منع کردیا ہے کہ کسی کو نہ بتائے تم دونوں اس سے معلوم کرنے کی کوشش کرنا چنانچہ صاحبزادی صاحبہ نے دریافت کیا کہ تم کو بڑے ابا نے کچھ پڑھنے کو بتایا ہے آپ نے فرمایا ہاں بتایا ہے پوچھا کیا؟ فرمایا یہ ہم کسی کو نہیں بتائیں گے۔اس کے بعد حضرت سراج السالکینؒ نے جب دریافت کیا تو عرض کیا کہ مجھے بڑے ابا نے منع کردیا ہے میں بتاؤں گا نہیں۔اِس عمر کو ملاحظہ کیجئے اور اس پختگی کو۔طریقت میں اسی طرح اہلِ سلوک پر رازہائے سربستہ منکشف ہوتے رہتے ہیں اور ان کو راز ہی رکھنا پڑتا ہے۔شیر کا بچہ بھی شیر ہی ہوتا ہے۔جب حضرت تاج الاولیاءؒ قدس سرہ نے اس طرح اطمینان کرلیا تو باقاعدہ آپ کی باطنی تعلیم شروع کردی۔

سرکارؒ کی رسم بسم اللہ خوانی بھی حضرت نے بڑی شان وشوکت سے کی بیعت اولیٰ بھی میرے سرکار کو حضرت تاج الاولیاءؒ سے ہی تھی۔ بانک بنوٹ میں اپنا شاگرد کیا۔ چھوٹی چھوٹی لکڑی کی چھڑیاں خاص سرکار کے لئے بنوائیں جن سے آپ مشق کرتے تھے وہ چھڑیاں اس وقت تک خانقاہ میں ہیں اور میں نے دیگر حضرات نے بہت مرتبہ دیکھی ہیں اس لئے کہ خانقاہی توشہ خانے کا انتظام ایک عرصے تک میرے ذمہ رہا اور ہر برسات گذرنے کے بعد میں سامان کو دھوپ دیتا تھا، لہٰذا اس قسم کی بہت سی چیزوں کے بارے میں سرکار قبلہؒ سے سنتا رہتا تھا جن کا ذکر موقع محل پر آتا رہے گا۔ بڑے حضرتؒ کے علاوہ حضرت سراج السالکینؒ نے بھی آپ کو تعلیم باطنی سے آراستہ کیا آپ کی والدہ صاحبہؒ بھی ولیہ کاملہ تھیں، ان کی آغوش مبارک بھی تعلیم سلوک سے مزین تھی۔ جس طرح حضور قبلہؒ نیاز بے نیاز قدس سرہ اپنی والدہ کے لئے فرما گئے ہیں۔

شیر مادر تھا یا شراب کہن جس کا ہے یہ خمار آنکھوں میں

میرے سرکارؒ نے بھی اپنی والدہ صاحبہ کے لئے فرمایا ہے۔

میرے رگ رگ میں تیرے شیر کا اعجاز ہے یہ ان کی صورت بنی اب یہ میری صورت نہ رہی

سرکار قبلہؒ فرماتے تھے کہ حضرت سراج السالکینؒ کے بعد کبھی اگر مجھے کسی شغل میں انقباض ہوتا تو میں والدہ کے پاس جاتا، ان کی صورت پر نظر پڑتے ہی میرا انقباض رفع ہوجاتا تھا۔ غرض ایسی ولیہ کاملہ کے دودھ سے آپ کی پرورش ہوئی قطب دوراں حضرت تاج الاولیاءؒ کی آغوش رحمت میں پروان چڑھے اور ولئی مادرزاد حضرت سراج السالکینؒ قدس سرہ کے زیر سایہ جوان ہوئے۔ حضرت سراج السالکینؒ قدس سرہ نے

علومِ باطنی کے علومِ ظاہری میں بھی آپ کو اپنا سا بنا دیا، اس خاندانِ عالی شان کا ہر سجادہ تا ایں دم اسی وقت سجادہ بنایا جاتا ہے جب وہ تمام علومِ ظاہری و باطنی پر عبور حاصل کر لے تا کہ بڑے سے بڑے عالم اور خلیفہ کو علم ظاہر اور باطن میں آگے بڑھا سکے حضرت سراج السالکین قدس سرہ خود عالم تبحر اور درویش کامل تھے انھوں نے ہر اس علم میں آپ کو طاق کر دیا جو ان کو حضور قبلہ قدس سرہ سے پہنچا تھا۔ اس کے علاوہ خلیفہ مولوی اسمٰعیل صاحب پنجابی، مولوی بشیر احمد صاحب بریلوی، مولوی ابن علی صاحب بریلوی، مولوی محمدؒ فائق صاحب فتح پوری، سید فخر الدین صاحب، یوسف حسین صاحب لکھنوی، تاج العلامہ مولانا سید امیر حسین صاحب محدث دہلوی ثمہ ٹونکی ایسے جید علمائے وقت نے ہر علم میں آپ کو ماہر کر دیا۔ حضرت سراج السالکین قدس سرہ ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کو اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے اور کھیل کھیل میں تعلیم طریقت دیتے تھے۔ بانک، بنوٹ، شمشیر زنی، سپہ گری، فن کشتی، علم موسیقی، عطر شناسی، جواہر شناسی، طب، فن خطاطی، نشانہ بازی غرض ہر فن میں کامل کر دیا اور ایسا کامل کر دیا کہ جس کا جواب نہ تھا۔

سرکارؒ فرماتے تھے کہ جب خوش نویسی کی مشق کرتا تھا تو ایک مقرر مقدار سیاہی کی روزانہ مجھے دی جاتی تھی اور جب تک پوری سیاہی صرف نہ کر دیتا تھا، دوسرا کام نہیں کرتا تھا۔ اس طرح سیروں کے حساب سے بارود اور چھرّے نشانہ بازی کی مشق کے لیے دیئے جاتے تھے۔

حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ نو سلسلوں میں اخذ بیعت کے مجاز تھے ان ہی نو سلسلوں میں سرکار قبلہؒ بھی اخذ بیعت کے مجاز تھے۔ ایک سلسلہ تو ہمارے خاندان میں

ایسا ہے کہ حضرت بڑے پیر صاحب قدس سرہ اور حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کے بیچ کل پانچ واسطے ہیں، اس لیے کہ سلسلے کے ایک بزرگ حضرت شاہ عنایت اللہ بغدادی قدس سرہ العزیز کی عمر شریف چار سو سال ہوئی تھی۔

بچپن ہی سے سرکارؒ کی تعلیم بغرض سجادگی و جانشینی کی گئی اس لیے ہر علم و فن میں آپ کو ماہر کر دیا گیا۔ حضرت سراج السالکین قدس سرہ کی حیات میں ہی حضرت نے اپنے تمام خلفاء نیز حضرت تاج الاولیاءؒ کے خلفاء کی تعلیم طریقت سرکار ہی کے سپرد کر دی تھی، شغل و اشغال کی تعلیم ہر خلیفہ سرکار ہی سے حاصل کرتا تھا حضرت سراج السالکینؒ کو معلوم تھا کہ میرے بعد ایک ایسا وقت آئے گا کہ میرے اس فعل کی اہمیت معلوم ہوگی۔

دنیا میں ہر نبی اور ولی تک کی مخالفت ہوئی اور خدا کے منکر بھی موجود ہیں، رسول کریمؐ کے جھٹلانے والے بھی تھے اور اولیاء اللہ سے بد اعتقاد بھی ہیں اسی طرح حضرت سراج السالکینؒ سے بھی بغض رکھنے والے تھے، اگر چہ حضور قبلہ قدس سرہ کے غلام تھے مگر ان کے بیٹے اور پوتے سے بغض رکھتے تھے۔ "کرامات نظامیہ" میں ایسے لوگوں کے واقعے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میرے سرکارؒ کے بھی کچھ لوگ مخالف تھے۔ حضرت سراج السالکین قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کے احکامات و ارشادات کو فراموش کر کے سرکار کی مخالف پر آمادہ ہو گئے۔ بڑے بڑے خلیفہ یہ سمجھنے لگے کہ یہ بچے ہیں ناز و نعم میں پرورش پائی ہے یہ سجادگی کے لائق نہیں ہیں۔ ہم لوگوں نے بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں اور اونچے سے اونچے شغل کیے ہیں۔ پرانی خانقاہ میں مخالفت گروہ کی میٹنگ ہوئی، نام ظاہر کرنا مناسب نہیں یہ مشورہ کیا گیا کہ ہم میں جس کو ہم سب سے بڑا سمجھتے ہیں، اس

کو سجادہ بنادیا جائے ۔جب نام تجویز ہوا تو ان صاحب نے کہا کہ میں تو اس لائق نہیں ہوں اس لئے کہ مجھے تو آخری شغل عزیز میاں صاحب نے ہی تعلیم کیا ہے اسی طرح ہر شخص نے یہ کہا جس کا نام تجویز ہوتا رہا، پھر سب اپنا منہ لے کر رہ گئے ۔اس وقت بڑے حضرتؒ کے اس فعل کا کہ آپ نے سب خلفاء کی تعلیم طریقت سرکارؒ کے ذریعہ کیوں کرائی تھی، مقصد سمجھ میں آیا۔

"جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ہ"

(حق آیا اور باطل گیا گذرا ہو (اور) واقعی باطل چیز تو (یونہی) جاتی رہتی ہے)

مسند نشینی

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ سرکار کی تربیت ہی بچپن سے سجادگی کے لئے ہوئی تھی ۔حضرت تاج الالیاء قدس سرہ کا ارشاد گذر چکا ہے، آپنے بارہا فرمایا کہ میری باطنی وظاہری تعلیم کا اجراء اس بچے کے مبارک دم سے ہوگا اور حضور قبلہ قدس سرہ کا نام اسی سے چلے گا اس کے بعد بھی جس ماحول میں سرکار کی پرورش ہوئی تمام خلفاء کی تعلیم طریقت سرکار ہی کے ذریعہ عمل میں آئی، ان سب باتوں کے علاوہ حضرت سراج السالکین قدس سرہ کی حیات میں جو آخری عرس جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ میں ہوا تو حضرت معمول کے خلاف ۶/جمادی الثانی کو عصا پکڑ کر مسند پر کھڑے ہوئے اور مطابق سنتِ رسولؐ جس طرح حضرت حسان بن ثابت کی شکایت پر رسول مقبول صلعم نے ۱۷/ذالحجہ کو مقام خم غدیر پر امیر المومنین امام العارفین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے متعلق وہ الفاظ فرمائے جو ان کے جانشین اور ولی ہونے کے دلیل ہیں اور چونکہ آپ

حضرت خاتون جنتؓ کے شوہر تھے اس وجہ سے بات نہایت پردے میں رکھی گئی اور اعلان مجمل رہا اسی طرح حضرت سراج السالکین قدس سرہ نے کچھ لوگوں کی شکایت پر بعد حمد و نعت ایک خطبۂ بلیغ پڑھا۔اس وقت بہت بڑا مجمع تھا۔خطبہ میں سرکار سراج السالکینؒ نے فرمایا کہ میرے پاس جو عزیز ترین پارۂ دل تھا وہ میں نے مہدی میاں کو دیا جن کے لڑکے میرے لخت جگر عزیز میاں ہیں ان کی ابتدا سے میں نے تعلیم بغرض جانشینی کی، اس کے بعد آپ نے میرے سرکارؒ کے بہت فضائل بیان فرمائے تمام مریدین اور خلفاء کو ان کے حفظ ادب اور حق شناسی کی تاکید فرمائی اور اطاعت شعاری کا حکم دیا گویا سجادگی کا مکمل اعلان فرمایا۔خطبہ خوانی کے بعد میرے سرکارؒ نے "محفل چشت" منعقد فرمائی، جو اس سے پہلے کبھی خانقاہ میں نہیں ہوئی تھی۔اس میں خاص خاص خلفاء کو شریک کیا گیا میرے والد صاحبؒ اکثر اس محفل کا ذکر فرماتے تھے کہ اس روز تمام اجلا خلفاء کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ حضرت سراج السالکین قدس سرہ نے حضرت عزیز میاںؒ کو عین سراج السالکینؒ بنا دیا ہے۔اس محفل کا حال والد صاحبؒ نے نظم کیا ہے، جس کی میرے سرکار قبلہؒ بہت تعریف فرماتے تھے اور موجودہ سجادہ نشین مولائی مرشدی حضرت حسن میاں صاحب قبلہؒ کو اس کے اشعار زبانی یاد ہیں۔ان کو میرے والدؒ کے اتنے اشعار یاد ہیں کہ مجھے بھی اتنے یاد نہیں ہیں میں یہاں اس نظم کو نقل کرتا ہوں۔

۷۸۷

کون ہے کون ہے یہ رات کو آنے والا — اور دروازے کی زنجیر ہلانے والا

ایسے ناوقت کسی کے کوئی گھر آتا ہے — کوئی مدہوش نہ ہو شور مچانے والا

سن کے میں نے یہ کہا یوں نہ بگڑ او درباں — اس سے کیوں پوچھ نہ لے جو ہے بلانے والا

آپ سے تو کوئی آتا نہیں آدھی کو کہیں — جذبۂ شوق بھی ہے ساتھ میں لانے والا

پہلے بھیجا تھا محبت کو وہ ٹھہری جو ذرا — درد بھیجا گیا سوتے کو جگانے والا

ہاں میں درباں ہوں شداد مجھے کہتے ہیں — آپ میں ہے کوئی پردے دل بھی بتانے والا

سن ''عنایات ازل'' آج کی شب ہے پرول — اب تو دے راہ نہ بن مجھ کو ستانے والا

اتنا سننا تھا کہ درباں نے در کھول دیا — مرحبا کہہ کے میرے واسطے گھر کھول دیا

میں نے گھبرا کے قدم گھر میں جو رکھا پہلا — خردِ و ہوش کوئی ساتھ میرا دے نہ سکا

بے خودی آ کے ہوئی راہ نما اور اس نے — میری ہستی کو میرے علم کو باہر بھیجا

دیکھتا کیا ہوں کہ ہے بحرِ محیط ہستی — جس کی ہر موج ہے پانی ہے مئے ہوش رُبا

حُسن ہے محو ترنم ہوئے جس سے پیدا — نغمہ و مطرب و مئے ساقی و جام وصہبا

حُسن میں نور ہے اور نور کی ضو میں ظلمت — کچھ نظر کو نہیں گنجائش بینش اصلاً

حیرت آئی مجھے اس بحر میں غوط دینے — دین و دنیا کو کنارے ہی پہ میں نے چھوڑا

عصر میں ظلمت و ظلمت میں حجاب غفلت — نہ رہا میں نہ رہا وہ نہ وہاں حسن رہا

گم ہوا آپ سے جاتا رہا آنے والا — اب ہے اس شکل میں موجود بلانے والا

یہ مراحل اہلِ سلوک ہی کے سمجھ میں آسکتے ہیں، عام آدمی اسے نہیں سمجھ سکتے۔

جب حضرت سراج السالکین قدس سرہ سہتل تشریف لے جانے لگے جس کا ذکر گذر چکا ہے اسی روز آپ نے سرکارؒ کے چھوٹے بھائی حضرت محبوب میاں صاحب

قبلہ سے فرمایا کہ ''آج ہی عزیز میاں کے نام کی مہر بنوادو، جس پر یہ تحریر ہو'عزیز جہاں شد محمدؐ تقی''۔

''نوٹ ا'پرول' ایک کوڈ لفظ کو کہتے ہیں جہاں کوئی خفیہ میٹنگ ہوتی ہے وہاں مدعوئین میں سے ہر ایک شخص کو ایک کوڈ بتایا جاتا ہے تا کہ دروازے پر کوڈ بتانے سے اندر جانے کی اجازت مل جائے اور دوسرا کوئی نہ جاسکے۔ محفل چشت کا کوڈ''عنایات ازل''تھا۔''

ان سب باتوں کے باوجود حضرت سراج السالکینؒ قدس سرہ کے وصال کے بعد میرے سرکار قبلہؒ مسند پر نہیں بیٹھے، فاتحہ چہلم کے دن جملہ خلفاء ہزار ہا مریدینِ قریب و بعید اور رؤسائے شہر حاضرِ خانقاہ تھے۔ سب نے بالاتفاق سرکارؒ سے استدعا کی کہ اگر چہ بڑے حضرتؒ نے اپنی حیات میں آپ کو اپنا سجادہ نشین بنا دیا تھا مگر اب تک آپ نے مسند نیاز بے نیاز قدس سرہ پر قدم نہیں رکھا، لہٰذا آج ہم لوگ آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ شرعاً طریقتاً اور قانوناً مستحق اور لائق سجادہ نشینی میں آپ اس مسند ہدایت پر رونق افروز ہوں۔ اس سے پہلے سرکار قبلہؒ کی والدہ صاحبہؒ نے ایک خواب دیکھا تھا اس میں بھی ہدایت کی گئی تھی کہ آپ مسند نشین ہوں چنانچہ والدہ کے حکم اور استدعائے جمہور پر آپ مسند پر رونق افروز ہوئے۔ اس وقت تمام خلفاء اور مریدین نے رسم سجادگی ادا کی اور نذر سجادگی پیش کی، اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان میں میرے والد صاحبؒ بھی تھے وہ فرماتے تھے کہ اس وقت جن فیوض و برکات کی بارش ہوئی اس کی شرح نہیں کی جاسکتی در و دیوار سے آثار قبولیت انوار و تجلیات ظاہر ہو رہے تھے۔ سرکار

قبلہؒ کی عجیب حالت تھی استغراق ومحویت میں ایک نور کا پیکر معلوم ہوتے تھے اس رسم کے بعد اپنے شیخ کی سنت میں چار حضرات کو خلافت عطا فرمائی، حضرت سراج السالکینؒ قدس سرہ نے حضرت تاج الالیاءؒ قدس سرہ کے چہلم کے روز چار حضرات کو جو تعلیم یافتہ حضرت تاج الالیاءؒ کے تھے خلافت عطا فرمائی تھی، اسی طرح چار حضرات جو تربیت یافتہ حضرت سراج السالکینؒ قدس سرہ کے تھے ان کو سرکارؒ نے خلافت عطا فرمائی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱	جناب سید انوار الرحمٰن صاحبؒ بسملؔ	جے پور
۲	جناب مولوی عبدالروٗف صاحبؒ	الٰہ آباد
۳	جناب شیخ احمد حسین صاحب	آنولہ ضلع بریلی
۴	جناب شوکت یار خاں صاحب	جہان آباد

تعلیم وتربیت ودیگر حالات بیان مہارت فنون

اس خاندان عالی شان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا سجادہ ہر فن اور علم میں ماہر ہوتا ہے جب تک ہر علم وفن کی تکمیل نہ ہو جائے سجادہ نشین نہیں کرتے۔ چنانچہ قطب عالم حضرت شاہ نیاز بے نیاز قدس سرہ اوران کے صاجزادے اور جانشین اوران کے صاجزدے اور جانشین کے واقعات میں مختصر طور پر تمام علوم وفنون کا ذکر ہے سرکار قبلہؒ قدس سرہ بھی اپنے شیخ کی طرح فن بانک بنوٹ ،شمشیر زنی، نشانہ بازی، عطر شناشی خطاطی، جواہرات شناسی ،موسیقی ،کیمیا گری، طب اور دیگر فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اس وقت بھی بہت لوگ ہیں جو بطور گواہ پیش کیے جا سکتے ہیں، جنہوں نے کسی نہ کسی

جہت سے سرکار قبلہؒ کے محیر العقول واقعات دیکھے ہیں۔

اس سے پہلے کہ میں اپنے سرکار قبلہؒ کی مہارتِ فنون کا ذکر کروں میں اپنے غریب خانے کے بارے میں کچھ ذکر بطور پسِ منظر بیان کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔

میرے والد سید انوار الرحمٰن صاحب بسملؔ، رحمت اللہ جنھیں ان کے شیخ نے ''خسرو نیازی'' کا خطاب مرحمت فرمایا تھا بسملؔ تخلص فرماتے تھے، نقشبندی خاندان کے سجادہ اور صاحب ارشاد بزرگ تھے اس کے علاوہ انہیں کئی سلاسل سے اخذ بیعت کی اجازت تھی۔ مگر ان کے دل کو کسی اور آستانے کی تلاش تھی۔ آخر وہ آستانہ انہیں مل گیا، ۱۹۲۳ء میں وہ اجمیر شریف میں حضرت سراج السالکینؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔

عمر یکہ با آیات واحادیث گذشت رفتی و نثار بت پرستے کردی

اور پھر نسبت چشتیہ اتنی غالب ہوئی کہ بحیثیت سجادہ جوان کا مرتبہ تھا اس کو فراموش کر کے اپنے شیخ کے ہو گئے۔ اب وہ حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کے اس شعر کے مصداق تھے

مرید پیر مغانم دگر نمی دانم خرابِ بادۂ آنم دگر نمی دانم

حضرت سراج السالکین قدس سرہ کا وصال اکتوبر ۱۹۲۴ء میں ہو گیا، اس طرح انہیں اپنے شیخ کی حضوری تقریباً سال ڈیڑھ سال ہی میسر آئی۔ اس کے بعد میرے سرکارؒ سے ان کو عشق کی حد تک محبت ہو گئی، جیسا میں لکھ چکا ہوں انہوں نے اپنے شیخ کے وصال پر ایک رسالہ ''کشف مبشّرات'' کے نام سے تحریر کیا تھا اس میں ایک نظم ''فغانِ آرزو'' میں وہ فرماتے ہیں۔

چھپ گئی گرچہ پردے میں وہ شکلِ دل ربا
اب جواں صورت میں ہے پیرِ مغانِ آرزو

مصرِ دل میں آج وہ مسند نشینِ ناز ہے
جس کو کہتے ہیں "عزیز" اہلِ جہانِ آرزو

ازتو خوردسندم کہ می یابم زتو بوئے کسے
اے گلِ خنداں بہارِ بے خزانِ آرزو

گل سے نسبت ہے تو ہو دلدادۂ بوئے گلاب
دے گیا ہے عطرِ گل وہ باغبانِ آرزو

ہم نشینِ گل اگر گل ہو تو بسملؔ اہلِ درد
اس میں بھی پاتے ہیں بوئے گلستانِ آرزو

حضرت بسملؒ کے حالات پر "تذکرۂ بسمل" نامی کتاب برادر محترم مصباح الرحمٰن صاحب چھپوا چکے ہیں، اس میں بھی ان کی زندگی کے کچھ گوشوں پر روشنی پڑی ہے۔ ان کا دیوان "وجدان وعرفان" کے نام سے آں موصوف نے بہت دیدہ زیب چھپوایا ہے اور کلام کی تشریح بہت فلسفیانہ انداز سے کی ہے۔

قطب عالم حضرت شاہ نیاز احمدؒ صاحب قدس سرہ بھی اجمیر شریف عرس میں حاضری دیتے تھے، لیکن ان کے بارے میں یہ تحقیق نہیں ہے کہ وہ کبھی جے پور تشریف لائے تھے، لیکن حضرت تاج الاولیاء قدس سرہ اور حضرت سراج السالکین قدس سرہ اجمیر شریف کے عرس میں تشریف لے جاتے ہوئے جے پور میں قیام فرماتے تھے جے پور میں اس وقت سے نیازی غلام ہیں پھر جب والد صاحب غلامی میں داخل ہوئے حضرت سراج السالکینؒ کے وصال کے بعد جو پہلا عرس آیا اس وقت سرکار قبلہؒ اجمیر شریف سے واپسی پر جے پور تشریف لائے اور غریب خانے پر قیام فرمایا اس زمانے کی سرکار قبلہ" کی محفل کا ایک فوٹو گراف ہمارے یہاں ہے، جس میں سرکارؒ کے خلفاء،

سرکارؒ کے تینوں بھائی، میرے والد اور میرے دادا ہیں۔ اس طرح ۱۹۲۵ء سے ہمارے گھر موسوم بہ ''میر جی کا باغ'' جے پور میں قیام فرمانا شروع کیا۔

میرے پردادا حضرت سید قربان علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے سجادہ نشیں تھے اور بہت بڑے بزرگ تھے، ان کا عرس یکم رجب تا سویم ہر سال ہوتا ہے۔ سرکار قبلہؒ اکثر یکم رجب کو یہاں تشریف لے آتے تھے اور یہاں کے عرس میں شرکت فرما ۴؍رجب کو موٹروں سے اجمیر شریف تشریف لے جاتے تھے اور وہاں سے نو یا دس رجب کو واپس تشریف لے آتے تھے اور پھر والد صاحبؒ کی استدعا پر قیام رہتا تھا۔ جب بھی جانے کا پروگرام بنتا والد صاحبؒ طرح طرح کے جتن روکنے کے کرتے۔ سرکار قبلہؒ ۱۹۲۵ء سے جنوری ۱۹۶۸ء سال وصال تک بلا ناغہ ہر سال تشریف لائے اور آخر زمانے میں تو شوال میں بھی حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز کے عرس میں حاضری دینی شروع کردی تھی، اس بیالیس سال کے عرصے میں بہت کم ایسا ہوا کہ سرکار قبلہؒ تنہا تشریف لائے ورنہ معہ زنانے اور ہمراہیان تشریف لاتے تھے۔ اکثر معمول یہ تھا کہ ۱۳؍رجب کو حضرت مولاؑ کی یوم پیدائش پر محفل میلاد منعقد فرماتے اور تمام مریدین اور متعلقین کی دعوت فرماتے اکثر والد صاحبؒ کی منت و سماجت پر ۲۲؍رجب کی فاتحہ بھی یہیں کرتے، پھر تشریف لے جاتے۔ والد صاحبؒ کا یہ حال تھا کہ وہ سال بھر تک سرکار قبلہؒ کی تشریف آوری کے دن گنتے تھے اور ہم لوگ بھی بچپن سے عجیب اشتیاق وانتظار کی حالت میں رہتے تھے۔ پورے باغ کو سجایا جاتا تھا جھنڈیاں لگائی جاتی تھیں، کمروں میں طرح طرح کی آرائش کی جاتی تھی خیر مقدم کے

اشعار کیاریوں میں لکھ کران میں بیج بوئے جاتے تھے جو پھوٹنے پر دور سے مخملی تحریر معلوم ہوتے تھے۔سرکارقبلہؒ کے بڑے صاحب زادے حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ جواب صاحب سجادہ ہیں میرے بڑے بھائی امین الرحمٰن صاحب کے ہم عمر ہیں اور منجلے صاحبزادے حضرت جعفرمیاں صاحب میرے ہم عمر تھے اور بچپن سے ہم دونوں بھائیوں پر بے انتہامہربان تھے اور کرم فرماتے تھے ہماری ہر جائز اور ناجائز درخواست پوری کرتے تھے۔یہاں جے پور میں ان کے قیام کی مدت بڑھانے کے لیے طرح طرح کی دل چسپیوں کا سامان کیا جاتا تھا۔عبادات وریاضات سے خدا کو حاصل کرنا بہت مشکل کام ہے،مگر ہنسی ہنسی مذاق وتفریح میں خدا تک پہنچنے کا طریقہ اہل طریقت ہی نے دکھایا ہے جولوگ اس راز سے واقف تھے وہ باوجود اپنے تقدس تبحر علمی اور ذاتی وجاہت کے سرکارقبلہؒ اور صاحبزدگان کوخوش کرنے کے لئے انواع واقسام کی نقلیں اور لطیفے بیان کرتے تھے۔اس طرح کے اکثر لوگ سرکار کے اس سفر میں ہمراہ ہوتے تھے جیسے خلیفہ منظور حسین صاحب، رئیس آنولہ ضلع بریلی، ہادی فلم اسٹار وغیرہ جن کا مسلک یہ تھا کہ ”فدا ساقی پہ میں نے کر دیا سب زہد اور تقویٰ“ خود میرے والد صاحبؒ باوجود اپنی ریاست وجاہت اور خاندانی تقدس کے حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کے اس شعر پر کاربند تھے۔

مست گشتم از دو چشمِ ساقی پیمانہ نوش
الفراق اے ننگ و ناموس الوداع اے عقل و ہوش

والد صاحبؒ طرح طرح کی نقلیں کرکے سرکارقبلہؒ اور صاحبزدگان کا دل

بہلاتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ والد صاحبؒ مرزا دبیر کے مشہور مرثیہ کے مندرجہ ذیل بند کی نقل اس انداز سے کرتے تھے کہ سرکارؒ اور صاحب زادگان بہت ہی محظوظ ہوتے تھے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے　　　رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

ہر قصر سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے　　　رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے

شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؓ کے پسر کو

جبرئیل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

والد ایک سفید چادر سر سے پاؤں تک لپیٹ کر لیٹ جاتے تھے، گویا کفن میں رستم کی لاش ہے اور پھر اس طرح اپنے جسم میں تھرتھری پیدا کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے ''رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے'' اس طرح اور مصرعوں پر کرتے تھے، تمام محفل کا ہنستے ہنستے برا حال ہو جاتا تھا۔

اسی طرح ابوسفیان کے ایمان لانے کے واقعہ کی نقل کرتے تھے کہ جب حضرت عباسؓ فتح مکہ کے دن ابوسفیان کو لے کر سرکار دو عالم صلعم کی خدمت میں آتے ہیں، حضرت سیدنا عمرؓ ان کو دیکھ کر تلوار نکال کر جھپٹتے ہیں اس لیے کہ ابوسفیان کی اسلام دشمنی مشہور تھی ابوسفیان انہیں دیکھ کر گھبرا کر جلدی سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں اس کا نقشہ کچھ اس انداز سے کھینچتے تھے کہ سرکار قبلہؒ صاحبزادگان اور سب لوگ بہت لطف اندوز ہوتے تھے۔

خلیفہ شیخ منظور حسین صاحب اور ہادی فلم اسٹار ایسی نقلیں کرتے تھے جن کو دیکھ

کر محفل زعفران زار بن جاتی تھی۔

یہ دونوں صاحبان بٹیر باز بنتے تھے اور اپنی اپنی بٹیروں کے پنجرہ اکھاڑے میں لاتے اور فرضی لڑائی منظر پیش کرتے، منظور حسین صاحب کی بٹیر جیتتی ہوتی تو وہ پڑھتے ''کیالات دی ہے بڑھ چھنکی نے شیر کو'' اور اسی لمحہ ہادی صاحب کے سر پر ایک جانثار سید کرتے اور ان کی ٹوپی دور پڑی نظر آتی۔ خلیفہ صاحب ایک حکیم صاحب کی نقل اور کرتے تھے جو بہت دلچسپ تھی۔ پوپلہ منہ بنا کر حکیم بن جاتے اور مریض کو دیکھ کر نسخہ تحریر کرتے تو دواؤں کے نام زور سے بولتے جاتے اور مریض کی طرف چشمے کے اوپر سے دیکھ کر سمجھاتے جاتے، مثلاً ہوالشافی لکھ کر لکھتے گاؤزبان مریض سے کہتے ''گاء کی زبان نہ لے لیجو'' عرق نانا'' نانا میاں کا عرق نہ نکال لی جو'' ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ماضی کی یادداشت کے صفحہ تیزی سے الٹنے کو بے قرار ہیں، میں سوچ رہا ہوں کہ موضوع سے بھٹک رہا ہوں مگر یہ سب بھی پس منظر میں آتا ہے۔

حضرت قبلہ حسن میاں صاحبؒ نے جب یہ حال سنا بہت خوش ہوئے اور فرمایا دو چار واقعہ اور لکھو حسب الحکم تحریر کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ سرکار قبلہؒ رجب ۱۳۶۱ھ میں ۹ر تاریخ کو اجمیر شریف سے جے پور تشریف لائے اور فرمایا کہ ''حسن کی والدہ کو بچھڑایوں جانا ہے اس لیے ۱۳ر رجب کا میلاد شریف کرتے ہی روانہ ہو جاؤنگا، ہمارے ارمانوں پر خاک پڑ گئی اور والد صاحبؒ کو بھی بہت صدمہ ہوا، انھوں نے فوراً ایک منظوم عرضداشت فارسی میں لکھ کر سرکار گوسنائی اور زنان خانے میں بیوی صاحبہؒ کے پاس بھجوادی۔ انہوں نے ازراہِ عنایت ارادہ ملتوی

کر دیا اور قیام ۲۲ ررجب تک کے لیے بڑھ گیا، اس نظم کے چند شعر مندرجہ ذیل ہیں۔

۷۸۶

اے کہ برتبہ مادرم واے کہ بعمرِ دخترم	از تو رجا ہمی کنم رافت وشفقت وکرم
زیرِ قدومِ پاکِ تو جنتِ بندگان تو	خدمت وطاعتِ تو فرض پائے تو باد بر سرم
از رخِ یار گلعذار گشت خزانِ من بہار	بختِ من است سازگار بہ زجمِ سکندرم
مصر دلم عزیز یافت نورِ رخش بہ سینہ تافت	جاں ز طرب بلب شتاب جامہ ز شوق می درم
لیک خیالِ ہجر بد جامۂ صبری درد	بیخِ حیات برکند سیلِ دو دیدۂ ترم
مادرِ مہربان من از تو بگویم ایں سخن	عزم سفر مکن مکن دور مکن زِ دلبرم
بست و دوم قریب ہست فاتحہ اش مجیب ہست	او بہ دلم حبیب ہست گرچہ غلامِ کمترم

بعد فراغِ فاتحہ عزم سفر بود بجا

بسملِ زار و خستہ را شاد کن از رو کرم

جب ۲۲ ررجب کی فاتحہ ہو چکی اور جانے کی تیاری ہونے لگی تو انہوں نے دوسری غزل کہہ کر سنا دی اور شب برات تک روک لیا۔ سرکارؒ ویسے بھی والدہ کا بہت خیال فرماتے تھے۔ اس غزل کے بھی چند شعر سن لیجئے۔

۷۸۶

ان گیسوؤں میں چھپتی ہے کیا کیا شبِ برات	ہر رات مجھ کو دیتی ہے حصہ شبِ برات
کرتا ہوں التجا میرے پرور دگار سے	گذرے یہیں پہ اب کے خدایا شبِ برات
تیرے بطون[1] تک تو پہنچتی نہیں صدا	پھر کس طرح ملے میرا حصہ شبِ برات

نوٹ [1] بطون سے ام المریدین بیوی صاحبہ کی طرف اشارہ ہے

ایک روز سرکار قبلہؒ باغ میں کرسی پر تشریف فرما تھے ڈاکیہ آیا سرکارؒ کا منی آرڈر لایا، سرکارؒ نے دستخط فرمائے ڈاکیہ نے بطور گواہ کے دستخط کے لئے منی آرڈر فارم والد صاحبؒ کے آگے بڑھا دیا۔ والد صاحبؒ نے اپنے دستخط تو کر دیئے مگر سرکارؒ کے دستخط کے الفاظ ایک اخبار کے کونے پر لکھ لیے اور فی البدیہہ مندرجہ ذیل غزل کہہ کر سنا دی۔ دستخط کے الفاظ تھے ''محمدؐ تقی نظامی نیازی''

۷۸۷

محمد تقی نظامی نیازی — شبیہہ حقیقت بہ شکل مجازی

ظہورش دو عالم بطونش ہویت — تنش ہندی و جانِ پاکش حجازی

بہ باغِ ولایت چو طاؤس رقصاں — براوج ہدایت کند شاہ بازی

از و چشم دارم وفا استواری — بخو اہم زِ حق عمرِ اور درازی

بہ پر سید راز و نیازش زِ بسملؔ — بریں بندہ کر دست بندہ نوازی

یہ اس غزل کے چند شعر ہیں۔

رات کو اکثر سرکار قبلہؒ زنانے مکان سے اس ہال میں جس میں سرکارؒ کی مسند تھی نو دس بجے تشریف لے آتے تھے۔ باہر یا تو محفل مشاعرہ ہوتی تھی یا سماع ہوتا تھا، سرکارؒ کی تشریف آوری پر ہر شاعر خیر مقدم کہتا تھا وہ خیر مقدم سنائے جاتے تھے ۔ اکثر فی البدیہ مشاعرے بھی ہوتے تھے سرکار قبلہؒ یا حاضرین میں سے کوئی مصرعہ طرح تجویز کرتے تھے اور پھر اس پر فی البدیہہ غزل کہہ کر سنائی جاتی تھی۔ ایسے فی البدیہ مشاعروں کے دیگر شعراء کا کلام میری یادداشت میں محفوظ نہیں ہے، اس لیے کہ اس وقت

میں بہت کم عمر تھا مگر میرے سرکار قبلہؒ اور والد صاحبؒ کی کئی غزلیں مجھے یاد ہیں اس لیے کہ ہم دونوں بھائی الماریوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ جاتے تھے اور وہاں سرکارؒ کی غزلیں سنکر لکھتے رہتے تھے۔ مضمون کی طوالت کے خیال سے تفصیلات سے گریز کر کے صرف ایک ایک غزل لکھوں گا، اس سے ہی آپ اندازہ کریں کہ فی البدیہ اشعار بھی کس خوبی کے حامل تھے۔ ایک مرتبہ کی طرح تو یاد نہیں ردیف ''گریباں آستیں دامن'' تھی۔

والد صاحبؒ کی غزل۔

تہی لایا تیرے در پر گریباں آستیں دامن — سخی لے جاؤں گا بھر کر گریباں آستیں دامن

مجھے ڈر ہے میرے اعمال سے آقا کرم کرنا — نہ ہوں پارہ سرِ محشر گریباں آستیں دامن

عجب کیا ہے جو میرا دامن ہستی دریدہ ہے — جنوں کرتا ہوں چاک اکثر گریباں آستیں دامن

یہ جوش اشک ایک دن کا رخ تن کو ڈھائیگا بسمل — ابھی کیا ہے اگر ہیں تر گریباں آستیں دامن

سرکار قبلہؒ کی غزل۔

میری وحشت کا ہیں منظر گریباں آستیں دامن — ہیں خود اپنے نوحہ گر گریباں آستیں دامن

کھلے ہیں جب سے یہ غنچے ہے گلشن پر بہار آئی — اڑے ہیں چار سو پھٹ کر گریباں آستیں دامن

جو میں بولا کہ رکھتا ہوں نشانی دردِ الفت کی — تو وہ کہنے لگے ہنس کر گریباں آستیں دامن

الجھنا ہی پڑا مجھ کو جنوں میں بھی تعین سے — میری قسمت کا ہیں چکر گریباں آستیں دامن

سرکار قبلہ قدس سرہ کا یہ وصف تھا کہ کوئی ان کی خدمت میں بیٹھتا تھا وہ سرشار ہو جاتا تھا، غیر شاعر بھی شعر کہنے لگتا تھا، اس کی زبان سے ایسے ایسے شعر نکل جاتے تھے کہ خود اس کے فہم و ادراک سے بالاتر ہوتے تھے۔ یہ محض سرکارؒ کی شاعری کا عکس تھا جو ہر دل پر اعلیٰ قدر ظرف منعکس ہوتا تھا۔

بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا تھا کہ سرکار قبلہؒ رات رات بھر تشریف فرما رہتے تھے اور صرف نماز تہجد کے لئے برابر والے کمرے میں تشریف لے جاتے تھے کبھی حلقۂ ذکر ہوتا جس میں ہم بچوں کو بھی شرکت کی اجازت ہوتی کبھی محفل سماع ہوتی۔ ایک رات کا منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے تمام رات محفل سماع منعقد رہی آخر رات میں جے پور کی مشہور و معروف مغنیہ گوہر بائی نیازی (جس کی آواز بڑھاپے میں بھی ایسی تھی کہ اس دور میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا) نے استدعا، کی اس وقت میں بھی کچھ پیش کرنا چاہتی ہوں۔ سرکارؒ نے اجازت دے دی اس نے حضرت امیر خسروؒ کی مندرجہ ذیل غزل بڑی پرسوز آواز میں گانی شروع کی۔

بتِ نو رسیدۂ من ہوسِ شکار دارد   دلِ صید کردہ ہر سو نہ یک ہزار دارد

برسات کا موسم، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے رات کا سناٹا ایک سکوت کا عالم اور پھر سرکارؒ کی موجودگی ان سب نے مل کر ایسا کیف و سرور پیدا کیا کہ اس بزم میں اپنا پرایہ یگانہ و بے گانہ سب کی آنکھوں سے آنسوں رواں تھے۔ میری عمر اس لایق نہ تھی کہ شعر کا صحیح مفہوم سمجھ سکوں مگر باوجود ضبط کے آنکھوں سے سیلاب اشک امنڈ رہا تھا اصل وجہ یہ تھی کہ سرکار قبلہؒ کو خود کیف تھا اور بارہا دیکھا کہ جب سرکارؒ کو کیف ہوتا تھا تو تمام درو دیوار اور حاضرین پر ایک خاص کیفیت سی مرتب نظر آتی تھی۔ سرکارؒ کی اس محفل میں غیر مرید بھی تھے ان میں ایک صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب رزی تخلص تھے، وہ ابھی پاکستان میں حیات ہیں وہ عالم بھی تھے اور شاعر بھی بہت اچھے روزانہ کے حاضر باشوں میں تھے، ان کا یہ حال تھا کہ وہ فرطہ گریہ سے فرش پر لوٹ رہے تھے خصوصاً اس شعر پر۔

بہ رفو گرانِ مژگاں بہ رساں صبا پیامم　　　کہ ہنوز پارۂ دل دوسہ بخیہ کار دارد

صبح کی اذان ہوگئی تو گانا بند ہوا مگر دلوں کی حالت غیر تھی اس وقت اسی کمرے میں سرکار قبلہؒ نے نماز پڑھائی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سرکارؒ نے پہلی رکعت سورۂ قدر کی تلاوت فرمائی تھی سرکارؒ کی آواز کی شیرنی سحر کا وقت پھر دلوں کی گداختگی نماز میں بھی لوگوں کے آنسوں رواں تھے اس وقت کی نماز میں جو حضور قلب تھا کم از کم مجھے تو وہ پھر تمام عمر میں حاصل نہیں ہوا۔ نماز کے بعد والد صاحبؒ نے عرض کیا کہ اس وقت سورۂ انزلنا کی تلاوت نے ثابت کردیا کہ بیشک ہمارے لیے یہ رات شب قدر ہی تھی۔ اگرچہ پوری رات ہوگئی تھی مگر اس وقت ہر شخص کی حالت دگرگوں تھی اور کیف وسرور سے دل معمور تھے کہ دم گوہر اور اس کی تمام ساتھیوں نے حضور محبوب الٰہی قدس سرہ کی مندرجہ ذیل نعت نہایت پرسوز اور خوش آئند آواز میں شروع کردی۔

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام بر خواں
بگردِ شاہ رسُل بہ گرد و بصد تضرع پیام بر خواں

میں اس وقت کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا در و دیوار سے انوار و تجلیات کی بارش ہورہی تھی گانے والیوں پر بھی اتنا اثر تھا کہ رقت کے سبب سے آواز کانپ رہی تھی۔ ہائے اس وقت جب یہ منظر سامنے ہے زبان پر یہ شعر آتا ہے۔

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد　　　روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

ایک روز سرکار قبلہؒ شکار کو تشریف لے گئے اور خیال یہ تھا کہ رات کو کافی دیر میں واپسی ہوگی، لہٰذا شہر والوں میں سے کوئی آیا نہیں۔ خلاف امید سرکارؒ کو شکار وقت سے

پہلے مل گیا اور سرکارؒ جلد ہی واپس تشریف لے آئے، تھکے ہوئے تھے مسند پر تکیہ کے سہارے آرام فرمالیا۔ حضرت جعفر میاں صاحبؒ نے یہ واقعہ بہت مرتبہ لوگوں کو سنایا کہ گھر میں والدہ کو فکر ہوئی کہ اتنی دیر تک گھر میں کیوں نہیں آئے، انہوں نے جعفر میاں صاحبؒ کو بھیجا کہ تم بلالاؤ وہ بلانے آئے تو انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ والد صاحب مورچھل جھل رہے ہیں آنکھوں سے آنسوں رواں ہیں اور بڑی محبت کی نظر سے سرکارؒ کو دیکھ رہے ہیں اور ہلکا ترنم سے یہ شعر پڑھتے جارہے ہیں۔

وہ سوتے بے حجابانہ رہے اور
نگاہِ شوق کام اپنا کیا کی

حضرت جعفر میاں صاحبؒ یہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ منظر اتنا اچھا لگا کہ میں کئی منٹ تک کھڑا لطف اندوز ہوتا رہا اور مولوی صاحب کو خبر بھی نہ ہوئی۔

ایک مرتبہ ۶؍ اگست ۱۹۴۱ء ۹؍ رجب کو سرکارؒ اجمیر شریف سے واپس ہوئے تو لاری کو اس خیال سے روک لیا کہ اسی میں دہلی تشریف لے جائیں گے، والد صاحبؒ اس وقت بیمار تھے ان سے کہاں براداشت ہوتا، بخار ہی کی حالت میں انہوں نے یہ پرسوز غزل کہہ کر سنائی۔ سرکارؒ نے لاری واپس کردی، صرف چند شعر لکھ رہا ہوں۔

میرا دل ہو میرا ایمان ذرا تو ٹھہرو — تم پہ صدقے ہو میری جان ذرا تو ٹھہرو
میرے گھر پر میری اولاد پر میرے دل پر — کرکے ہر طرح سے احسان ذرا تو ٹھہرو
رخ پہ ہے گردِ سفر آنکھ خمار آلودہ — دوش پہ زلف پریشان ذرا تو ٹھہرو
ایک دو دن میں تو جلوں سے ہو سیری کیونکر — کلَّ یَومٍ ہوفی شان ذرا تو ٹھہرو

لو سدھارو ابھی بسمل میں تڑپ ہے باقی
پہلے ہوجاوئے یہ قربان ذرا توٹھہرو

جب سرکار قبلہؒ شکار کوتشریف لے جاتے تھے، ان کے جانے کے بعد حضرت قبلہ حسن میاں صاحبؒ اور جعفر میاں صاحبؒ کا دربار لگتا تھا، ہم ان لوگوں کا بہروپ بھرتے تھے جولوگ سرکارؒ کے پاس حاضر ہوتے تھے، وہ سب ریاست کے اونچے عہدے دار تھے، کوئی دیوان تھا کوئی ناظم کوئی شاہی طبیب کوئی کوتوال شہران میں خاص لوگ یہ تھے، دیوان مقبول حسین خاں (حضرت تاج الاولیاءؒ کے مرید تھے) دیوان فدا علی خاں، حکیم عظیم الدین خاں دہلوی کوتوال، فصیح اللہ خاں محمد طاسین صاحب ذہین تاجی، مولوی اسمٰعیل صاحب رزی وغیرہ۔ اپنے پردادا کے درباری چوغے اورانگرکھے چپکے سے نکال لیے جاتے تھے اور پھر تخت پر ایرانی قالین بچھا کر اس پر زرّیں کرسیاں حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ اور حضرت جعفر میاں صاحبؒ کے لیے بچھادی جاتی تھیں اور لوگوں کے لیے معمولی کرسیاں تھیں پھر تمام درباری علیٰ قدر مراتب بیٹھ جاتے تھے مقدمے پیش ہوتے تھے ایک نقل مجھے یاد ہے، دلچسپی کے لیے لکھتا ہوں۔ دیوان مقبول حسین خاں مرحوم کے لڑکے محبوب حسین خاں صاحب عرف بھوندو میاں اسم بہ مسّمہ تھے بہت لطیفہ گواور باغ و بہار آدمی تھے انہوں نے یہ قصّہ سنایا تھا جس کی نقل ہم کرتے تھے کہ ان کے دادا ریاست میں فوجدار تھے، مگر بالکل جاہل تھے۔ اپنی بہادری کی وجہ سے اس عہدے پر پہنچے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مقدمے کی روداد سن رہے تھے پیشکار مسل پڑھ کر سنا رہا تھا بار بار اس میں یہ جملہ آرہا تھا کہ ”ہر چند کہ اس کو سمجھایا“

ہر چند کہ ملزم اس بات سے آگاہ تھا" دو چار مرتبہ جب ہر چند ہر چند ہر چند آیا تو فوجدار صاحب نے غصے سے پیشکار کو دیکھا اور روک کر کہا "ہم سب سمجھ گئے کیا پڑھ کر سناتے ہو" گالی دیکر کہا کہ "پہلے اس ہر چند کے بچے کو بلا کر لاؤ" اب لاکھ پیشکار کہنا چاہتا ہے کہ یہ تو عبارت آرائی ہے، مگر وہ کب سننے والے تھے۔فوجی آدمی تھے غصے ہو گئے بس فوراً ہرکارے دوڑے گئے کوئی بے چارہ کم بختی کا مارا ایک اہل کار ہر چند نام تحصیل میں تھا، اسے پکڑ لائے فوجدار صاحب کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا تو انہوں نے غصہ سے کہا "کیوں بے ہر چند کے بچے تیری یہ مجال پوری مسل تیرے نام سے بھری ہے" اور پھر حکم دیا کہ اس کے دس جوتے مارو اب وہ بے چارہ کانپ رہا ہے اور کہہ رہا ہے حضور آخر میری خطا کیا ہے جوتے لگواتے ہی فوجدار صاحب کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو پیش کار نے سمجھایا کہ حضور یہ تو عبارت آرائی تھی، حقیقت میں اس شخص کا اس مقدمے سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ تو تحصیل کا اہل کار ہے تو بولے تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا، جاؤ ہم نے اس کو نائب تحصیلدار بنا دیا۔تو یہ نقل ہم لوگ کرتے تھے نقل اتنی کامیاب ہوتی تھی کہ بڑے لوگ بھی چھپ کر یہ منظر دیکھتے تھے۔

صلیبی جہاد کی نقل تو اتنی عمدہ ہوتی تھی کہ اصل کا لطف آتا تھا۔ہمارا باغ بہت بڑے رقبے میں پھیلا ہوا ہے ایک کونے کی عمارت کو عیسائیوں کو قلعہ قرار دیا جاتا تھا اس پر صلیب کا نشان بنا دیا جاتا تھا کچھ لڑکوں کو عیسائی بادشاہ اور اس کی فوج بنا دیا جاتا تھا ادھر اسلامی لشکر کے سردار حضرت حسن میاں صاحبؒ اور سپہ سالار حضرت جعفر میاں صاحبؒ ہوتے جو گھوڑوں پر سوار ہوتے ہمارے یہاں اس وقت دو ہی گھوڑے تھے۔

اسلامی سبز رنگ کا علم جس پر سنہری کارچوب سے چاند تارہ بنایا گیا تھا۔ایسے کئی علم لشکریوں کے پاس ہوتے تھے جن کو میری مرحوم ہمشیرہ نے بنایا تھا۔ہادی فلم اسٹار اپنے منہ سے بینڈ باجا بجاتے تھے ان کو یہ کمال حاصل تھا کہ حقیقت میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ فوجی بینڈ بج رہا ہے اور فوج گذر رہی ہے،حملہ ہوتا جنگ ہوتی کئی مرمر کر گرتے ،فتح ہوتی عیسائی بادشاہ گرفتار کر کے لایا جاتا۔مال غنیمت لوٹا جاتا۔

جب یہ منظر یاد آتا ہے تو بے اختیار زبان پر یہ اشعار آتا ہے۔

ہر شب منم فتادہ بہ گرد سرائے تو
ہر روز آہ نالہ کنم از برائے تو

غرض یہ ہی سب کچھ جس کی وجہ سے سرکار قبلہؒ اور صاحبزادگان کا غریب خانے پر اتنا طویل قیام رہتا تھا اور جاتے وقت ہم لوگ تو خیر روتے ہی تھے مگر صاحبزادوں کی آنکھیں بھی سرخ رہتی تھیں اور جگہ جگہ دیواروں پر کوئیلہ سے یہ شعر لکھ جاتے تھے۔

خوش رہے سیر کری پھول چنے شاد رہے
باغ باں جاتے ہی گلشن تیرا آباد رہے

اس پسِ منظر کو ذہن میں رکھئے یہ سب اس لیے لکھا ہے کہ اتنے طویل قیام کے دوران ہر فن میں سرکار قبلہؒ کی مہارت دیکھنے کا مجھے اور میرے خاندان والوں کو بہت موقع میسر آتا اور پھر میں مسلسل انیس سال خانقاہ میں رہا اور شب و روز سیکڑوں واقعات دیکھے۔مصنف کی روایات کی صداقت میں اس کے ذاتی حالات کا بھی بہت دخل ہوتا ہے۔

اب میں ہر فن کی مہارت کا حال ہر عنوان کے تحت پیش کرتا ہوں مگر واقعات میں اختصار برتا گیا ہے اگر سب واقعات تفصیل سے لکھوں تو کتاب بہت ضخیم ہو جائے گی۔

فن بانک بنوٹ

سرکار قبلہؒ اس فن کے استاد تھے اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا، اس فن میں بڑے بڑے ماہر فن سرکارؒ کے شاگرد تھے۔ حبیب صاحب نامی ایک آدمی بریلی کے خاص شاگردوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ دوسرے خاص شاگرد سید اعجاز علی عرف چھوٹے میاں تھے، جو اب پاکستان میں ہیں۔ ہم سب بھائی بھی اس فن میں سرکارؒ کے شاگرد ہو گئے تھے۔ سرکارؒ جب صاحبزادگان کے ساتھ مشق فرماتے تھے تو اندازہ ہوتا تھا کہ عمر میں بھی چستی میں صاحبزادوں کے ساتھ کہیں زیادہ تھے حالانکہ اس فن کے استاد صاحبزدوں سے بازی نہ لے جاسکتے تھے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ سرکارؒ بنوٹ کی مشق ایک استادِ فن کے ساتھ کر رہے تھے تو مخالف کی لکڑی اچھل کر تقریباً دس گز اونچی گئی۔ بڑے بڑے استادانِ فن بغرض امتحان آتے اور سرکارؒ کی مہارت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔

فن شمشیرزنی

اسی طرح شمشیرزنی میں بھی سرکارؒ کو مہارت کامل حاصل تھی۔ تلوار کی جتنی قسمیں ہیں ان سب کی پہچان اور فرق ایسا بیان فرماتے تھے کہ آدمی حیران رہ جاتا تھا۔ جے پور میں بھی اکثر یہ مشق ہوتی تھی۔ کیلے کا پیڑ منگایا جاتا تھا کسی سے کبھی ایک وار میں کیلے کی جڑ نہیں کٹتی تھی، مگر سرکار قبلہؒ صرف ایک وار میں دو ٹکڑے کر دیا کرتے تھے۔ کاغذ کی پونگی بنا کر رکھدی جاتی تھی اور آپ تلوار کا ایسا ہاتھ مارتے تھے کہ نیچے کا حصّہ اپنی جگہ

سے ہلتا بھی نہ تھا اور اوپر کا دور جا گرتا تھا۔ اہل فن ہی اسی باریکی کا اندازہ لگاتے سکتے ہیں عام آدمی تو سمجھ بھی نہ پائیں گے کہ اس میں کتنی مہارت درکار ہے۔ اسی طرح ریشمین رومال لٹکایا جاتا تھا، آپ تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیا کرتے تھے، روہو مچھلی پر بھی مشق ہوتی تھی مچھلی کو لٹکا کر تلوار کا وار کیا جاتا تھا یہاں کسی فوجی آدمی سے بھی کبھی ایک وار میں تو کیا دو دو وار میں مچھلی نہیں کٹتی تھی، مگر سرکار قبلہؒ بہ یک ضرب شمشیر دو کر دیتے تھے۔ بریلی میں تو سرکارؒ اکثر مچھلی کے شکار کو جاتے تھے، سرکارؒ کا خود ایک تالاب تھا جو "کریلی کا کنڈہ" کہلاتا تھا اس میں مچھلیوں کو باقاعدہ چارہ ڈالا جاتا تھا آدمی اس کام کے لئے نوکر تھے۔ سرکارؒ اپنے ہاتھ سے مچھلی کا کانٹا بنا لیتے تھے۔ مچھلی کے سامان کی سرکارؒ کی کئی صندوقچیاں تھیں جو اوزاروں اور اسی قسم ہی کی سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ سینکڑوں قسم کی ولایتی چرخیاں اور چھڑیں تھیں۔ سرکارؒ خود بھی بانس سے اتنی نفیس چھڑی بنا لیتے تھے کہ مشین کی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے سرے درست کر کے خود ہی کانٹا باندھتے تھے یہ سب کام اتنی جلدی اور تیزی سے کر لیتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی۔ کریلی کے کنڈے پر ہمراہیوں کو اپنے ہاتھ سے چھڑیں دے کر بٹھاتے تھے اور دور سے یہ بتا دیتے تھے کہ مچھلی اب کانٹے کے قریب آ رہی ہے، اب چارہ پر منھ ڈالا۔ جب کبھی بڑی رہو مچھلی پھنس جاتی تھی بہت خوشی ہوتی تھی کہ اب خانقاہ چل کر اس پر سب کا امتحان ہوگا۔ خانقاہ میں اکثر یہ مشق ہوتی رہتی تھی۔

محمد بشر لا کالبشر

بل ہو یاقوت بین الحجر

کتبہ محمد تقی الطائی نقشبندی

حضرت امام السالکین کی خوش نویسی کا نمونہ

فن خطاطی

اس خاندان عالی شان میں خوش نویسی کے فن کو خاص اہمیت حاصل رہی حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی سورۂ فتح خانقاہ میں موجود ہے۔ جس کی زیارت تبرکات کے ساتھ ہر سال کرائی جاتی ہے اور حضور قبلہ قدس سرہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی وصلیاں بھی ہیں ان کے عہد میں بھی اتنا اچھا خوش نویس نہیں تھا۔ دوردوران کی خطاطی کی دھوم تھی۔ حضرت تاج الاولیاءؒ قدس سرہ اور حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ کی سینکڑوں وصلیاں خانقاہ میں اور خاص خاص مریدوں کے گھروں میں اب تک ہیں، چنانچہ سراج السالکینؒ قدس سرہٗ کے دستِ مبارک کی وصلی ہمارے گھر بھی ہے، جس پر حضرت نے ''وَاللّٰہُ مِنۡ وَّرَآءِہِمۡ مُّحِیۡطٌ '' تحریر فرمایا ہے۔

سرکار قبلہؒ اس فن کے بھی استاد تھے اور دور دور شہرت تھی۔ جے پور کے مشہور خوش نویس منشی رام چندر مرحوم جن کا ہندوستان بھر میں نام ہے، سرکار قبلہؒ ہی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اپنی کئی خوش نویسی کی تحریروں میں اپنی شاگردی پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ بریلی، لکھنؤ اور کئی شہروں میں سرکار قبلہؒ کے شاگرد موجود ہیں۔

ویسے تو یہ فن سرکار قبلہؒ کا خاندانی فن ہے مگر سرکارؒ کی اولاد میں صاحب سجادہ حضرت حسن میاں صاحبؒ کو چھوڑ کر جن کو وہ ہر حیثیت سے اپنا سا بنا گئے ہیں سرکارؒ کے سب سے چھوٹے صاحب زادے نصیر میاں صاحب اس فن میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دو وصلیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں اور اس فن کے واقف کار ہی اس کی صحیح تعریف کر سکتے ہیں۔ سرکار قبلہؒ کے آستانے پر بھی نصیر میاں کی کئی

وصلیاں لگی ہوئی ہیں، مگر ایک وصلی جس پر لکھا ہوا ہے ۔

''تقی امام منست تو منم غلام تقی'' اپنے فن کی آپ مثال ہے۔

ایک مرتبہ ہم سب لوگ خوش نویسی کی مشق کر رہے تھے، ایک جاذب میرے پاس تھا سرکارؒ نے وہ اٹھایا اور قلم برداشتہ اس پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم لکھ دیا۔ جاذب پر کشش اور کرسی اور دائروں کو قایم رکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے ۔میرے پاس اب تک وہ جاذب موجود ہے اور میری خوش نویسی کی مشق کی کاپی جس میں سرکارؒ کی اصلاح ہے، موجود ہے۔

فن نشانہ بازی

بندوق کی نشانہ بازی میں سرکار قدس سرہ کو ید طولیٰ حاصل تھا، بلا مبالغہ یہ بات بہت مرتبہ دیکھی کہ پانی سے مرغابیاں اڑیں اور مخالف سمت میں بکھریں اور سرکارؒ نے فائر کر کے دونوں رخ کی گرالیں ۔ جے پور میں مہاراجہ کی شکارگاہ تھی جو''رکھت'' کہلاتی تھی، وہاں کوئی دوسرا شکار نہیں کھیل سکتا تھا، مگر چوں کہ بڑے بڑے عہدہ دار غلامی میں داخل تھے لہٰذا سرکارؒ روزانہ ہی شکار کو جاتے تھے ۔ جے پور میں سرکارؒ نے بائیس بور بندوق سے ہرن شکار کیا تھا۔ شکار اور اللہ کا نام دو ایسے شغل تھے کہ اس بہانے سے کسی بھی سخت سے سخت موسم میں بڑی مسافت طے کر کے غلام کی استدعا پر پہنچ جاتے تھے۔

میرے بڑے بھائی امین الرحمٰن صاحب راجستھان میں تحصیلدار تھے جگہ جگہ ان کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا انتہائی پہاڑی مقامات پر اور تپتے ریگستانوں میں سرکار قبلہؒ کو بلانے کی کوئی صورت نہ ہوتی تھی، بس شکار کا موقع دیکھ لیا جاتا تھا اور عریضہ لکھ دیا جاتا

تھا، از راہ غلام نوازی فوراً پہنچ جاتے تھے۔

ایک مرتبہ گنگا پور کے قریب ہنڈون تحصیل میں بھائی تھے انہوں نے بریلی مجھے لکھا کہ یہاں ایک بڑی جھیل ہے اس میں قاز اور مرغابیاں آئی ہیں۔ سرکار قبلہؒ سے عرض کردو میں اور بچے قدمبوسی کو تڑپ رہے ہیں۔ یہ جنوری ۱۹۵۳ء کی بات ہے، کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی میں نے سرکارؒ سے شکار کا حال عرض کیا، فرمایا ٹائم ٹیبل لاؤ یہ بھی عرض کردوں کہ سرکارؒ کو انگریزی ٹائم ٹیبل دیکھنے کی اتنی مہارت تھی کہ پڑھے لکھے لوگ ڈھونڈتے رہ جاتے اور وہ ایک منٹ میں مطلوبہ گاڑی اور اس سے کنکٹنگ گاڑیاں نکال دیتے تھے۔ غرض سرکارؒ نے ٹائم ٹیبل دیکھ کر فرمایا کہ یہاں سے رات کو کمایوں ایکسپریس سے متھرا چلیں اور وہاں سے بڑی لائین پکڑ کر ہنڈون پہنچ جائیں۔ پروگرام طے ہو گیا بھائی کو تار دیا گیا۔ سرکارؒ کے ہمراہ حضرت جعفر میاں صاحبؒ جو بہت ماہر شکاری تھے۔ دو خاص خادم عبدالرحمٰن اور غلام خواجہ اور راقم الحروف ۱۶؍جنوری ۱۹۵۳ء کو رات کو روانہ ہو گئے اور ۱۷؍ کو ہنڈون پہنچ گئے۔ گھر پہنچ کر سرکارؒ نے آرام فرمایا اور یہ طے ہوا کہ صبح جھٹ پٹے کے وقت روانہ ہوں گے صبح ہم لوگوں کو جوانی میں یہ حال تھا کہ ہاتھ پاؤں ٹھٹڑے جا رہے تھے بندوق کی نال برف کی سلاخ لگ رہی تھی ریگستان کی سردی اور پھر جنگل کا مقام سونے پر سہاگہ تھا، مگر سرکار قبلہؒ کو دیکھا کہ ۴؍ بجے تیار ہو کر برآمد ہو گئے ہنڈون کے ایک رئیس ٹھاکر دیوی سنگھ جی بھائی سے سرکارؒ کے شکار کی تعریف سن کر ساتھ ہو گئے، ٹھاکر صاحب خود بہت اچھے شکاری ہیں۔ غرض جھیل کے قریب پہنچ کر سب سواری سے اتر گئے جھیل میں مرغابیاں نظر آ رہی تھیں، سرکارؒ داؤں کرتے ہوئے

ایک درخت کی آڑ میں ہونا چاہ رہے تھے کہ دیوی سنگھ جی نے ایک دم فائر کر دیا ایک مرغی گری اور سب اڑ گئیں اگر چہ سرکارؒ تیار نہ تھے مگر سرکار نے دونوں فائر مرغابیوں پر کر دیئے، آٹھ مرغابیاں گر پڑیں، یہ دیکھ کر ٹھاکر صاحب قدموں پر گر گئے اور کہنے لگے میں نے بڑے بڑے شکاری دیکھے راجہ مہاراجہ کے ساتھ شکار کھیلا ہے، مگر ایسا ماہر نشانہ باز اور چتر کھلاڑی نہیں دیکھا، میں نے سنا تھا کہ آپ اڑتے ہوئے جانور کو گرا لیتے ہیں اس وجہ سے میں نے امتحان کے لیے جان کر مرغابیاں اڑائیں تھیں، یہ انسان کا کام نہیں ہے یہ تو دیوتا کا کام ہے، ہر شخص اپنے معیار پر ہی دوسرے کو جانچتا ہے، ٹھاکر صاحب اسی بات پر معتقد ہو گئے اور خوشامد کر کے سرکار کے مرید ہو گئے سرکار نے ان کو تعلیم بھی دی ٹھاکر صاحب اس وقت تک حیات ہیں اور سرکارؒ کا ذکر بہت عقیدت سے کرتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد جب بھی سرکارؒ بھائی کے یہاں شکار کو جاتے تھے، ٹھاکر صاحب ضرور آجاتے تھے۔

ہنڈون سے واپسی کا واقعہ بھی دلچسپ ہے۔ ۲۱ر جنوری کو ہم لوگ واپس ہوئے۔ فرنٹیئر میل ہنڈون اسٹیشن پر نہیں رکتا تھا گنگاپور صرف دو منٹ کو ٹھہرتا تھا اور دو بجے دن گنگاپور پہنچنے کا وقت تھا۔ سرکارؒ صبح شکار کو تشریف لے گئے واپسی میں دیر ہو گئی، جیپ سے گنگاپور روانہ ہوئے، سرکار قبلہؒ ڈرائیور کی پاس والی سیٹ پر تھے اور ہم لوگ پیچھے بیٹھے تھے، راستہ بہت خراب تھا اور سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی تھی، جیپ کی رفتار دس میل فی گھنٹہ سے زیادہ نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ راستہ میں ہی ڈھائی بج گئے، میں نے آہستہ سے کہا کہ فرنٹیئر تو کبھی کا جا چکا ہوگا۔ سرکار قبلہؒ نے سن لیا اور فرمایا نہیں ابھی وقت ہے۔ ہم لوگ

چپ ہو گئے۔ جعفر میاں صاحب نے مجھے اور میں نے انہیں دیکھا اور خیال کیا کہ سرکار کو شاید صحیح وقت یاد نہیں رہا، دو بجے تو گنگا پور سے روانہ ہو جاتا ہے، غرض دو بج کر چالیس منٹ پر اسٹیشن پہنچے، ہم لوگ سامان وغیرہ نکالنے لگے، اتنے میں سرکار قبلہؒ پلیٹ فارم پر پہنچ چکے تھے، جیسے ہی ہم داخل ہوئے سرکار نے فرمایا۔

''جناب فرنٹیئر ابھی آیا ہی نہیں، ایک گھنٹہ لیٹ ہے''

اس طرزِ تخاطب سے صاف ظاہر تھا کہ سرکار قبلہؒ کو ہمارے دل کا حال معلوم ہو گیا تھا جو ہم نے سوچا تھا کہ شاید سرکار کو صحیح وقت یاد نہیں رہا تو بتایا کہ مجھے صحیح وقت یاد بھی تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ گاڑی لیٹ ہے یا خود انہوں نے ہی لیٹ کرائی ہو جس کا ثبوت آگے مل گیا جب ہم ٹرین میں سوار ہو گئے تو مسافروں نے ذکر کیا کہ ٹرین تو بالکل صحیح وقت پر آ جاتی، مگر راستے میں ایک جگہ انجن میں کچھ خرابی ہو گئی اور وہاں دیر لگ گئی یہ سرکار کا کشف نہ تھا بلکہ جیسے کسی نے کائینات پر اختیار دے رکھا ہو ہر چیز کے بس میں ہو۔ ہنڈون میں ایک غزل کہی تھی جس کا ایک شعر تھا۔

ہے بس میں نشیمن میرے قبضے میں قفس ہے
بے بس ہوں میں ایسا کہ ہر اک چیز پہ بس ہے

یہ ''بس'' ثابت کر کے دکھایا۔

فن موسیقی

سرکار قبلہ قدس سرہ اس فن میں بھی اتنے ماہر تھے کہ اس عہد کے بڑے بڑے فنکار معتقد تھے۔ مشہور طبلہ ساز احمد جاں خاں تھراکو، پدم بھوشن مشتاق خاں مرحوم،

نثار خاں، چھٹن، ان کالڑکا برجو مہاراج، شمبھو، لچھو مہاراج، بڑے غلام علی خاں، استاد محمد حسین خاں، الیاس خاں، استاد خادم حسین خاں بمبئی والے، اشتیاق حسین خاں، اسحاق حسین خاں یہ سب لوگ غلامی میں داخل تھے۔ عرس کی محفلوں میں سرکارؒ کے سامنے ان لوگوں کے فن کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ زیادہ زمانہ نہیں گذرا سینکڑوں آدمی اس کے شاہد ہیں اور خود استادان فن میں سے جو اس وقت موجود ہیں وہ گواہی دیں گے کہ ان کے فن کے مظاہرے کے دوران جہاں ان کے فن میں کہیں جھول پیدا ہوا سرکارؒ نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور انھوں نے جھک کر کان پر ہاتھ رکھا اب خواہ یہ لوگ سرکار قبلہؒ کا امتحان لینے کی غرض سے جھول پیدا کرتے ہوں خواہ ان کی خامی ہو، بہ ہر حال حاضرینِ محفل اس بات کو سمجھ جاتے تھے کہ کچھ کمی رہ گئی تھی جو سرکارؒ قبلہ کے ٹوکتے ہی پوری ہوگئی۔ سرکار ان کے فن کی خوب داد دیتے تھے مگر جب کسی کمی کو محسوس کرتے خاموش ہو جاتے اور ایسی نظر سے فنکار کو دیکھتے، تو وہ اپنی کمی کو احساس کر لیتا تھا۔

اکثر استاد مشتاق حسین خاں مرحوم کوئی ٹھمری گاتے اور ان کے ساتھ احمد خاں صاحب تھرکوا مرحوم طبلہ بجاتے، خانقاہ میں مریدین کے علاوہ غیر مسلموں کا بہت بڑا مجمع ہوتا اور ان دونوں استادوں کا مقابلہ ہوتا تھا۔ ایک دوسرے پر چوٹ کرنے کی کوشش کرتا ایسے موقع پر دانستہ غلطی کرنے کا امکان نہیں ہوسکتا میں نے دیکھا ہے کہ ایسے موقع پر بھی دونوں میں سے کوئی چوکا اور اسی وقت سرکار قبلہؒ کی نظر کو دیکھ کر احساس کر لیتا تھا یہ کشف وکرامت کی بات نہیں ہے، اس سے سرکارؒ کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس پائے کے ماہر فن تھے۔ قوالوں کو تال سُر خود بتاتے تھے ہر غزل کی طرز خود نکال کر بتاتے تھے، بریلی

کے مشہور قوال مبارک حسین جو ریڈیو اور ٹی وی سنگر بھی ہیں ان کو سرکار نے شروع سے ہی اس فن میں تیار کیا تھا اور وہ خانقاہ کی مخصوص قوالی میں ہندوستان میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ سرکار قبلہؒ کے سامنے حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کی غزلیں مخصوص اور قدیم طرز سے ہی گائی جاتی تھیں، ہر ایک قوال کا بس نہیں ہے کہ اس طرز کو نبھا سکے۔ اتنے سرکارؒ کے مزاج سے واقف کار ہوپیے کے باوجود اکثر سرکارؒ کی غزلوں کی صحیح طرز مبارک نہیں نکال پاتے تھے۔ سرکارؒ محفل میں ان کو پاس بلا کر اور آہستہ سے گا کر ان کو طرز بتاتے تھے اور پھر سامعین محسوس کرتے تھے کہ پہلے کی طرز میں اور اس طرز میں نمایا خوبی پیدا ہوگئی۔

قوالی کے ذکر پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کے وصال کے دن ترشح ہوا تھا چنانچہ ڈیڑھ سو برس ہوگئے، ۶ر جمادی الثانی کو اکثر و بیشتر ترشح ضرور ہوتا ہے ایک سال ۶ر جمادی الثانی مطابق ۷ر دسمبر ۱۹۵۹ء حضور قبلہؒ قدس سرہ کا عرس تھا، دو بجے رات کو سرکار قبلہؒ سماع خانے سے اٹھ کر باہر صحن میں قوالی کی محفل میں جلوہ افروز ہوئے۔ پورے صحن کے ناپ کا شامیانہ تنا ہوا تھا۔ سردی کے زمانے میں ہر مرتبہ شامیانہ تنوادیا جاتا تھا کہ سردی کا اثر کم ہوجائے۔ ادھر سرکارؒ باہر بیٹھے ادھر طوفانی ہوا چلنی شروع ہوئی، بادل گرجنے لگے اور بجلی چمکنے لگی، مگر سرکارؒ اطمینان سے بیٹھے قوالی سنتے رہے۔ آخری چوکی مبارک حسین کی بیٹھی انہوں نے حضور قبلہ قدس سرہ کو یہ غزل شروع کی۔

باہمہ خوبرویم عاشق روئے کیستم
رستہ زِدامِ جسم و جاں بَستۂ موئے کیستم

سرکار قبلہؒ کو اس پر کیف شروع ہوا، تیس ۳۰ ؍ پینتیس ۳۵ ؍ منٹ تک اس شعر کی تکرار ہوئی، ادھر طوفانی ہوا کی وجہ سے لائٹ غائب ہوگئی مگر چونکہ لائیٹ کا کل انتظام سرکار قبلہؒ کے سب سے چھوٹے بھائی حضرت موسیٰ میاں صاحب کے سپرد رہتا تھا اور ان کا انتظام مکمل ہوتا تھا، کئی کئی میٹروں سے کنکشن لیتے تھے، اس کے علاوہ گیس کی لالٹین بھی روشن رہتی تھی غرض سب جگہ کی لائیٹ چلی گئی، مگر آستانے کے اندر کی لائیٹ اور سرکارؒ کی مسند کے اوپر جو بلب تھا، وہ روشن رہا۔ آخر میں قل کی غزل ـ

رفتم اندر تہہ خاک اُنس بتا نم باقیست

عشقِ جانم بہ ربود آفت جانم باقیست

ہوئی۔ قل کے بعد رنگ گایا گیا اس وقت ساڑھے تین بج گئے تھے فاتحہ کے بعد سرکار قبلہ نے خود کھڑے ہو جلدی جلدی سب فرش اٹھوایا اور چھتوں پر صاحبزادوں اور ہم لوگوں کو چڑھوا کر شامیانہ کھلوایا، ابھی شامیانہ لپیٹا ہی گیا تھا کہ ایک دم ایسا معلوم ہوا کہ جیسے باندھ کا منہ کھول دیا، پانی آسمان سے ایسا گرا جیسے اوپر کسی چادر میں رکا ہوا تھا، ذرا دیر میں خانقاہ کا صحن پانی سے بھر گیا۔ ہم لوگ تو خیر اس قسم کی کرامتیں آئے دن دیکھتے رہتے تھے، مگر قل کی محفل کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں بریلی کی پبلک بھی تھی اس زمانے میں ذوقِ سلیم رکھنے والے لوگ ہوتے تھے، چنانچہ عرس میں اتنا مجمع ہوتا تھا کہ خانقاہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے میں آدمی کو بلا مبالغہ پندرہ منٹ لگ جاتے تھے، غرض اس وقت بریلی کی پبلک کو یہ کہتے سنا کہ میاں ں صاحب نے اپنی قوالی تو آرام سے سن لی ہماری مصیبت ہوگئی اب گھروں کو جانا مشکل ہوگیا سرکارؒ قبلہ نے دوبارہ لوگوں

کو چائے تقسیم کرائی تو یہ چیز بارہا دیکھنے میں آئی کہ جب سرکارؒ کو کیف ہوتا تھا، تو نبض کائنات ساکت سی نظر آتی تھی جو چیز جہاں تھی وہیں محوحیرت ہو جاتی تھی ابر کی کیا مجال تھی کہ وہ پانی برسا کر اس کیف میں مخل ہوتا، اب یہ محفلیں یاد آتی ہیں تو راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے اور آنکھیں خون روتی ہیں اور دل فریاد کرتا ہے۔

نخُفت خسرو مسکیں ازیں ہوس شبہا

کہ دیدہ سرِ پایت نہد بخواب شود

بارش کے ذکر پر ایک واقعہ یاد آیا۔ایک زمانے میں میرے بڑے بھائی راجستھان کے ایک انتہائی ریگستان علاقے کی چڑاوا تحصیل میں تحصیلدار تھے، میں بھی معہ اہل وعیال ان کے یہاں گیا ہوا تھا۔مئی کی مہینہ تھا زبردست گرمی پڑ رہی تھی اور لو کے جھکڑ چل رہے تھے، اس وقت میری اور بھائی کی استدعا پر شکار کے بہانے سرکار قبلہ تشریف لے آئے، لیکن ہم کو اپنی اس گستاخی پر بڑا ڈر لگ رہا تھا کہ ایسی گرمی میں سرکارؒ کو تکلیف دی، بجلی بھی اس قصبہ میں نہ تھی جو پنکھے کا انتظام ہو سکے۔

راجستھان میں جولائی سے پہلے کبھی بارش نہیں ہوتی، اب بارش کا تو خیال ہی مضحکہ خیز تھا۔میں نے اپنی بڑی بھتیجی سے کہا کہ آؤ ہم سب دعا کریں کہ اس وقت سرکارؒ کے آرام کے خیال سے اللہ میاں ہم پر رحم کریں اور بارش ہو جائے، مگر اس دعاء میں تاثیر بھی جب ہی ہوگی، جب سرکار کی منشاء بھی شامل ہو۔میری بھتیجی نے جھٹ سرکارؒ سے جا کر عرض کر دیا کہ چچا میاں کہہ رہے ہیں کہ اس وقت بارش ہو جاتی، کیونکہ ہم سب نے دعا کی تھی مگر سرکارؒ چاہتے ہی نہیں ہین کہ اس ریگستانی علاقے میں بارش ہو۔سرکارؒ

مسکرائے اندر کمرے میں تشریف فرما تھے ہر سائبان میں مونڈھے پڑ آ کر بیٹھ گئے۔ آپ یقین جانیں میں بہ قسم شرعی کہتا ہوں کہ پانچ منٹ گذرے تھے کہ گھیرا ابر آیا اور پھر اس ریگستانی علاقے میں پچھلی تمام تاریخ پر پانی پھیرتے ہوئے زوردار پانی پڑا، گھٹا جھوم جھوم کر برسی۔ ہم لوگوں کا یہ عالم تھا کہ خوشی اور حیرت سے دیوانے سے ہو رہے تھے، اس وقت ہم سب نے مل سرکارؒ کی برساتی گائی۔

رِم رِم جھم جھم برسیں پھواریں

گھِر گھِر گھِر بدرا چھائے

کیونکہ سرکارؒ کی شخصیت میں ایسی کشش تھی کہ ہر مذہب وملت کا آدمی صورت پر نظر پڑتے ہی پہلے تو قدموں کو چھوتا تھا، پھر لوگوں سے پوچھتا تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ چڑاوے میں پہلے سے ہی شہرت ہوگئی تھی کہ تحصیلدار جی کے گرو آئے ہیں، اب جو یہ بغیر موسم کی بارش ہوئی تو اہل ہنود مرید ہونے شروع ہوئے اور بڑی شہرت ہوئی کہ تحصیلدار جی کے گرو تو بڑے پہنچے ہوئے ہیں۔ سرکار قبلہؒ ہمیشہ شہرت سے بچتے تھے وہ فوراً چڑاوے سے جے پور روانہ ہوگئے اور مجھے بھی ہمراہ لیتے گئے۔

فن موسیقی فن کیمیاگری

اس فن سے اگرچہ فقیری اور درویشی کو کوئی تعلق نہیں ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ ان حضرات کی نظر باطن کے لئے کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ کیسی ہی کھوٹی دھات ہو ان کی نظر پڑتے ہی کھری ہو جاتی ہے، مگر علم کیمیا دنیا کے فنوں میں اہم حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اس کا بیان ضروری ہے۔ سرکار قبلہؒ کو اس فن میں مہارت کلّی حاصل تھی۔ میرے

چشم دید کئی واقعے ہیں طوالت سے گریز کر کے صرف ایک واقعہ لکھوں گا۔

ایک مرتبہ سرکار قبلہؒ بمبئی میں سیٹھ عثمان چھوٹانی کی کوٹھی پر قیام پذیر تھے، والد صاحبؒ بھی وہیں تھے اور ہم دونوں بھائی بھی سرکار قبلہؒ جب بمبئی تشریف لے جاتے تھے، تو والد صاحب کو بھی مطلع فرما دیتے تھے اور وہ بھی پہنچ جاتے تھے والدؒ اسمٰعیل کریم بھائی کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ چھوٹانی صاحب کے بڑے ہال میں صوفہ پر سرکار قبلہؒ تشریف فرما تھے، ان کے برابر ہی والدؒ بیٹھے تھے، باقی سب لوگ نیچے فرش پر بیٹھے تھے، بڑا مجمع تھا بمبئی کے مشہور سیٹھ لال بھائی پٹیل سرکارؒ کے مرید تھے، ان کے ساتھ کے بہت سے آدمی رام کشن جی، ہرمز جی وغیرہ آئے تھے۔ لال بھائی کے چھوٹے بھائی پران لال جو امریکہ سے کیمسٹری میں ڈگری لے کر آئے تھے وہ بھی بیٹھے تھے کیمیا کا ذکر نکل آیا آپس میں بحث و مباحثہ ہو رہا تھا کہ جست اور چاندی سے تو قطعی سونا نہیں بن سکتا ہاں تانبہ میں ایسے کیمیکلس ہیں کہ وہ سونے کا رنگ اختیار کر سکتے ہیں مگر کھرا سونا نہیں بن سکتا۔ مختلف خیالات پر بحث ہونے لگی۔ سرکار قبلہؒ بظاہر ان کی طرف متوجہ نہیں تھے اور والدؒ سے باتیں کر رہے تھے آخر سیٹھ چھوٹانی نے سرکارؒ سے عرض کیا کہ سرکارؒ یہ لوگ اتنی دیر سے سر کھپا رہے ہیں آپ بھی تو کچھ فرمائیے۔ پران لال جی کہتے ہیں چاندی سے سونا نہیں بن سکتا وغیرہ وغیرہ۔ سرکار قبلہؒ اس وقت جانے کس عالم میں تھے سرکار نے اپنے پانوں کی ڈبیہ اٹھائی تقریباً تین انچ اور دو انچ چوڑی تھی، اس ڈبیہ میں ایک طرف دو خانے تھے ایک چاندی کی چمچی رہتی تھی ڈبیہ بھی چاندی ہی کی تھی چمچی کا ایک سرا ذرا زیادہ چوڑا تھا، ایک کم سرکارؒ نے اس وقت وہ چمچی نکالی اور قینچی منگا کر اس کے دو ٹکڑے

کر دیئے چھوٹا ٹکڑا پران لال جی کو دیا کہ آپ اس کا امتحان کرلیں یہ خالص چاندی ہے، پھر خادم سے فرمایا میرا جوتا اٹھا لاؤ وہ جوتا لایا تو فرمایا اس کے نیچے کی خاک اس چپچی پر ڈالدو۔ ڈالدی گئی۔ سرکار اس وقت حقہ نوش فرما رہے تھے فرمایا اس چپچی کو چلم میں ڈالدو، ڈالدی گئی، سب لوگ حیران تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ سرکارؒ نے دو تین کش لئے اور حقہ بھرنے والے خادم لطیف مرحوم سے فرمایا کہ اب چپچی نکال لاؤ چنانچہ اس نے وہ ٹکڑا نکالا وہ کالا ہو رہا تھا۔ فرمایا اسے صاف کرو جب صاف کیا گیا تو وہ سونے کا ہو گیا تھا، سرکارؒ نے پران لال جی کو دیا کہ اسے بھی ٹیسٹ کر کے دیکھئے یہ خالص سونا ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ایک شور برپا ہو گیا، بہت سے غیر مسلم سرکارؒ کے مرید ہوئے ان میں پران لال جی، رام کشن جی، وٹھل داس، ہرمز جی وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس چپچی کا آدھا ٹکڑا لال بھائی پٹیل کے پاس رہا اور وہ آخر تک لوگوں کو اس کی زیارت کراتے رہے اور آدھا ٹکڑا خلیفہ خواجہ نوابؒ حیدرآبادی کے پاس آخر وقت تک رہا اور اب ان کے لڑکے خلیفہ بشارت نواب کے پاس ہوگا۔ لال بھائی کو سرکار نے خلافت دیدی تھی، انہوں نے جرمنی اور امریکہ میں نیاز یہ سلسلہ پھیلایا وہ چپچی ہر وقت ان کے ساتھ رہتی تھی۔ اس واقعہ کی طرف حضرت مخدومی محبوب میاں صاحب قبلہ نے بھی اپنی کتاب ''یادگارِ عزیز'' میں صفحہ ۱۳ پر اشارہ کیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں۔

''دراں حالیکہ ان کے قدموں کی خاک سے سونا بن جاتا تھا''

فن جواھرات شناسی

یہ فن بھی ایسا ہی ہے کہ اس سے بظاہر درویشی کو کوئی مناسبت نہیں ہے یہ بھی دوسرے نقطۂ نظر سے طریقت میں بہت اہم ہے ہر طالب کے ظرف کا اندازہ کرنا اور اس کو اسی پیمانے سے دینا، جو اس کے لئے مناسب ہو یہ بھی جوہر شناسی ہی میں آتا ہے، مگر جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہر فن کا ذکر کروں گا لہٰذا اس فن کی مہارت پر بھی روشنی ڈالنی ضروری ہے۔

جے پور جواہرات کے لیے مشہور ہے اور یہاں کے جوہری دنیا کے ہر خطے میں جواہرات کی تجارت کے لئے مشہور ہیں ان کی آنکھ اور پرکھ کی ایک ساکھ ہے۔ ایک جوہری جن کا نام سیٹھ چندرمل تھا جو جینی فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور کچھ اور جوہری لوگ بھی بیٹھے تھے ایک نگ سرکارؒ کو دکھایا گیا جو پنا تھا جے پور پنے کے لئے مشہور بھی ہے اس نگ کی تعریف کی گئی سرکارؒ نے چندرمل جی کی طرف بڑھا کر فرمایا ''یکھنا سیٹھ جی یہ تو امیٹیشن معلوم ہوتا ہے'' جس جوہری نے دکھایا تھا اس نے عرض کیا کہ اگر کوئی اسے امیٹیشن ثابت کر دے تو میں ہمیشہ کے لئے یہ پیشہ چھوڑ دوں۔ سیٹھ صاحب نے اسے بہت دیر دیکھ کر کہا کہ حضورؒ یہ سچا ہی ہے سرکارؒ نے ان سے فرمایا کہ آپ اسے لے جایئے اور جو طریقہ مشین سے پرکھوانے کا ہے اس پر پرکھوا کر لا یئے۔ وہ اور قریب آدھ گھنٹہ بعد آئے اس دوران سرکارؒ جواہرات کی تمام قسموں، ان کے اثرات وخواص خامیوں اور خوبیوں تراش وخراش پر تقریر فرماتے رہے جس کو سن کر جو جوہری بیٹھے تھے کہنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب بہت بڑے جوہری ہیں۔ چندرمل جی نے آتے ہی

سرکارؒ کے پیر چھوئے اور کہا کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہ ہی صحیح تھا یہ امیٹیشن ہی ہے مگر ایسا امیٹیشن ہے کہ بڑے سے بڑا جوہری دھوکہ کھا جائے گا۔ اس سے اندازہ کریئے کہ کس فن میں میرے سرکارؒ حرفِ آخر نہ تھے۔ یہ واقعہ جو میں نے لکھا ہے اس کے گواہ اب بھی سیٹھ عبدالقادر جے پور میں موجود ہیں ۱۹۷۹ء میں ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ تفصیل میں نہ جا کر صرف یہ ایک واقعہ تحریر کیا ہے۔

فن طب

حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کے والدؒ کے زمانے سے یہ فن ہر سجادے نے حاصل کیا اور مہارت تامہ حاصل کی، چنانچہ حضور قبلہؒ سے لے کر حضرت سراج السالکین قدس سرہ تک کے واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔

سرکار قبلہؒ بھی اس فن میں جواب نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے طب کی تعلیم بھی حضرت سراج السالکین قدس سرہ سے باقاعدہ حاصل کی تھی، اس کے علاوہ حکیم عزیز محمدؒ صاحب فتح پوری سے بھی طب پڑھی تھی۔ اس دور کے مشہور حکیم محمد احمدؒ صاحب دہلوی جن کی شہرت پورے ملک میں تھی اور بڑے بڑے واقعات ان کے معالجات کے مشہور ہیں وہ بھی سرکار کی طب کی مہارت کے قائل اور مداح تھے۔ خانقاہ میں حضور قبلہ قدس سرہ کے زمانے سے لاعلاج امراض کی دوائیں رہتی ہیں جیسے سرطان، دق کینسر وغیرہ سرکار قبلہ کے پاس جب کبھی کوئی لاعلاج مریض لایا جاتا تھا تو پہلے فرما دیتے تھے ڈاکٹر حکیم بہت ہیں انہیں دکھاؤ میں کیا علاج کر سکتا ہوں مگر جب کو یہ یہ کہتا کہ حضور قبلہ قدس سرہ کی خانقاہ سے کون نا امید ہو کر گیا نہیں تو آپ متوجہ ہو جاتے تھے سرکار قبلہ

کے سینکڑوں معالجات مشہور ہیں آپ کا نسخہ بہت کم داموں کا ہوتا تھا اور بہت زود اثر ہوتا تھا یہاں صرف دو تین معالجات کا حال قلمبند کروں گا جن کا تعلق میری ذات سے ہے یا جو لوگ مجھ سے متعلق تھے ان کا حال لکھوں گا پہلا واقعہ تو میرا خود کا ہے والد صاحب کے انتقال کے بعد ۷۴ء میں مجھے معیادی بخار ہوا اور وہ بگڑ گیا اسی دوران (نوٹ ۱۹۷۹ء میں ان کا انتقال ہو گیا ہے) ڈاڑھ میں پیپ پڑ گئی ڈاکٹروں کے مشورے سے ڈاڑھ نکلوا دی گئی مگر ڈاکٹر کی غلطی سے ایک ٹکڑا اندر ٹوٹ کر رہ گیا بعد میں وہ پک گیا اور زہر پھیلنا شروع ہو گیا چونکہ بخار چل رہا تھا لہٰذا اس کی طرف توجہ نہیں گئی جب تکلیف برداشت سے باہر ہوئی تو جے پور مشہور اسپتال ''سوائی مان سنگھ'' میں دکھایا وہاں اس کا ایکس پرٹ ایک جرمن ڈاکٹر ٹلنگر نامی تھا اس نے دیکھ کر کہا کہ حالت خطرناک ہے ٹکڑا آپریشن کر کے نکال دوں گا مگر چونکہ سوجن بہت ہے اور پیپ پڑ چکی ہے زخم کا بھرنا بہت مشکل ہو جائے گا سرکار قبلہ کو عریضہ لکھ دیا گیا آپریشن ہوا اور ٹکڑا نکالا گیا مگر مسلسل دو مہینہ ڈاڑھ سے اور رخسار سے پیپ خارج ہوتی رہی یہاں تک کے رخسار میں آر پار سوراخ ہو گیا اور ناسور کی شکل اختیار کر لی اس بیماری کو چھ ماہ ہو گئے سرکار کو دوبارہ عریضہ لکھا اس میں میں نے یہ استدعا کی کہ اس زندگی سے تو موت بہتر ہے اگر صحت میرے نصیب میں نہیں ہے تو موت جلد آ جائے۔ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اور والدہ صاحبہ بھی روتی تھیں ایک روز جب سب پر بہت مایوسی طاری تھی اور میں بے ہوش تھا تو سرکار قبلہ کا بریلی شریف سے ٹیلی فون آیا (اس زمانے میں ہمارے یہاں ٹیلی فون تھا) سرکار نے فرمایا گھبرانے اور نا امیدی کی باتیں کرنے سے کوئی فائدہ

نہیں میں دعا کر رہا ہوں اور مجھے امید ہے میرے شیخ کرم فرمائیں گے۔سرکار نے ہمیشہ اپنے شیخ کے کرم کا حوالہ دیا غرض سرکار نے فرمایا کالی بکری ایسی جس پر کوئی دوسرے رنگ کا داغ نہ ہو اس کے دودھ سے کلی کرائی جائے دودھ ہی زخم کے مقام پر لگایا جائے اب یہ غور کرنے کی بات ہے کہ دوا تو بتادی مگر ایسی کالی بکری کا تلاش کرنا بہت مشکل تھا دوسرے دودھ کی تاثیر پیپ پیدا کرتا ہے مگر سرکار نے اسی سے شفا پیدا کی بکری کی صورت یہ ہوئی کہ میں بچپن سے بکری پالتا تھا اور اس وقت جو میرے پاس بکری دودھ دے رہی تھی وہ ان ہی خصوصیت کی حامل تھی جو سرکار نے بتائی تھیں یہ سرکار کا کشف ہی تھا کہ انہوں نے ایسی دوبتائی جس کی فراہمی میں کوئی دشواری نہیں ہوئی میں نے صرف ایک ہفتہ یہ عمل کیا پیپ آنی بند ہوگئی مدتوں سے میں نے ایسا کھانا نہیں کھایا تھا جس کو چبانا پڑتا اب آسانی سے ایسی غذا کھانے لگا۔زخم مندمل ہوگیا مگر میرے رخسار پر ایک گڑھا سا پڑ گیا اور اس پر کالا نشان ہوگیا جو بدنما لگتا تھا۔اسی دوران عرس آگیا یہ زمانہ بڑا پر آشوب تھا ریلوں میں سفر کرنا خطرناک تھا مگر یہاں تو دل سے لگی ہوئی تھی سب کے منع کرنے کے باوجود میں اور بھائی صاحب بریلی شریف روانہ ہوگئے سفر میں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوئی۔ہم لوگ خانقاہ کی گلی شروع ہونے سے پہلے سواری سے اتر جاتے ہیں گلی میں پیدل روانہ ہوئے حویلی کے دروازے پر ہی سرکار رونق افروز تھے دیکھ کر خوش ہوئے ہم لوگ قدمبوس ہوئے سرکار نے مجھ سے فرمایا کہ اب تو ٹھیک ہو میری آنکھوں میں آنسو آگئے میں نے عرض کیا کہ میرے رخسار پر یہ داغ پڑ گیا ہے اور بہت بدنما لگتا ہے فرمایا''کہاں کوئی نہیں۔یہ داغ تو جاتا رہے گا نشان بھی نہیں رہے گا تم برگ

کسونڈی کو عرق مکوہ میں پیس کر لیپ کر لیا کرو میں نے عرض کیا کہ سرکار لعاب دہن لگا دیئے سرکار مسکرائے اور لعاب لگا دیا۔ چونکہ سرکار نے حکم دیا تھا صرف اس وجہ سے میں نے گھر آ کر ایک دو مرتبہ یہ لیپ لگایا ورنہ میرے زخم کا نشان تو اسی وقت جا چکا تھا جب سرکار قبلہ نے لعاب لگایا تھا۔ مجھے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میرے رخسار میں کبھی ناسور بھی تھا۔ اب اس علاج کو آپ طب کی مہارت سمجھیں یا کرامت یہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ ریاست جے پور کے ایک ٹھکانے میں ایک افغان سردار بہلول خاں صاحب دانا ہیں جو یہاں پورے راجستھان میں مشہور ہیں انہوں نے سیاسی قیدی بھی برداشت کیں۔ میرے دادا کے ہاتھ پر بیعت ہیں ان کے چھوٹے بھائی جن کا نام جنگ بہادر خاں تھا ایک عرصے سے بیمار تھے اور جے پور کے سوائی مان سنگھ اسپتال کے ایکس پرٹ ڈاکٹروں نے یہ تجویز کیا کہ ان کا دل بڑھ گیا ہے اور اس کا اپریشن ہندوستان میں نہیں ہو سکتا صرف جرمنی میں ہو سکتا ہے لہٰذا ان کا مرض لا علاج قرار دیدیا گیا جرمنی لے جانے کے صرفے کو برداشت کرنا بہلول خاں صاحب کے بس میں نہ تھا اپنے بھائی سے انہیں بے انتہا محبت تھی وہ والد کے پاس آئے اور بہت روئے والد نے فرمایا کہ رجب کا مہینہ آ رہا ہے سرکار قبلہ تشریف لانے والے ہیں ملّا کی دوڑ مسجد تک ہمارا سہارا وہی ہیں۔ چنانچہ جب سرکار تشریف لائے مریض کو کھٹولے پر ڈال کر اوپر کمرے پر لایا گیا کھٹولہ سرکار کے سامنے رکھ دیا گیا اور بہلول خاں رونے لگے سرکار نے والد صاحب سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے والد نے ان کا سب حال عرض کیا اور یہ عرض کیا کہ میں نے ان سے وعدہ کیا کر لیا تھا کہ سرکار علاج کر دیں گے۔

جنگ بہادر خاں عرصے سے صاحب فراش تھے سرکار نے ان کے دل کے مقام پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ "نہیں بھئی ڈاکٹروں کی تجویز غلط ہے دل ول نہیں بڑھا یہ ٹھیک ہیں ان کو وہم ہو گیا ہے پھر ان سے فرمایا اٹھئے کھڑے ہو جایئے وہ یا تو خود سے جنبش نہ کر پاتے تھے یا بغیر کسی سہارے کے کھڑے ہو گئے سرکار نے فرمایا اب چلنے کی کوشش کیجئے انہوں نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا۔ بہلول خاں صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی پھر سرکار قبلہؒ نے ان کی تسلی کے لئے ایک نسخہ بھی تحریر فرمایا۔ بہلول خاں صاحب کہتے ہیں کہ ڈاکٹروں کو تعجب تھا کہ یہ مریض ٹھیک کیسے ہو گیا۔

اس کے بعد جنگ بہادر خاں دس بارہ سال زندہ رہے انہیں اس قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوئی بہلول خاں صاحب ابھی حیات ہیں سو برس کے قریب عمر ہے انہوں نے والد صاحبؒ کے حالات پر ایک تذکرہ لکھا ہے اس میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کتاب ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

جو لوگ اس وقت موجود تھے کہنے لگے کہ یہ سرکار کی کرامت ہے جو ایسے مریض کو ٹھیک کر دیا سرکار نے فرمایا کہ کرامت کچھ نہیں ہے ان کو وہم تھا میں نے ان کی نفسیات کا اندازہ لگایا نفسیاتی علاج کیا تھا۔

سرکار ہمیشہ اس قسم کے واقعات کو عالم اسباب میں ڈھال کر بیان فرماتے تھے تاکہ لوگوں کا ذہن کشف و کرامات کی طرف منتقل نہ ہو مگر دن کو کون دن نہیں کہے گا۔

قصبہ تلہر ضلع شاہجہاں پور کے ایک شخص مرزا امتیاز بیگ تھے ان کو ہڈی کی دق ہو گئی تھی اور ران میں پانچ انچ گہرا ناسور تھا شاہجہاں پور کے ڈسٹرکٹ اسپتال میں بہت

دن پڑے رہے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو ڈاکٹروں نے رائے دی کہ بریلی کے مشن اسپتال میں دکھاؤ۔ مرزا صاحب غریب آدمی تھے۔ بریلی آکر علاج کرنا اس کا صرفہ برداشت کرنا ان کے لیے مشکل تھا۔ میرے سرکار کے ایک خلیفہ حاجی سعید خاں صاحب تھے جو گوتنی ضلع پرتاپ گڈھ کے رہنے والے تھے وہ بہت مخیّر آدمی تھے بریلی میں تلہر کے کچھ لوگوں نے ان سے ذکر کیا کہ اس طرح کا ایک آدمی ہے اگر وہ بریلی آجائے تو مشن اسپتال میں اسے دکھادیا جائے سعید خاں صاحب نے اپنے صرفے سے انہیں بریلی بلاکر مشن اسپتال میں دکھایا وہاں امتحان کرنے کے بعد ڈاکٹروں کی یہ رائے ہوئی کہ یہ ران کاٹ دی جائے اسی صورت میں جان بچ سکتی ہے ورنہ ناسور کا منہ اب اوپر کی طرف بڑھ رہا ہے یہ سن کر مرزا جی بہت روئے ان کی بھانجی سرکارؒ کی مریدہ تھیں اور زنانے مکان میں آئی ہوئی تھیں وہ بہت روئیں سرکار کی منجلی صاحبزادی جو گھر میں مہمانداری اور قیام وطعام کی منتظم تھیں اور مریدوں میں اپنے حسن وسلوک کی وجہ سے غریب پرور مشہور تھیں انہوں نے سرکار قبلہؒ سے اس پیرائے میں عرض کیا کہ سرکارؒ نے فرمایا کہ ان کو خانقاہ میں بلالو سرکارؒ کبھی ان کی کوئی بات نامنظور نہ کرتے تھے اور ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ مرزا جی کی پرانی خانقاہ میں لاکر ڈالدیا گیا سرکارؒ نے ان کی نبض دیکھی اور ان کے لئے ایک نسخے تحریر فرمادیا جو میں اس جگہ تحریر کردیتا ہوں تاکہ اس قسم کے جو مریض ہوں ان کو فائدہ پہنچے اگرچہ ڈاکٹری نے بہت ترقی کرلی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹری علاج بہت مہنگا ہے غریب آدمی اس کا بار نہیں اٹھا سکتا سرکارؒ کا یہ نسخہ اس وقت یعنی ۱۹۵۲ء میں دس آنے کا تھا اور اب ڈھائی تین روپے کا ہوگا۔ نسخہ یہ ہے۔

چوب چینی۔	زہرمہرہ۔	فادزہر حیوانی۔	ستواسونٹھ۔	الائچی سفید۔
۲/ماشہ	۳/ماشہ	۳/ماشہ	۶/ماشہ	۶/ماشہ

پوست نیب۔	طباشیر۔	جدوار
۲/ماشہ	۲/ماشہ	۲/ماشہ

ان سب دواؤں کو کوٹ چھان کر سفوف بنالیا جائے اور صبح نہارمنہ ایک ماشہ تازہ پانی سے کھایا جائے اور اسی سفوف کو لسی کے ساتھ ملا کر زخم پر باندھ دیا جائے۔ گڑھ تیل کھٹائی اور بادی چیزوں کا پرہیز ہے غرض صاحبزادی نے یہ نسخہ اپنے خرچ سے منگوایا دوا تیار کی اور ان کی بھانجی کو دی اور ان کے پرہیز کھانے کا انتظام بھی کیا لہسن کی چٹنی کا استعمال زیادہ بتایا گیا تھا اس کا انتظام بھی کیا پندرہ روز مسلسل یہ نسخہ استعمال کرنے سے مرزا جی کا ناسور صرف ایک انچ گہرارہ گیا اور ایک مہینہ میں زخم مندمل ہو گیا اور وہ چلنے پھرنے لگے میں نے خود دیکھا ہے کہ ان کا وہ حصہ جہاں زخم تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چاروں طرف سے سمیٹ کر جوڑ دیا گیا ہو۔

مرزا صاحب ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۸ء تک میرے پاس ہی رہے اور ۱۹۷۳ء میں عمر طبعی کو پہنچ کر خانقاہ شریف میں ان کا انتقال ہوا مگر یہ شکایت ان کو مرتے دم تک دوبارہ نہیں ہوئی جب کہ لوگوں کو تعجب تھا یہ زندہ کیسے ہیں اس کے علاوہ جن چیزوں کا پرہیز تھا ان کا پرہیز تو درکنار وہ بلانوشوں کی طرح ان چیزوں کا استعمال کرتے تھے مثلاً چاء، تمباکو، حقّہ، بیڑی وہ اس کثرت سے استعمال کرتے تھے کہ اگر تندرست آدمی اس مقدار میں استعمال کرے تو بیمار پڑ جائے۔ میں بھی منع نہیں کرتا اس لئے کہ

جانتا تھا کہ ان کا مرض تو سرکارؒ سلب کر چکے۔ اس نسخے کو میں نے کئی ایسے مریضوں کو دیا اور انہوں نے خدا کے فضل سے شفا پائی بریلی میں کنور دیا شنکر ایڈورڈ میموریئل انٹر کالج میں ایک پروفیسر ہرسروپ صاحب تھے ان کے لڑکے کو بھی ہڈی کی دق تھی اور پاؤں میں ناسور تھا وہ اپنے لڑکے کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے وہ میرے استاد تھے میں نے سرکار قبلہؒ سے اجازت لے کر یہ نسخہ انہیں دیا اور ان کا لڑکا اس نسخے سے بالکل تندرست ہو گیا وہ لڑکا اس وقت انجینئر ہے۔ پروفیسر صاحب ابھی زندہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ پیر صاحب ایک دیوتا تھے ہم نے ہزاروں روپیہ خرچ کیا مگر لڑکے کو فائدہ نہیں ہوا اور ان کی دو پیسہ کی دوا سے مرض جاتا رہا۔

اس قسم کے بہت سے علاج ہیں جن کا تفصیلی حال لکھنے بیٹھوں تو ایک علیحدہ رسالہ ہو جائے سرکار قبلہؒ نے خود بھی ایک رسالہ ''علاج زچہ بچہ'' کے نام سے تحریر فرما کر طبع کرا دیا تھا اس میں سینکڑوں امراض کا علاج لکھا ہوا ہے یہ رسالہ خانقاہ نیازیہ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل واقعہ اگرچہ فن طب سے تعلق نہیں رکھتا مگر چونکہ لاعلاج مرض سے تعلق رکھتا ہے اسلئے لکھتا ہوں۔

برادر محترم سید امین الرحمٰن صاحب نیازی ریاست جے پور کی جھنجھوں تحصیل میں ۱۹۴۶ء میں نائب تحصیلدار تھے دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تھی اور اناج بہت گراں تھا گیہوں راجستھان میں ویسے بھی کم پیدا ہوتا تھا اور اس زمانے میں بہت کمیاب تھا لہٰذا باجرہ کھانے میں آتا تھا بھائی بھی وہی استعمال کرتے تھے حالانکہ بچپن سے کبھی

باجرہ نہیں کھایا تھا باجرے کے مسلسل استعمال سے یا نہ معلوم کس وجہ سے ایک روز جب وہ عدالت میں بیٹھے تھے ایک دم ان کی بینائی جاتی رہی پہلے تو انہوں نے گھبرا کر آنکھوں کو پانی سے دھویا مگر جب اس سے کوئی فرق نہیں پڑا تو بہت پریشان ہوئے اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی تاکہ لوگوں کو احساس نہ ہو اور تحصیلدار سے یہ کہا کہ میری آنکھوں میں بہت تکلیف ہے میں جے پور جا کر سوائی مان سنگھ اسپتال میں دکھاؤں گا اور چھٹی لے کر جیسے تیسے گھر پہنچے والدہ مرحومہ اور ہم سب نے یہ واقعہ سنا تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی میرے بڑے بہنوئی سید احمد علی شاہ صاحب جعفری آئی۔اے۔ایس اس زمانے میں ریاست میں محکمۂ سپلائی کے ڈائریکٹر تھے وہ فوراً اپنی موٹر میں لے کر اسپتال پہنچے آنکھوں کا جو ایکسپرٹ ڈاکٹر تھا اسے دکھایا اس نے جعفری صاحب کے عہدے کے خیال کر کے بہت انہماک سے معائنہ کیا ڈارک روم میں تقریباً ایک گھنٹہ جانچ کی اس زمانے میں اسپتال میں امریکن ڈاکٹروں کا ایک ڈیلی گیشن آیا ہوا تھا اس ڈاکٹر نے مشورے کے لیے انہیں بھی بلا لیا غرض ہر طرح جانچ کرنے کے بعد ڈاکٹروں نے یہ کہا کہ ان کی آنکھیں لاعلاج ہیں دماغ سے جو روشنی کی رگیں آتی ہیں دونوں آنکھوں کی وہ رگیں کریک ہوگئی ہیں اور صرف دماغ کے آپریشن دسے ایک فیصدی امید ہے کہ روشنی آجائے گی مگر دماغ کے آپریشن میں زندگی کو خطرہ ہے آپ خود اندازہ کر لیجئے ہم پر کیا گذری ہوگی بھائی کی جوانی کی عمر۔دنیا اندھیری ہوگئی فوراً سرکار قبلہؒ کو مفصل عریضہ ارسال کیا گیا بھائی نے خواہش ظاہر کی کہ اب میں کسی مصرف کا نہیں رہا اس لیے مجھے خانقاہ پہنچا دیا جائے میں باقی عمر جاروب کشی میں گذار دوں گا ویسے بھی ہم لوگوں کی

آخری امید خانقاہ ہی ہے لہٰذا بھائی کو بریلی شریف لے جایا گیا۔ بھابھی صاحب اس زمانے میں مائیکہ مرادآباد گئی ہوئی تھیں، وہ میرے پھوپھا جسٹس خان بہادر رضیا الحسن صاحب کی چھوٹی لڑکی تھیں اور ان کے سب سے بڑے بھائی سید شجاع الحسن صاحب میرے چھوٹے بہنوئی ہیں ان کا بھی تھوڑا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ میرے والدؒ کو ان سے بہت محبت تھی اور بہن مرحومہ سے بھی۔ بہن کو سرکار قبلہؒ سے بہت محبت تھی ہم دونوں بہت چھوٹی عمر میں ۱۹۳۱ء میں سرکارؒ کے مرید ہوئے تھے وہ اس وقت دس برس کی تھیں انہوں نے ایک شعر پڑھا تھا جو مجھے یاد ہے۔

"یارب میرے جنون محبت کی ابتدا ایسے کہ ہاتھ سے ہو کہ پھر انتہا نہ ہو"

جس کو سن کر سرکار قبلہؒ نے والدؒ سے ان کی بہت تعریف فرمائی تھی۔ غرض جب ان کی شادی ہوئی میرے بہنوئی وہابی خیال کے تھے۔ پیری مریدی کے خلاف تھے انہوں نے بہن کا سرکارؒ سے پردہ کرادیا اور ان کی حاضری بالکل موقوف ہوگئی والد صاحبؒ کو اس بات کا بہت صدمہ تھا انہوں نے سرکار قبلہؒ سے عرض کیا کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ شجاع الحسن بھی مرید ہوجائے سرکارؒ نے فرمایا کہ سراج السالکین کی غلامی سے باہر کیسے رہ سکتے ہیں آخر وہ عذرا (بہن) کے شوہر ہیں۔ وقت آئے گا تو یہ بھی مرید ہوجائیں گے اور عذرا بہت خوش رہے گی مگر افسوس والد صاحبؒ کی حیات میں یہ وقت نہیں آیا ویسے ان کا ہمارے خاندان پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ایسا پیر اور ایسا آستانہ ہمیں دیا جس کا ثانی نہیں ہے ان کا صرف یہ احسان ہی اتنا عظیم ہے کہ خاندان کا ہر فرد مرتے دم تک ان کا ممنون رہے گا۔

غرض اس وقت جب بریلی جاتے ہوئے راستہ میں مرادآباد اسٹیشن آیا تو تمام عزیز اس واقعہ کو سن کر اسٹیشن پر موجود تھے ان میں میرے بہنوئی بھی تھے اور وہ بریلی کے سفر میں ساتھ ہو گئے جب ہم لوگ خانقاہ شریف پہنچے سرکار قبلہؒ اس وقت آستانے کے پیچھے والے کمرے میں تشریف فرما تھے خلفا اور مریدین بھی حاضر تھے سرکارؒ نے ہم لوگوں کو دیکھتے ہی فرمایا ''امین میاں اپنے والد کے ساتھ ہر سال عرس میں آتے تھے اب جب سے یہ ملازم ہوئے نہ آسکے لہٰذا انہوں نے یہ بہانہ بنایا کہ بینائی جاتی رہی'' یہ بات سرکارؒ نے ازراہ مزاح فرمائی تھی پھر سرکار نے بھائی کو پاس بلایا اور آپ کی دونوں آنکھوں میں لعاب لگایا اور کہا کہ اب آنکھیں کھولو انہوں نے آنکھیں کھولیں تو کچھ روشنی نظر آئی دوبارہ لعاب لگایا تو لوگوں کی دھندلی دھندلی شکلیں نظر آئیں اور تیسری دفعہ جب لگایا تو دونوں آنکھیں روشن ہوگئیں ۔ بھائی ہم لوگ اور تمام آدمی قدم بوس ہوئے پھر سرکارؒ نے عبداللطیف خادم خاص کو حکم دیا کہ خانقاہ کے کوئے کا پانی ایک شیشی میں لے آو جب وہ لائے سرکار نے اس پر دم کیا اور بھائی کو دے دیا اور فرمایا اسے روزانہ سلائی سے آنکھوں میں لگالیا کرو بھائی کی ایک آنکھ میں ایک مرتبہ کرکٹ کی گیند سے چوٹ لگ گئی تھی اور اس آنکھ کی نظر کمزور تھی اب جو دوبارہ روشنی آئی تو دونوں آنکھوں میں برابر آئی اور جب کہ ماشاء اللہ بھائی کی عمر چھپن ۵۶ر سال ہے وہ کہتے ہیں کہ میری اس آنکھ کی نظر جس میں چوٹ لگی تھی دوسری آنکھ کی نظر سے بہتر ہے ۔اس تمام کاروائی کے دوران شجاع الحسن صاحب باہر رہے تھے اسی لیے کہ وہ سرکارؒ کے سامنے بھی نہیں آتے تھے غرض جب بھائی بغیر سہارے کے ان کے پاس گئے تو انہیں بڑا تعجب ہوا اس وقت تو وہ مرادآباد چلے گئے

اور پھر بعد میں آ کر سرکارؒ کی غلامی میں داخل ہو گئے اور پھر محبت اور عقیدت میں پچھلی تمام فردگذاشتوں کو پورا کر دیا یہ والدؒ کے خواب کی تعبیر تھی اور سرکار قبلہؒ نے جو وعدہ ان سے فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا شجاع الحسن صاحب کے خاندان میں ان سے پہلے صرف ان کے چھوٹے برادر سید نصیر الحسن صاحب سرکارؒ کی غلامی میں داخل تھے اس لیے کہ والد کو ان سے محبت تھی اور ان کو جے پور کچھ عرصے کے لئے اپنے پاس رکھا تھا اور ان ہی کے فیض صحبت سے وہ اس طرف مائل ہوئے انہوں نے بھی سرکار قبلہؒ کے حالات پر ایک تذکرہ لکھا ہے جس کا نام "نذر راز" ہے اس میں سینکڑوں واقعات اور کرامتوں کا ذکر ہے جن میں کی زیادہ تر ان ہی شجاع الحسن صاحب کے گھر پر پیش آئے۔ میرے بہنوئی کے بعد پھر ان کے سب سے چھوٹے بھائی سید وسیم الحسن صاحب ایڈوکیٹ بھی غلامی میں داخل ہوئے اور خاندان کے بیشتر افراد مرید ہو گئے۔ یہ تینوں بھائی ماشاء اللہ قبلہ حضرت حسن میاں صاحب مدظلہ کے خلیفہ ہیں۔

علاج مارگزیدہ

خانقاہ عالیہ نیازیہ میں حضور قبلہ شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہ کے زمانے سے مارگزیدہ کا معرکتہ الآرا علاج ہوتا ہے اور اب تک کی تاریخ شاہد ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جو خانقاہ میں زندہ لایا جانے کے بعد مر گیا ہو ایسے اشخاص خانقاہ میں لائے گئے جنہیں ڈکٹروں نے جواب دیدیا اور ان کی سانس کی رفتار نہیں کے برابر تھی مگر خدا کے فضل سے یہاں سے بالکل ٹھیک ہو کر گئے اس بات کی گواہی اہل بریلی دیں گے۔اس خانقاہ کے سجادوں میں تاج الالیاء حضرت شاہ نظام الدین صاحب قدس سرہ کا مارگزیدہ کے علاج کے سلسلے میں بہت بڑا مرتبہ تھا وہ سانپوں کے تمام اقسام سے واقف تھے ہر سانپ کی خاصیئت اس کے زہر کے اثرات وغیرہ سے واقف تھے اور سانپ کے جھاڑنے کے لئے جو خاص عمل پڑھا جاتا ہے جو مارگزیدہ کے کانا میں چیخ کر اس کو ہوش میں لانے کے لئے پڑھا جاتا ہے اس عمل میں چند اسمائے گرامی ہیں ان میں سے ایک نام حضرت تاج الالیاء غریب نوازؒ کا ہے یہ بات میرے مشاہدہ میں آئی ہے کہ اگر کوئی عمل جھاڑنے کا کارگر نہ ہو اور صرف حضرت تاج الالیاؒ کے اسم گرامی سے جھاڑا جائے تو مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔اس کا ایک واقعہ بطور ثبوت میں آگے تحریر کروں گا۔ میرے دورانِ قیام بریلی میں سینکڑوں مارگزیدہ آئے اور ٹھیک ہو گئے میں طوالت سے بچنے کے لئے یہاں کل ایک واقعہ لکھوں گا جس کے شاہد ابھی موجود ہیں اسی سے آپ اندازہ کرلیں کہ میرے سرکارؒ کی نظر میں کیا تاثیر تھی۔سرکار کے کل اہلِ خاندان مخصوص خلفا اور مخصوص مریدین کو جھاڑنے کے اعمال کی اجازت ہے اور جب سانپ

کاٹا آتا ہے تو سب ہی مل جھاڑتے ہیں جھاڑنے کے اعمال کی زکواۃ بھی دی جاتی ہے سرکار قبلہؒ کے صاحبزادوں کے علاوہ سرکارؒ کے منجلے بھائی حضرت محبوب میاں صاحب قبلہ کو اس فن میں بہت دخل ہے وہ ہمیشہ سے اپنا زیادہ تر وقت خانقاہ ہی میں گذارتے تھے جب جھاڑنے سے مارگزیدہ کا زہر دماغ سے اتر جاتا ہے تو اس وقت ایک عمل سے اس کے گلے پر بند لگایا جاتا ہے تا کہ زہر دوبارہ دماغ تک نہ پہنچ سکے یہ بند اکثر حضرت محبوب میاں صاحب ہی لگاتے تھے۔ سرکار قبلہ کو میں نے بہت کم جھاڑتے دیکھا۔ جب کوئی مریض قابو میں نہیں آتا تھا تو سرکار قبلہؒ صرف خانقاہ میں تشریف لے آتے تھے اور کبھی کبھی جھاڑنے والوں سے اس کی کیفیت دریافت فرمالیتے تھے اور اصطلاحات میں کچھ اشارے دیدیا کرتے تھے اور مریض ٹھیک ہو جاتا تھا۔

میں لکھ چکا ہوں کہ محض حضرت تاج الالیا قدس سرہ کے اسم گرامی سے جھاڑنے سے مریض شفایاب ہو جاتا ہے پہلے اس کا واقعہ لکھدوں پھر سرکارؒ کا واقعہ لکھوں گا۔

اب سے کوئی بیس سال پہلے یعنی ۵۹۔۱۹۵۸ء کی بات ہے کہ ۵/رجب کو ایک مارگزیدہ لایا گیا اس زمانے میں سرکار قبلہؒ معہ صاحبزادگان اجمیر شریف عرس میں گئے ہوئے تھے محبوب میاں صاحب قبلہ بھی معہ ایک صاحبزادے کے گئے ہوئے تھے ۔محبوب میاں صاحب قبلہ کے منجلے صاحبزادے احمد میاں خانقاہ میں اس وقت موجود تھے انہوں نے مارگزیدہ کو روک لیا حالانکہ جب خاص آدمیوں میں سے کوئی نہ تھا تو واپس کر دینا چاہئے تھا ایک شخص کی زندگی کا سوال تھا دوسرے خانقاہ کی عزت کا سوال تھا میں کسی مجبوری کی وجہ سے سرکارؒ کے ہمراہ نہ جاسکا تھا احمد میاں نے مجھے

بلوایا۔ میں نے دیکھا کہ آدمی قطعی بے ہوش تھا کسی گاؤں سے لایا گیا تھا اور وقت کافی گذر چکا تھا احمد میاں کچھ خانقاہیوں کے ساتھ جھاڑنے میں مصروف تھے۔ میں نے کہا آپ نے اسے کیوں روک لیا آپ کو بند لگانا آتا ہے؟ بولے مجھے تو نہیں آتا آپ کو آتا ہوگا میں نے کہا مجھے بھی نہیں آتا بولے اب واپس کردیں میں نے کہا یہ دوسری غلطی ہوگی۔ نیاز بے نیازؒ کی خانقاہ ہے وہ لاج رکھیں گے میں نے اسے آستانے کا سامنے لے جا کر زمین پر بٹھوا دیا اور سب نے جھاڑنا شروع کیا نیم کے پتوں کا ڈھیر اس کے پاس رکھا ہوا تھا جسے احمد میاں مارگزیدہ کے منہ میں داخل کرنا چاہتے تھے یہ دیکھنے کو تو نیم کڑوا لگتا شروع ہوا یا نہیں مگر مریض تو بے ہوش تھا مجھے بھی دو تین اعمال سے جھاڑنے کی اجازت ہے مگر میں جانتا تھا کہ صاحبزادگان کے ساتھ جھاڑنے میں کام ان کا ہوتا تھا اور نام ہمارا پانچوں سواروں میں ہم بھی گنے جاتے تھے اب معاملہ دوسرا تھا چنانچہ اس وقت میں نے صرف حضرت تاج الاولیا قدس سرہ کے اسم گرامی سے جھاڑنا شروع کردیا اور سب جھاڑنے والوں سے بھی یہ ہی کہا۔ مشکل سے دس منٹ گذرے ہوں گے کہ مریض کی کمر سیدھی ہونے لگی اور اس نے آنکھیں جھپکائیں احمد میاں نے ایک مٹھی نیم کے پتہ اس کے منہ میں داخل کئے اس نے کچھ دیر چبائے اور پھر اتنی زور سے تھوکے سب احمد میاں کے اوپر گرے اور وہ لاحول پڑھتے ہوئے کھڑے ہوگئے مگر اس وقت سب کو اتنی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کرسکتا پھر حضرت کے اسم سے ہی بند بھی لگا دیا گیا۔ مریض بالکل ٹھیک ہوگیا دو گھنٹہ اسے بٹھائے رکھا اور پھر جانے کی اجازت دیدی احمد میاں نے کہا کہ آئندہ کو کان پکڑے جو ایسے موقعہ پر کسی سانپ

کے کاٹے کوروکوں ۔جب اجمیر شریف سے سب حضرات لوٹے تو یہ واقعہ انہیں سنایا گیا اس پر سرکار قبلہؒ نے فرمایا کہ بے شک یہ حضرت تاج الاولیاء قدس سرہ کی کرامت ہے۔

اب میں اصل واقعہ تحریر کرتا ہوں ۔بریلی شریف میں ایک بہت پرانی انگریزی دواؤں کی دوکان ہے جو بدری پرشاد کی دوکان کے نام سے مشہور ہے اور پتھر والی دوکان بھی کہی جاتی ہے ڈاکٹر بدری پرشاد کے خاندان میں کئی ڈکٹر ہیں اور سب پڑھے لکھے لوگ ہیں ایک دفعہ ان کے خاندان کے کسی فرد کو سانپ نے کاٹ لیا وہ ڈسٹرکٹ اسپتال لے گئے وہاں کئی انجکشن دیئے گئے مگر سانپ کافی زہریلا تھا اکثر کر چکا تھا کوئی نتیجہ نہیں ہوا وہاں کسی نے یہ مشورہ دیا کہ میاں صاحب کی خانقاہ لے چلو اس پر ان کے کسی عزیز نے کہا کہ بیکار ہے جب انجکشن اثر نہیں کر رہا ہے تو میاں صاحب کیا کرلیں گے مگر مریض کی ماں نے کہا کہ مرتو رہا ہی ہے لے جانے میں کیا حرج ہے لہٰذا ان کے تمام خاندان والے اور پھر اس مجمع کو دیکھ کر سینکڑوں راہ گیر قریب دوسو آدمی خانقاہ کی گلی میں داخل ہوئے یہ زمانہ ایسا تھا کہ بریلی میں فرقہ وارانہ فساد ہو چکا تھا اور فضا اب بھی مکدر تھی محلّہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہندوؤں نے حملہ کر دیا محلّہ میں لوگ لکڑیاں تلاش کرنے لگے سرکار قبلہؒ بھی حویلی سے برآمد ہوئے اب جو دیکھا تو مجمع کے بیچ میں ایک رکشا میں بے ہوش شخص کو لوگ سنبھالے ہوئے لا رہے ہیں بھیڑ کی وجہ سے کسی نے رکشا کو دیکھا ہی نہیں اور افواہ پھیلا دی ۔مریض کو خانقاہ میں بٹھا دیا گیا حضرت محبوب میاں صاحب قبلہ بھی موجود تھے صاحبزادگان اور سب لوگ جھاڑنے بیٹھ گئے ۔سرکار قبلہؒ خانقاہ کے بالائی

صحن میں گوشہ میں کرسی پر تشریف فرما ہوگئے اور کرسیوں پر مریض کے ساتھ جو ڈاکٹر ان کے عزیز تھے وہ اور لوگ بیٹھ گئے اور سرکار سے عرض کرنے لگے کہ ہم نے بہت سمجھایا کہ جب اسپتال والوں نے جواب دیدیا تو میاں صاحب کے یہاں لے جانے سے کیا فائدہ ہوگا مگر اس کی ماں زبردستی لے آئی ۔سرکار قبلہؒ نے مزاروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مالک ہیں یہاں لائے جانے کے بعد کسی کو نا امید نہیں کرتے جھاڑتے ہوئے بڑی دیر ہوگئی مریض کی حالت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔سرکار قبلہؒ نے حضرت محبوب میاں صاحب کا نام لے کر آواز دی اور کہا کیا حال ہے مجمع اتنا تھا کہ وہاں سے سرکارؒ کو نہ مریض نظر آرہا تھا نہ محبوب میاں صاحب ،حضرت محبوب میاں صاحب قبلہ سرکارؒ سے صرف ساڑھے تین سال چھوٹے تھے اور سرکارؒ سے اور بھائیوں کی بہ نسبت بے تکلف بھی تھے انہوں نے جھنجلا کر جواب دیا خود تو جھاڑتے نہیں کرسی پر دربار لگا کر بیٹھ گئے اور وہاں سے پوچھے جارہے ہیں کہ کیا حال ہے ۔سرکار قبلہؒ کے چہرے کا رنگ ایک دم متغیر ہوگیا سرکار نے فرمایا سامنے سے لوگوں کو ہٹاؤ میں دیکھوں ۔سرکار قبلہؒ وہیں کرسی پر تشریف فرما رہے بھیڑ چھٹ گئی اور سب جھاڑنے والوں نے ہاتھ روک لیا جیسے ہی سرکارؒ کی نظر مریض پر پڑی اس کو ایک دم جھرجھری سی آئی سرکار نے جھاڑنے والے سے فرمایا ''ہوں''،یعنی اب جھاڑو میں نے اپنا کام کردیا لمحہ بہ لمحہ مریض کی حالت سدھرنے لگی اب نیم بھی اس کو کڑوا لگنے لگا اور وہ ہوش میں بھی آگیا یہ دیکھ کر جو لوگ سرکارؒ کے پاس بیٹھے تھے اور بالکل نا امید تھے اٹھ کر گئے اور جب مریض کو ہوش میں دیکھا تو ہر ایک نے اس سے پوچھا میں کون ہوں اس نے صحیح نام بتایا تو سب لوگ سرکارؒ کے سامنے

آکر ڈھوک دینے لگے جیسے مندر میں دیتے ہیں اور کہا کہ اصل بات یہ تھی کہ ہم لوگوں کو قطعی وشواس نہ تھا کہ یہاں ایسے مریض ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ بریلی میں جو شہرت اس خانقاہ کی ہے وہ بالکل صحیح ہے اس کے بعد وہ مار گزیدہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد جب کبھی بدری پرشاد کی دوکان سے دومنگائی جاتی تو دام نہ لیتے کتنا ہی اصرار کیا جاتا وہ کہتے میاں صاحب نے ایک جان بچائی ہے جس کی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہم پانچ دس روپے لے کر کیا کریں گے جب سرکار قبلہؒ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ان کے یہاں سے دومنگانی بند کر دی۔ یہ نظر کا کرشمہ تھا کہ زہر کا اثر ایک منٹ میں ختم ہو گیا۔

فن آتش بازی

آتش بازی بنانا بھی ایک خاص فن ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے تو حضرت سراج السالکین قدس سرہ کے عرس کے موقع پر شاہجہاں پور کے مایۂ ناز آتش بازی لے کر آتے تھے اور رات کو قل کے بعد اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے تقسیم کے بعد زیادہ تر لوگ پاکستان چلے گئے پھر بھی ایک آتش باز ننّو خاں برابر لاتے رہے۔ شب برات کے زمانے میں سرکار قبلہؒ خود بھی آتش بازی کا مصالحہ منگوا کر صاحب زادوں کو دیتے تھے اور صاحب زادگان خود بھی منگاتے تھے لوہے کو باریک پیسا جاتا تھا طرح طرح کی مشقیں کی جاتی عزیز اقارب کے علاوہ بہت سے لوگ سرکارؒ کے شاگرد تھے اور ہر آدمی اس موقعہ پر سرکار قبلہؒ سے تنہائی میں ہدایت لینے کی فکر میں رہتا تھا اور جب سرکارؒ کو تنہا پاتا ان سے دریافت کر لیا مثلاً سہرے کے پھولوں میں رنگ کے لئے فلاں چیز کتنی مقدار میں ڈالی جائے

لوہااتنا باریک ٹھیک ہے ہااور باریک کیاجائے وغیرہ وغیرہ اپنی اپنی تیاری کوایک دوسرے سے خفیہ رکھا جاتا تھا حضرت جعفر میاں صاحب اور نصیر میاں صاحب کو خاص مہارت حاصل تھی اپنے ہاتھ سے تمام اجزا کوکوٹ چھان کرتیار کرتے تھے اور پھر ۱۴ رشعبان کی رات کو آستانے کے سامنے لائیٹ بند کر کے صحن میں سب کا مظاہرہ ہوتا تھا کافی مجمع ہوجاتا تھا سرکار قبلہؒ تشریف فرما ہوتے تعریف فرماتے جاتے اور بعض نقص کی طرف بھی اشارے فرماتے تھے کہ فلاں چیز کم رہ گئی یا لوہا خراب تھا۔ یہ آتش بازی ایسی ہوتی تھی کہ بڑے بڑے آتش باز اسے دیکھنے آتے تھیے اور سرکارؒ سے کچھ سیکھ کرہی جاتے تھے۔ غرض یہ کہ ہرفن میں یہ ذاتِ والاصفات کامل تھی۔

کشتی کے تمام داؤپیچ جانتے تھے ایک زمانے میں ترکی کا ایک مشہور پہلوان آیا تھا وہ اس سے پہلے کوئی پچیس سال قبل خانقاہ میں آچکا تھا سرکار قبلہؒ نے اس کا تعارف مجھ سے کرایا اس نے کہا کہ میاں صاحب کی طاقت کا کچھ ٹھکانہ نہیں ہے سیدھا انڈا کسی طرح نہیں ٹوٹتا میری میاں صاحب سے شرط ہوگئی میاں صاحب نے صرف دوانگلیوں کے بیچ میں پھنسا کر توڑ دیا میں نے ایسا شہ زور نہیں دیکھا حالانکہ میں دنیا کے ہر ملک میں گیا ہوں اور کئی میڈل جیت چکا ہوں یہ چاندی کے روپیہ کو چٹکی میں دبا کر دہرا کر دیا کرتے تھے۔

حضرت جعفر میاں صاحب اور عابد میاں کی برات لے کر جب سرکار جے پور سے لوٹے میں بھی ہمراہ تھا نمبئی کے اسٹیشن پر ڈاکوؤں نے ڈبّہ پر حملہ کر دیا چونکہ شہرت تو پہلے سے ہی تھی آدھ گھنٹہ تک لڑائی ہوتی رہی سرکار نے بندقیں سب بند کر کے رکھدیں

اور نیچے اتر آئے وہ لوگ ہتھیار بند تھے اور ہم سب نہتے سب کے چوٹیں آئیں مگر سرکار کے پاس جو جاتا تھا وہ ایسا داؤں کرتے کہ اسی وقت گرتا پڑتا الٹا بھاگتا دور جا کر گر جاتا تھا اور سرکارؒ کے خراش بھی نہیں آئی۔

میری ڈائری میں اور بھی لڑائی کے کئی واقعات ہیں مگر تفصیل میں نہ جا کر اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

کشف وکرامات

سرکار قبلہ قدس سرہ کی ذات اقدس ایک مجسم کرامت تھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کے ہر فعل سے کشف کا اندازہ ہوتا ہے۔فنون کی مہارت کے سلسلے میں کئی واقعات آچکے ہیں یہاں صرف دو چار خاص واقعات ہی لکھوں گا۔میں نے اس امر کی کوشش نہیں کی ہے کہ اپنے پیر بھائیوں سے ان کے ذاتی تجربات اور مشاہدات معلوم کر کے ان کے حوالے سے سرکارؒ کی کرامت کا ذکر کرتا میں نے تو صرف اپنی ڈائریوں کے اوراق سے ہی اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔سرکارؒ کے لاکھوں مرید ہیں آپ کسی سے بھی دریافت کرلیں ہر ایک کے ساتھ کوئی نہ کوئی غیر معمول واقعہ پیش آیا ہوگا جس کو دیکھ کر وہ مرید ہوا ہوگا۔

(۱) ایک سال بڑے عرس کی محفل میں بہت زبردست مجمع تھا اس لئے کہ ایک مشہور قوال عبدالرحمٰن کانچ والا پہلی مرتبہ خانقاہ میں آیا تھا اور اس کے گانے کا انداز بھی عجیب تھا وہ کھڑے ہو کر گاتا تھا۔خانقاہ کے سماع خانے کی چھت بہت اونچی ہے۔تیسری منزل کی اونچائی ہے تمام چھت مستورات سے پٹی پڑی تھی اور تمام خانقاہ آدمیوں سے

کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ سماع خانے کی پشت پر ایک گلی ہے جو نیم پختہ ہے۔ سرکار قبلہؒ محفل سماع میں تشریف فرما تھے اور قوالی بہت پر کیف ہو رہی تھی عبدالرحمٰن کانچ والے نے سرکار قبلہؒ کی غزل شروع کی

اچھا یہ محبت میں اثر دیکھ رہا ہوں　　تم ہی نظر آتے ہو جدھر دیکھ رہا ہوں

قوال پر روپیہ کی بارش ہو رہی تھی سرکار قبلہؒ بھی اس کے گانے کی تعریف فرما رہے تھے یہ کھڑے ہو کر گا تا تھا اتنے میں چھت پر سے رونے پیٹنے کی آواز آنے لگی اور عورتوں کی چیخ پکار کی آوازیں بھی آئیں زینہ میں کھلبلی مچ گئی سب لوگ ادھر متوجہ ہوئے معلوم کیا کہ کیا بات ہے تو معلوم ہوا کہ ایک چھ سال کی لڑکی خانقاہ کی چھت پر سے پیچھے گلی میں گر پڑی سرکار قبلہؒ نے بھی دریافت کیا اور جب واقعہ معلوم ہوا تو کچھ توجہ نہیں کی اور قوالی جاری رہی لوگ وہاں پہنچ گئے یہ خیال تھا کہ سر پاش پاش ہو گیا ہو گا مگر لڑکی خود سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی اتنے اونچے سے گرنے سے اس کے حواس باختہ تھے مگر ایک خراش تک اس کے جسم پر نہیں آئی تھی جب یہ حال معلوم ہوا تو ہر شخص سرکار قبلہؒ کی اس کرامت کا ذکر کرنے لگا۔ جب سرکارؒ نے واقعہ سن کر کچھ توجہ نہیں دی تھی تو میرے دل میں خیال آیا تھا کہ بریلی کی پبلک شاید اس بات کا احساس کرے کہ ایک جان ضائع ہوئی اور میاں صاحب گانا ہی سنتے رہے اب یہ حقیقت روشن ہوئی کہ گرنے سے پہلے ہی لڑکی کو سنبھالا جا چکا تھا۔ اس واقعہ کے اس وقت بھی سینکڑوں گواہ ہیں۔

(۲) میں ویسٹرن انڈین ماچس کمپنی دو مکو کی بریلی برانچ میں ملازم تھا اس زمانے میں جوشی نام کا ایک پہاڑی افسر منیجر اور چیف انجینئر کے بہت منہ لگا ہوا تھا فیکٹری سویڈن کی تھی

اوراس وقت تک منیجر اور چیف انجینئر انگریز ہی ہوتے تھے ۔جوشی ضرورت سے زیادہ خوشامد پسند واقع ہوا تھا میرا تعلق اس ہی کے محکمہ سے تھا۔ میں ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا دوسرے مجھے خالی وقت بھی نہیں ملتا تھا کہ جا کر اس کی ہاں میں ہاں ملاتا میں کیمکل اسٹور کا انچارج تھا جوشی کو مجھ سے رنجش ہوگئی۔ فیکٹری میں یہ بات مشہور تھی کہ اگر کسی افسر کو سزا دینی ہوتو اس کی ڈیوٹی بائیلر پر لگا دیتے ہیں یہ وہ زمانہ تھا کہ ام المریدین حضرت بیوی صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور سرکار قبلہؒ کا زیادہ تر وقت تصنیف وتالیف میں گذرتا تھا سرکارؒ شب میں اپنے کمرے میں تشریف رکھتے تھے اور میں ہی کتابت کرتا تھا۔ سرکار قبلہ مضمون اس طرح بولتے تھے کہ جیسے بہت سی کتابیں سامنے رکھی ہوں میں نے سرکارؒ کو کبھی کسی کتاب کا مطالعہ تصنیف کے وقت کرتے نہیں دیکھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ علم کا بحر ذخار ہے جو اُمڈا چلا آتا ہے اور خوبی یہ کہ اگر نظم کا موقع ہوا تو اس کے اشعار بھی برجستہ لکھواتے رہتے تھے جیسے نثر بولتے تھے مجھ پر اتنا کرم تھا کہ جس موضوع کے لئے عرض کرتا اس پر علیحدہ رسالہ لکھوا دیتے تھے ۔میں نے میلا دشریف کے لئے عرض کیا کہ جس طرح بڑے حضرت کا رسالہ ''احسن المطالب فی میلا د علیؑ ابن ابی طالب'' ہے جو تیرہ رجب کو میلا دشریف میں پڑھا جاتا ہے اسی طرح سرکار بھی کوئی رسالہ لکھ دیں جو محفل میلاد میں پڑھا جائے تو سرکار قبلہؒ نے دو رسالے ''رازِ تخلیق'' جو نثر میں ہے اور میلا دمنظوم جو نظم میں ہے برجستہ لکھو دیئے۔

آمدم برسرِ مطلب: جوشی جی نے میری ڈیوٹی بائیلر پر لگادی وہاں بھٹی کے سامنے دن بھر کی ایندھن کا حساب رکھنا پڑتا تھا اور یہ دیکھنا پڑتا تھا کہ کوئی کارآمد چیز تو

ایندھن کے ساتھ نہیں جھونکی جا رہی ہے یہ کام بہت مشکل تھا مجھے تو گھر پر بھی کبھی باورچی خانے میں بیٹھنے کا اتفاق بھی نہ پڑا تھا غرض دن بھر میں میرا برا حال ہو گیا حسب معمول جب رات کو سرکارؒ کی خدمت میں بیٹھا اور کتابت شروع کی تو سرکار کچھ فرماتے اور میں کچھ لکھتا دماغ ماؤف تھا سرکارؒ بیچ بیچ میں حقہ کا کش لیتے اور پھر مجھ سے دریافت فرماتے کہ کیا لکھا میں سناتا تو فرماتے ''ارے بھائی یہ کہاں سے لکھ لیا میں یہ کب بولا تھا'' جب اس طرح دو تین مرتبہ ہو گیا تو سرکارؒ نے دریافت فرمایا کہ خیریت تو ہے تمہاری طبیعت کیسی ہے تو میں نے عرض کیا کہ سرکار طبیعت تو ٹھیک ہے مگر آج یہ واقعہ پیش آیا اور میرا دماغ دھوئیں اور آگ کی وجہ سے ماؤف سا ہے۔ سرکارؒ نے فرمایا اچھا جاؤ آرام کرو کل لکھوائیں گے میں نے بہت عرض کیا کہ اب میں صحیح لکھوں گا فرمایا کہ نہیں اب میں گانا سنوں گا تم آرام کرو۔ کل ہی لکھواؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ کل تو شاید اس سے بھی بدتر حال ہو فرمایا دیکھا جائے گا۔''

دوسرے دن بھی جوشی جی نے بائیسلر پر ہی بھیجا۔ فیکٹری کا منیجر دس بجے فیکٹری کے راؤنڈ پر آتا تھا مگر بائیلر کی طرف کبھی نہیں جاتا تھا انگریزوں کو گرمی کے زمانے میں ویسے ہی تکلیف ہوتی ہے نہ کہ بائیلر کی تپش ان سے کیسے برداشت ہوتی غرض اس روز راؤنڈ لیتا ہوا بائیلر پر آ گیا مجھے دیکھ کر انگریزی میں کہا ''تم یہاں کیسے؟'' میں نے کہا کل سے جوشی جی نے یہاں لگا رکھا ہے۔ اس اسی وقت ایک دوسرے شخص کو جوڑ یلی وتجیز میں تھا میری جگہ کھڑا کیا اور مجھے ساتھ لے کر سیدھا جوشی کے کمرے میں پہنچا۔ جوشی منیجر کو دیکھ کر سٹ پٹا گیا۔ پھر اس نے جوشی کو میرے سامنے پھٹکارا اور کہا کہ

آئندہ ان کو کیمکل اسٹور سے کہیں نہیں بھیجا جائے اب تو جوشی جی کے سلوک میں نمایاں فرق آ گیا منیجر کا نام ایکسل سن تھا اس نے ایک سال میں مجھے تین ترقیاں (انکری مینٹ) دئے۔ رات کو جب میں سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں بے قرار تھا کہ آج کا واقعہ سناؤں مگر سرکارؒ جاتے ہی فرمایا ''ہاں کل کہاں تک لکھا تھا'' اور پھر آگے لکھوانا شروع کر دیا مجھے بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا جب اس روز کا کام ختم ہو گیا تو مجھ سے نہ رہا گیا میں نے عرض کیا کہ سرکار آج تو یہ کرم ہوا سرکار نے فرمایا ''وہ تو آپ کی صورت سے معلوم ہو گیا تھا کل آپ کی صورت پر بارہ بج رہے تھے'' اور پھر مسکرائے اس انداز سے جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ مجھے کیا سنا رہے ہو میں نے ہی تو منیجر سے یہ سب کچھ کرایا۔ اس قسم کے اور سینکڑوں واقعات دورانِ ملازمت میں پیش آئے۔

(۳) ایک صاحب ریلوے میں ملازم تھے جس زمانے کا میں واقعہ لکھ رہا ہوں ٹکٹ کلکٹر تھے۔ ان کا نام ساگر تھا وہ ٹونڈلہ اسٹیشن پر تعینات تھے یہ ۱۹۵۵ء کی بات ہے جب میں نے ان کو پہلی مرتبہ دیکھا سرکار قبلہؒ کے لئے دیسی گھی لے کر آئے تھے سرکار نے پیسے مجھے دے کر فرمایا کہ غلام خواجہ (ملازم خاص) کو دیدو کہ عرس کے لئے رکھدے سرکار قبلہؒ کو اپنے شیخ سے زبردست رابطہ تھا لوگ سرکارؒ کے واسطے اچھے قسم کے چاول گھی اور دوسری چیزیں لاتے تھے مگر وہ خود استعمال نہیں فرماتے تھے عرس کی فاتحہ کے لئے رکھ دیتے تھے۔ خیر ان صاحب کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ غیر مسلم ہیں سرکار نے میرا تعارف ان سے کرایا مگر ان کے لئے صرف یہ فرمایا کہ ابھی آگرے کے قیام میں سلسلے میں داخل

ہوئے ہیں تھوڑی دیر کے بعد سرکار قبلہؒ حویلی میں تشریف لے گئے تو میں نے ان سے ان کا نام معلوم کیا انہوں نے پورا نام بتایا تھا جو مجھے یاد نہیں رہا آخر کار ساگر یاد آگیا سرکارؒ انہیں ساگر کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں ریلوے میں ٹی۔ٹی ہوں ۔سرکارؒ کا چیلہ ہوں میں نے دریافت کیا کہ آپ کب مرید ہوئے بولے میرے مرید ہونے کا واقعہ آپ کو سناتا ہوں مگر سرکارؒ نے منع فرمادیا تھا مگر آپ تو ان کے ہی ہیں اس وجہ سے سناتا ہوں۔

سرکار قبلہؒ ام المریدین بیوی صاحبہؒ کے علاج کے سلسلہ میں آگرہ میں قیام فرماتے تھے مدن موہن دروازہ بتاشوں والی گلی میں ایک ہماری آبائی حویلی ''میر منزل'' کے نام سے تھی اس میں قیام تھا۔ مکان کے پھاٹک کے آگے کرسیاں پڑی رہتی تھیں خالی وقت میں سرکار قبلہؒ وہاں تشریف رکھتے تھے۔ اس زمانے میں یہ ساگر صاحب سائیکل پر اس گلی سے گذر رہے تھے اس کے آگے ان کا بیان تحریر کرتا ہوں ''میری نظر سرکار پر پڑی اور مجھے خیال آیا کہ میں نے ان کو کہیں دیکھا ہے اور پھر فوراً مجھے یاد آگیا کہ کہاں دیکھا ہے اور میں سائیکل سے اتر گیا مگر مسلسل ان ہی کو دیکھے جارہا تھا اتنے میں سرکار کی نظر مجھ پر پڑی اور وہ دیکھتے ہی مسکرائے میرا رہا سہا شک بھی مٹ گیا میں نے لپک کر ان کے پاؤں چھوئے سرکار نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا میں بیٹھ گیا مگر میرے من میں ایک سیلاب سا اٹھ رہا تھا اور زبان گنگ تھی اتنے میں سرکارؒ نے دریافت فرمایا کہ آپ کا کیا نام ہے اور کیا آپ کو مجھ سے کچھ فرمانا ہے اتنی دیر میں میرے حواس کچھ درست ہو چکے تھے۔ میں نے کہا آپ کو سب معلوم ہے میرا نام بھی اور میری غرض بھی میں آپ

کا چیلہ بننا چاہتا ہوں سرکارؒ مسکرائے اور فرمایا تھوڑے سے بتاشے لیے آؤ پاس ہی کئی دوکانیں تھیں میں لے آیا سرکارؒ نے اندر کمرے میں لے جا کر مجھے مرید کیا۔'' میں نے کہا کہ آخر وہ کیا بات تھی جو سرکار پر نظر پڑتے ہی آپ کو یاد آئی جواب دیا کہ وہ بات مجھے معلوم تھی یا بھگوان کو وہ بات یہ تھی کہ ایک سال میں گنگا اشنان کے سلسلے میں میلے میں گیا اور ایک پتھر پر پاؤں رکھے نہا رہا تھا کہ پاؤں پھسل گیا اور میں پانی ڈوبنے لگا ایک دم میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ پانی پر آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اٹھا کر کنارے پر رکھ دیا مجھے اچھی طرح یاد ہے بھلا جان بچانے والے کو میری نظر کیسے بھول سکتی ہے وہ بزرگ یہی سرکارؒ تھے۔ساگر صاحب جوان آدمی تھے وہ اس وقت بھی اس واقعہ کی تصدیق کریں گے ممکن ہے ترقی پا کر کسی بڑے عہدے پر ہو گئے ہوں سرکارؒ کے بعد سے میں نے انہیں دیکھا۔

(۴) خلیفہ مولوی قطب الدین صاحبؒ غازی پوری کا ذکر اس کتاب میں کئی جگہ آیا ہے ان کے ایک مرید فقیر محمد صاحب تھے وہ مولوی صاحبؒ کے انتقال کے بعد کئی مرتبہ عرس میں بریلی شریف آئے سرکار کے منجلے صاحبزادے عابد میاں صاحب کے پاس زیادہ بیٹھے تھے میں بھی ہر اس محفل میں ہوتا تھا جن میں باہر کے لوگ ان کے پاس بیٹھتے تھے انہوں نے یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ ان پر قتل عمد کا ایک جھوٹا مقدمہ چل گیا بلکہ خود مقتول نے اپنے نزاعی بیان میں لکھوا دیا کہ فقیر محمد نے مجھ پر گولی چلائی اس بات سے وہ بہت پریشان تھے انہوں نے اپنے پیر کو غازی پور اطلاع دی مولوی صاحب مرحوم نے پورا قصہ سرکار قبلہؒ کو بریلی لکھ کر بھیجدیا اور کرم ملتجی ہوئے۔اس کا جواب سرکار قبلہؒ نے

مولوی صاحب کو دیا کہ وہ خاطر جمع رکھیں انشاء اللہ بالکل بری ہوجائیں گے۔ ان کا بیان ہے کہ میرے پاس اطلاع آنے پر جب میں فیصلہ سننے تاریخ پر گیا تو معلوم ہوا کہ میرے مخالفین نے مقدمہ خود ہی واپس لے لیا اور میں سرکارؒ کے کرم سے بالکل بری ہوگیا۔ فقیر محمد خاں صاحب نے اور بھی کئی واقعات سنائے تھے مگر میری ڈائری میں صرف یہ ایک واقعہ تھا۔

(۵) خلیفہ منظور حسین صاحب مرحوم رئیس آنولہ کا ذکر بھی میرے گھر کے پسِ منظر میں آچکا ہے، ان کا انتقال ۱۹۴۵ء میں ہوگیا تھا ان کے چھوٹے بھائی خلیفہ شیخ اصغر حسین صاحب مرحوم خانقاہ کے حاضر باشوں میں تھے اور جے پور بھی غریب خانے پر کئی مرتبہ قیام رہا۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۶۴ء کو جب وہ چھوٹے عرس میں آئے ہوئے تھے، سرکار قبلہؒ کے سامنے منظور حسین صاحب مرحوم کا ذکر نکل آیا دوران گفتگو میں انہوں نے کہا ''اور حضور وہ واقعہ مقدمے والا تو الم نشرح ہے'' سرکارؒ نے فرمایا کہ ہاں سراج السالکین قدس سرہ کا بڑا کرم ہوا تھا، میں نے شیخ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا واقعہ تھا تو انہوں نے مندرجہ ذیل واقعہ سنایا۔

انگریزی حکومت کے زمانے میں آنولہ میں ہندو مسلم فساد ہوگیا، کئی گرفتاریاں ہوئیں ان میں منظور حسین صاحب مرحوم بھی گرفتار ہوگئے، خیر ضمانت پر رہا ہو کر سیدھے خانقاہ شریف آئے سرکارؒ کو اطلاع ہوئی تو حویلی سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ منظور صاحب مرحوم کو پکا یقین ہوگیا کہ اب کوئی میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ مقدمے کے فیصلے کے دن سب لوگوں کو یقین تھا اور وکلا بھی یہ کہتے تھے کہ ان کو سزا ضرور ہوگی کیونکہ

واقعی یہ بلوے میں ملوث تھے۔ منظور صاحب مرحوم کو چونکہ یقین تھا لہٰذا وہ بن سنور کر پان کھا کر عدالت میں پہنچے جج نے فیصلہ سنایا کہ ملزم منظور حسین بری باقی سب ملزمان کو اتنے اتنے سال کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ فیصلہ سن کر ہر ایک حیرت زدہ رہ گیا۔ منظور حسین صاحب کچہری سے سیدھے بریلی روانہ ہوئے اور خانقاہ میں آ کر سرکارؒ کے قدموں میں گر گئے اور کہا کہ مجھے تو حضورؒ نے بچا ہی لیا باقی سب کو سزا ہو گئی۔

میرے سرکار قبلہؒ کی شخصیت میں ایسی کشش تھی کہ ہر شخص دیکھ کر گرویدہ ہو جاتا تھا۔ بہزاد لکھنوی کسی زمانے میں ریلوے میں ملازم تھے وہ سرکارؒ سے واقف بھی نہ تھے۔ اختلاج کے مریض تھے سفر ہی میں ایک مرتبہ سرکارؒ کی زیارت کی اور پھر سرکارؒ کے ہو رہے۔ سرکارؒ جب سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو راستہ بھر ہم سفر فرشِ راہ ہوتے رہتے تھے، جس اسٹیشن پر اترنا ہوتا وہاں کے پلیٹ فارم پر یہ عالم ہوتا تھا کہ بلا قیدِ مذہب وملت ہر شخص آ کر دست بوسی کرتا تھا اور بعد میں کسی ہمراہی سے دریافت کرتا تھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اس صورتِ مقدس میں کوئی کشش ایسی تھی کہ آدمی اپنے آپ کو بھول جاتا تھا اور ان کی طرف کھنچتا تھا یہ حال تو بالکل نا آشنا لوگوں کا تھا۔ اسی طرح کے ایک سفر میں بہزاد صاحب مرید ہوئے تھے اور پھر سرکارؒ سے اتنا تعلق بڑھا کہ ان کے کلام کے جتنے مجموعے ہیں سب کو سرکار قبلہؒ کے اسم گرامی سے معنون کیا ہے اور اشعار میں سینکڑوں جگہ اپنی غلامی پر فخر کیا ہے۔

(۱)

اس کا بندہ ہوں جسے قبلہ نما کہتے ہیں
اس کو بہزاؔد عزیز دوسرا کہتے ہیں

(۲)

میں نیازی بھی نظامی بھی ہوں بہزاد حزیں
مجھ کو ہے فخرِ غلامی غلامانِ رسول

سرکار قبلہؒ کے دیوان شریف ''راز نیاز'' کی ترتیب بھی انہوں نے ہی کی، پاکستان منتقل ہونے کے بعد بھی سرکارؒ کی حیات تک برابر حاضر ہوتے رہتے تھے۔

اسی طرح خلیفہ محمود حسین صاحب دہلوی بھی ریلوے میں ملازم تھے اور ایک نظر میں سرکارؒ کے ہوگئے وہ پاکستان منتقل ہوگئے تھے اور عرس میں حاضری دیتے رہے، ان کے کئی غیر مسلم مریدین اب بھی ہیں۔

غیر قوم کے جتنے لوگ میرے سرکار قبلہؒ کی غلامی میں داخل ہوئے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے اور ان میں کا ہر شخص کوئی نہ کوئی محیر العقول واقعہ دیکھ کر ہی مرید ہوا۔ بمبئی کے سیٹھ لال بھائی پٹیل سرکارؒ کے خلیفہ تھے جنہوں نے جرمنی اور امریکہ میں سلسلۂ نیازیہ کی اشاعت کی۔ ۱۹۶۷ء میں سرکارؒ کے وصال سے چند ماہ پیشتر ان کا انتقال ہوگیا۔

ان کے بھائی پران لال اور رام کشن جی کا مرید ہونے کا واقعہ میں لکھ چکا ہوں وی-وی-پئی ایڈوکیٹ، ڈی. کے. شاہ، ہرمنر جی، رام کشن چاندی والے دہلی کے مشہور سیاست دان مدن موہن چتر ویدی جو جواہر لال جی کے ساتھ جیلوں میں رہے تھے، غرض

صدہا غیر مسلم مرید ہوئے۔

پتہ نہیں مدن موہن چترویدی حیات ہیں یا نہیں، بڑے اچھے عقیدے کے آدمی تھے۔ایک مرتبہ سرکار قبلہؒ کے کمرے میں مبارک حسین قوال گا رہے تھے سرکارؒ اپنی ایک غزل سنوار رہے تھے، جب مبارک نے یہ شعر گایا۔

سنتے ہیں خزاں کا وہاں عالم نہیں ہوتا
جنت میں بھی شاید تیرے دامن کی ہوا ہو

تو چترویدی جی ایک دم بولے ''شاید کیوں ؟ اجی آپ کے دامن کی ہوا نہ ہوگی تو ہم جنت میں جائیں گے ہی کیوں'' مجھے ان کی یہ برجستہ بات اتنی اچھی لگی تھی کہ میں نے اسے اپنی ڈائری میں لکھ لیا تھا۔ان کی بھتیجی کنول اور ان کے داماد بھی سرکارؒ کے مرید تھے۔

اجمیر شریف کے عرس کے موقعہ پر سینکڑوں غیر ملکی سرکارؒ کو دیکھتے ہی ساتھ ہو جاتے تھے اور غلامی میں داخل ہو جاتے تھے اور ان کی تعلیم بھی ایک معجزہ ہوتی تھی، یعنی انگریزی نہیں جانتے تھے، ہندوستانی نہیں جانتے تھے۔ہم میں سے کوئی سرکارؒ کا مانی الضمیر انہیں کیسے سمجھاتا اور ان کی بات سرکارؒ تک کیسے پہنچتی۔ہم تو یہ دیکھتے تھے کہ سرکارؒ سب کو ہٹا کر تخلیہ میں ان کو تعلیم دیتے تھے اور جب وہ باہر نکلتے تھے تو بالکل مطمئن معلوم ہوتے تھے۔ہمیں یہ معلوم تھا کہ سرکارؒ فارسی، اردو، عربی، پشتو،، پنجابی زبانیں جانتے تھے مگر اس کے علاوہ بھی کون کون سی زبانیں جانتے تھے، یہ اندازہ جب ہی ہوتا تھا جب کوئی غیر ملکی تخلیہ سے باہر آتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک فرانسیسی تو کافی دن سرکارؒ کی خدمت میں بریلی شریف رہا۔ٹپ

میں سرکارؒ کی تقریر بھر کر لے گیا اور قوالی بھی بھری۔ اس کے خطوط تعلیم کے سلسلے میں اکثر آتے رہتے تھے، سرکارؒ مجھ سے ان کے جواب لکھواتے رہتے تھے۔

کسی غیر قوم کے آدمی کے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ ایسے باشرع پکے مسلمان کا مرید ہو۔ ان لوگوں کا غلامی میں داخل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ذات والا صفات اپنے اندر ایک ایسی جاذبیت ایک لازوال استقامت بے نظیر استغناز بردست قناعت اور ایک مخصوص میلان رکھتی تھی۔ سرکار قبلہؒ ایک درویش کامل۔ عارف خدا پرست جامع شریعت وطریقت اہل تسلیم وتوکل، جلال وجمال کے مالک، حال وقال کی راہ کے سالک صاحب ورع وتقویٰ دنیا سے بے تعلق تہذیب وتزکیہ نفس سے آرستہ گداختہ دل برشتہ جگر اس کے ساتھ خلیق ومتواضع ،عوام سے حسن وسلوک کرنے والے مگر امرائے وقت اور اہلِ دول سے بے نیاز غرض خلق محمدیؐ کا نمونہ تھے ایک طرف وہ تمام علوم خصوصاً فقہ اور تصوف میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ دوسری طرف ان کی ذات عملی تصوف کا پیکر تھی، باطنی صلاحیت اور خاندانی تربیت سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی اور وہ یگانۂ روزگار کہلائے ،عبادت وریاضت میں بھی منفرد تھے۔ شکار کے موقع پر خطرناک جنگلوں میں سفر وحضر میں اوقات کی پابندی کا لحاظ رکھتے تھے۔

حضرت محبوب میاں صاحب قبلہ ان کے ایسے بھائی ہیں، جو ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔ ان سے زیادہ سرکار قبلہؒ کے ذاتی حالات کا جاننے والا کون ہوگا، وہ اپنے تذکرہ ''یادگار عزیز'' کے صفحہ ۱۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

''تقریباً ساٹھ سال میرا ان کا ساتھ رہا، لیکن کہیں بھی کسی حال میں بھی میں

نے ان کو ایک لمحہ کے لئے بے خبر یا بھولتے نہ پایا۔ میں نے اپنی عمر میں ان سے زیادہ عبادت گذار اور ریاضت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔'' اس سلسلے میں اغیار کے بیان کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی، جتنی کہ ایک گھر والے کی اس لئے کہ وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر کام کی نگرانی کرسکتا ہے، جب کے اغیار یا مریدین زیادہ تر ظاہری کو دیکھ سکتے ہیں۔ والد صاحبؒ نے صحیح فرمایا ہے۔

محمدؐ تقی نظامی نیازی

شبیہہ حقیقت بہ شکل مجازی

رابطۂ شیخ

بزرگانِ دین کے حالات میں پڑھتے آئے ہیں کہ ان کو اپنے شیخ طریقت سے بڑا رابطہ ہوتا تھا یہ سب پڑھا ہوا اور سنا ہوا ہے اور میں نے اپنے شیخ کا جو رابطہ ان کے پیر سے دیکھا اس کی مثال ہی نرالی ہے۔ شنیدہ کہ بود مانند دیدہ۔ کوئی محفل میرے علم میں ایسی نہیں ہوئی کہ جس میں میرے سرکار قبلہ کسی نہ کسی جہت سے اپنے شیخ کا ذکر نہ فرماتے ہوں ان کے کلام میں سینکڑوں شعر اور پوری پوری غزلیں ہیں جن میں اپنے شیخ کا ذکر یا نام ہے یاد ہے۔ سرکارؒ جب حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ کا ذکر فرماتے تھے تو چہرہ اقدس پر ایسا رنگ آجاتا تھا جس سے محبت ہی محبت ٹپکتی تھی اور حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ کی ایک ایک چیز سے ایسی محبت تھی جس کی مثال نہیں ہے، ان کی ایک ایک چیز اس احترام سے رکھتے تھے کہ باید و شاید۔ ویسے تو ہر مرید اپنے پیر کی جو چیز اس کے پاس ہوتی ہے وہ اس کا بہت احترام کرتا ہے مگر عملی زندگی میں یہ چیز ناممکن ہے کہ ایسا

پیر جو باپ بھی ہو اور ایسا باپ جو عاشق بھی ہو اس کی کس کس چیز کو آدمی احترام سے رکھے گا، مگر میں نے اپنے سرکارؒ کو دیکھا کہ باوجود اتنے نازنعم میں پرورش پانے کے اپنے شیخ کی ہر چیز کو ایسے احترام واحتیاط سے رکھتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور نہ کبھی اُن کی کوئی چیز استعمال فرماتے تھے۔

نازونعم سے پرروش پانے کی بات نکلی تو ایک واقعہ یاد آ گیا، آپ اس سے اندازہ کیجئے کہ حضرت سراج السالکینؒ قدس سرہٗ میرے سرکارؒ سے کیسی محبت فرماتے تھے۔

سرکار قبلہؒ جب بہت چھوٹے تھے ممبئی سے ایک بہت خوبصورت چینی کے چائے کا سیٹ آیا تھا، حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ حویلی میں وہ پیکٹ کھلوا رہے تھے جس سیٹ میں آیا تھا اس کی ایک پیالی حضرتؒ نے نکالی اور گھر میں دکھائی، میرے سرکارؒ نے بھی ہاتھ بڑھا دیا۔ حضرتؒ نے اُن کو دیدی، آپ نے کچھ دیر دیکھا اور پھر زمین پر پھینک دی چھنا کہ ہوا پیالی ٹوٹ گئی اور اُس کی آواز سن کر سرکارؒ بہت ہنسے سرکارؒ کی والدہ نے اشارے سے ڈانٹا مگر حضرتؒ نے دوسری پیالی دیدی اُنھوں نے وہ بھی توڑ دی۔ اس طرح سے کئی پیالیاں تڑوادیں اور فرمایا کہ ایسے سینکڑوں سیٹ اس کی ہنسی پر قربان ہیں یہ واقعہ میرے سرکارؒ نے مجھے سنایا تھا۔

میں رابطہ کا ذکر کر رہا تھا، مجھے ایک واقعہ یاد آیا جون ۱۹۴۸ء میں جب پڑھنے کی غرض سے بریلی گیا اور میرا داخلہ بریلی کالج ہو گیا تو میرے قیام کے لئے، سرکار نے سماع خانے کے اوپر کا کمرہ دیا، جس میں ایّام عرس میں کھانا کھلایا جاتا تھا پہلے ایک چھوٹا کمرہ تھا جس میں اکثر موسم گرما میں حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ دوپہر کو آرام

فرماتے تھے، اس کے آگے لمبا کمرہ تھا اس کمرے میں سب سامان کاٹ کباڑ کا بھرا ہوا تھا۔ سرکارؒ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو صاف کر لینا اور یہاں اپنا انتظام کر لینا یہ چھوٹا کمرہ بہت متبرّک ہے، اس میں ابّا آرام فرماتے تھے۔ غرض یہ کہ میں نے کمرے کی صفائی کر لی اور کاٹ کباڑ ایک طرف لگا دیا اس میں لکڑی کا ایک ٹکڑا قریب دو فٹ لمبا اور دو انچ چوڑا دو انچ موٹا تھا وہ میں نے فرش کے ایک کونے پر بطور میر فرش رکھدیا تا کہ فرش ہوا سے سمٹ نہ جائے۔ سرکارؒ قبلہ تشریف لائے اور بہت تعریف فرمائی، ایک دم سرکارؒ کی نظر لکڑی کے اس ٹکڑے پر پڑی اور سرکارؒ نے بڑی تیزی سے اسے اُٹھالیا اور بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا، آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ فرمایا میاں یہ ابّا کے رہیلو کی ٹوٹی ہوئی لکڑی ہے اور پھر اسے سینہ سے لگا کر لے گئے تو ایسا تعلق نہ کہیں دیکھنے میں آیا نہ سننے میں، گویا ان کو اس لکڑی کے ٹکڑے پر حضرتؒ کی انگلیوں کے نشان نظر آرہے تھے۔

بہ زمین کہ نشانے کف پائے تو بود ۔۔۔ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

چونکہ میرے سرکارؒ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ کی اولاد میں تھے چنانچہ وہی رابطہ جو حضرت بابا صاحبؒ کو اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب قدس سرہٗ سے تھا وہی میرے سرکارؒ کو اپنے شیخ سے تھا حضرت شیخ المشائخ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہٗ نے مکتوبات کلیمی (مطبع یوسفی دہلوی ۱۳۰۱ھ) کے صفحہ انتیس (۲۹) پر حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کے واقعات میں تحریر فرمایا ہے کہ "شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ می فرمود کہ روز قیامت اگر حضرت حق جلّ شانہٗ بصورت خواجہ قطب الدین کہ پیر من است تجلّی خواہد کرد خواہم دید والاّ نہ"۔ یہ مرید اور پیر کے تعلق کی معراج

ہے اور یہ ہی شان میں نے اپنے شیخ کی دیکھی۔

حادثات اور واقعات کے لئے وقت کا فاصلہ ایک مرہم کا کام کرتا ہے جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے آدمی واقعہ کی اہمیت کو فراموش کرتا جاتا ہے مگر سرکارؒ کو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت سراج السالکین کی جدائی کو ایسا خیال فرماتے تھے جیسے ابھی چند روز ان کو اپنے شیخ سے جدا ہوئے ہوں۔ سرکار قبلہؒ نے سینکڑوں صلیاں لکھی ہیں ان میں زیادہ تر حضرت سراج السالکین کا اسم گرامی کئی کئی انداز سے لکھا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس کا ہی نام ہر وقت یاد رہتا ہے حضرت قدس سرہٗ کے عرس میں قل سرکار قبلہؒ کی غزل پر ہوتا ہے جس کے مقطع میں سرکارؒ فرماتے ہیں۔

شہہ محی الدین احمد ﷺ بادبان بحردین　　　راز مسکینؔ تراحاجت روائے دیگرست

اپنے اور شیخ کی محبت کے درمیان کسی بڑے سے بڑے رشتہ اور تعلق کا خیال نہ فرماتے تھے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ عملی زندگی میں یہ رکھ رکھاؤ قریب قریب ناممکن ہے ایک واقعہ سناتا ہوں۔

ام المریدین حضرت بیوی صاحبہ رحمت اللہ علیہا ایک سال کے قریب علیل رہیں ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق نومبر ۱۹۵۵ء میں علالت نے خطرناک صورت اختیار کر لی، چھوٹا عرس شروع ہوا۔ ۲۶ ربیع الاول کو اُن کی حالت نازک ہوگئی مگر سرکارؒ اسی انداز میں اپنے تمام معمولات خانقاہی پورے کرتے رہے سینکڑوں مریدین قریب و بعید موجود تھے مگر ان کو پتہ بھی نہ تھا کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے اس لئے کہ سرکارؒ ہر ایک کی بات خندہ پیشانی سے سن رہے تھے اور معمول کے مطابق ہر کام کر رہے تھے چہرے سے کوئی اندازہ

نہیں لگا سکتا تھا کہ کسی قسم کی پریشانی سے دوچار ہیں دن کے ۲ رنج کر بیس منٹ پر بیوی صاحبہ ہم سب کو تڑپتا چھوڑ کر اپنے شیخ کی خدمت میں چلی گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔جن سے ان کو بے انتہا تعلق تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہی تاریخ پائی جو شیخ کی تھی اور ہندی اور انگریزی مہینہ بھی وہی تھا آخر وہ بھی کسی کی بیوی تھیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

انتقال کے بعد سرکارؒ نے گھر میں سب کو اور صاجزادوں کو منع فرمادیا کہ باہر اس کی اطلاع نہ ہونے پائے اور خود باہر جا کر تمام عرس کے مراسم حسب دستور پورے کیئے، خود کھڑے ہو کر کھانا کھلوایا اس لئے کہ صاجزادگاں کی حالت غیر تھی اس عرس پر گلی کے نکڑ پر بڑے کوئے پر نوبت بجتی ہے وہ نوبت بھی اسی طرح بجتی رہی۔ جن لوگوں کو معلوم تھا وہ حیران تھے کہ یہ انسان ہیں یا فرشتہ ۳۰ رسال کا ساتھ چھوٹا اور بیوی بھی کیسی جس نے شوہر کی خدمت میں دنیا کا عیش وآرام تیاگ دیا تھا اور شوہر کو گھر کی ذمہّ داری سے بالکل سبکدوش کرر کھا تھا۔ غرض سماع بھی اسی طرح ہوا اور جب حسب دستور قل ہو گیا تو سرکارؒ نے اعلان فرمایا کہ سب لوگ رک جائیں ایک جنازہ نماز کے لئے لایا جارہا ہے تب لوگ عش عش کرنے لگے اور انھوں نے دیکھا کہ سرکارؒ نے اپنے شیخ کے تعلق سے زیادہ کسی تعلق کو نہ سمجھا۔ ایسی صبر وتحمل کے بے شمار واقعات میری نظر میں ہیں مگر بخوف طوالت اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ کچھ مثالیں ان اشعار کی دیے رہا ہوں جن میں سرکار قبلہؒ نے اپنے شیخ کی طرف اشارہ کیا ہے کئی منقبتیں اور سلام تو دیوان میں طبع ہو چکے ہیں، میں ان کے علاوہ غزلیات میں سے کچھ اشعار پیش کرر ہا ہوں۔

محی در پردهٔ رآز آمده شد صد رنشیں	ہست بے فائیدہ اس سوزِ کباب من بود
خدا جا نے تشکل کیسے پکڑا	جو ہے صورت سراج السالکینؒ کی
سراج ما سراج او لیا ہے	غلامی سے اسی کی آسرا ہے
محی الدینؒ احمدؒ ہے سرا پا	تصویر میں وہی نام خدا ہے
میری آنکھوں میں اور دل میں مکیں ہیں	جدھر دیکھو سراج السالکینؒ ہیں
راز یہ مجھ پر سراج السالکینؒ کا فیض ہے	دل کو ربطِ خاص ہے ہر دم بڑی سرکارؒ سے
میں نے کہا تم کون ہو بولے سراج السالکینؒ	میں بولا رآز نا تواں بولے میرا بیمار ہے

فنِ شاعری

سرکارقبلہ قدس سرہ کا جتنا کلام چھپ چکا ہے اُس سے دوگنا غیر مطبوعہ ہے سرکار قبلہؒ کی شاعری پر کوئی تبصرہ کرنا مجھ جیسے تہی دست اور کم استعداد آدمی کا کام نہیں ہے مگر اپنی عقل وفہم کے مطابق انشااللہ ایک علیحدہ رسالہ تحریر کروں گا۔اس لئے کہ اول تو سرکار قبلہؒ کا کلام بہت زیادہ ہے اور پھر ہر صنف شاعری میں ہے ایک ایک صنف پر تھوڑا تھوڑا لکھا جائے تو بھی ایک مبسوط رسالہ ہو جائیگا اس کتاب میں اس کی گنجائش نہیں پاتا مگر عنوان کے تحت تو کچھ لکھنا ہی ہے۔شاعری تمام فنون لطیفہ میں لطیف ترین ہے اور اسی لئے سب سے زیادہ اپنے تمدّن اور تفکّر کی یہ آئینہ دار ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہی ہے کہ اس کے اثرات کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا ہم لاکھ تجزیہ کریں نکتے نکالیں پھر بھی واضح طور پر نہ خود جانتے ہیں نہ دوسرں کو بتا سکتے ہیں کہ فلاں شعر ہم کو کیوں اچھا لگا فلاں شعر نے کیوں دل کو برما دیا سینہ میں کیوں

اضطراب پیدا کر دیا۔ میرے سرکارؒ کی شاعری کی خصوصیت یہ ہے کہ حال میں قال کا مزہ ہوتا ہے اور قال میں حال کی کیفیت۔ آپ کے اشعار کو ہر سطح کا آدمی حسب توفیق دل نشیں پاتا ہے اور اُن سے کیف اندوز ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر سرکارؒ کی ایک غزل کے اس مقطع کو لے لیجئے۔

کیا ہے رازؔ سے وعدہ تو اس نے خلوت میں
وہ بے نیا ز ہے دا من دیادیانہ دیا

مجاز میں حقیقت کو دیکھنا ایک بہت قدیم چیز ہے یہ کہنے والے دنیا میں بہت ملیں گے۔

مدرسہ یا دہر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سب ہی مہمان تھے تو ہی صاحب خانہ تھا

میر دردؔ

لیکن حقیقت کو مجاز کی نت نئی نیرنگیوں سے معمور اور پر کیف پانے کے لئے ایک خاص بصیرت درکار ہے حقیقت میں مجاز دیکھنا دراصل دونوں کو ایک محسوس کرنا ہے یہاں شاعر نے عارفانہ وجدانات کو عاشقانہ واردات بنایا ہے اور اس کو اپنی اپنی توفیق اور اپنی اپنی بصیرت پر چھوڑ دیا ہے کہ داور محشر کو جی چاہے جو سمجھ لو۔ ہمارے لیے اس کی بھی گنجائش ہے کہ ہم اس ہستی کو جزا اور سزا کا مالک سمجھیں جو اس زندگی میں ہمارے دل کا مدعا رہ چکی ہو۔ داور حشر سے ہم کوئی اجنبیت نہ محسوس کریں اس لئے کہ وہ تو ہمارا وہی قد یم محبوب ہے جو اپنی تمام رعنایوں کے باوجود زندگی میں ہمارے سارے حرکات وسکنات

کا کارفرما رہ چکا ہے اس کی عادت ہمیں معلوم ہے وہ وعدہ کر کے بھی بھول جاتا ہے، تغافل اُس کی ادا ہے اب اس شعر کو پھر پڑھیے اور لطف اندوز ہوئیے۔

کیا ہے رازؔ سے وعدہ تو اس نے خلوت میں

وہ بے نیاز ہے دامن دیا دیا نہ دیا

ایسے تصوّرِ مجرّد کی اتنی کامیاب مصوّری کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔

سرکار قبلہؒ کے پورے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فکرِ وعمل دونوں پر تصوف کی گہری چھاپ ہے آپ پہلے صوفی ہیں۔ پھر شاعر ہیں، یعنی سرکار کی شاعری تصوف کی تابع ہے تصوف شاعری کا تابع نہیں ہے وہ اگر شاعر نہ ہوتے تو بھی زبردست صوفی اور درویش ہوتے۔

سرکار قبلہؒ نے اردو، ہندی، فارسی، عربی سب زبانوں میں شعر کہے ہیں جن میں کچھ کلام تو طبع ہو گیا ہے مگر زیادہ تر غیر مطبوعہ ہے۔ سرکارؒ نے عربی کے منقبتی قصائد کا ایسا نادر منظوم ترجمہ کیا ہے کہ اصل میں اور اُس میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ حضرت قبلہ نیاز بے نیاز شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ نے حضرت صدیق اکبر کی مناجات کی عربی تضمین کی ہے سرکارؒ نے اس کا اردو منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اسی طرح حضور قبلہ قدس سرہ کا حضرت مولا کی شان میں خمسۂ نیاز کے نام سے طبع ہو چکا ہے سرکارؒ نے اس کا بھی اردو منظوم ترجمہ کیا ہے۔ حضرت پیر پیران دستگیر قدس سرہٗ العزیز کے ''قصیدۂ غوثیہ'' کا اردو ترجمہ کیا ہے اور ان سب میں سرکارؒ نے دعائیہ اشعار کا اضافہ کیا ہے یہ تینوں قصائد چھپ چکے ہیں اور خانقاہِ عالیہ نیازیہ بریلی شریف سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ اس

کے علاوہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے عربی قصیدہ کا اردو منظوم ترجمہ ہے اور اس کے آخر میں سرکارؒ کے دعائیہ اشعار ہیں جن میں واسطے ہیں جو بہت مقبول ہیں۔ میں بطور تبرک مطلع، ایک شعر اور مقطع یہاں پیش کرتا ہوں اس لئے کہ یہ طبع نہیں ہوا ہے۔

ان نِلت یارح الصّبا یومًا الٰی ارض الحرم	اے صبا پہنچے جو تو جا کر سوئے ارض حرم
بلّغ سلامی روضۃ فیھا النبیؐ المحترم	کہہ سلامِ شوق تو پیش رسول محترم
یا مصطفٰی یا مجتبٰی ارحم علٰی عصیاننا	یا نبی یا مجتبٰی کیجئے خطاؤں پر کرم
محبورۃٌ اعمالنا طمعاً و ذنباً و الظلم	ہیں مجھے گھیرے ہوئے یہ طمع عصیان وظلم
اغفر الٰہی مامضٰی واحسن الٰہی ما بقٰی	بخش دے گزری خطائیں فضل کر آئندہ میں
بارک لنا یاسیّدی الا تبدا والا نتھم	برکتیں دے سیدی در ابتدا و انتہام
واسطہ اس وقت کا جب چھوڑ کر قبر شریف	کربلا میں پہنچے تھے آکر حسینؓ محترم

شیخ رازی رازؔ سے ہوں راز کا یہ راز ہے
اپنا عرفاں دیجئے اس کو نبیؐ محترم

اسی طرح حضور قبلہؒ نیاز بے نیاز قدس سرہٗ کے کلام کو عام فہم بنانے کے لئے آپ نے اس ردیف و قافیہ پر اردو اور فارسی میں غزلیں کہیں ہیں حضور قبلہؒ قدس سرہٗ کا کلام تصوّف کا بلند پایہ کلام ہے جس کو عوام تو کیا خواص بھی نہیں سمجھ پاتے اسی لئے بڑے بڑے خلفاء کو پہلے حضور قبلہؒ کے کلام کو سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا تھا اور اہل سلوک ہی کچھ اس سے استفادہ حاصل کر سکتے تھے۔ سرکار قبلہؒ حضور قبلہؒ کے فارسی کے کلام کو عام فہم بنانے کے لئے ان ہی اشارات پر اردو غزلیں بھی کہی ہیں مثلاً حضور قبلہؒ کی ایک غزل ا

پنے پیرو مرشد حضرت مولا فخر پاک قدس سرہٗ کی شان میں ہے۔

۷۸۶

مر ید پیر مغانم دِگر نمی انم — خرابِ بادۂ آنم گر نمی دانم
ہمیں کہ پیر مغانست پیرو مرشدِ من — بس اَست نام و نشانم دگرنمی دانم
شرارِ حسن رخِ دوست آتشم زدہ است — حریق سوختہ جانم دگر نمی دانم
بہ یار محو شدم چوں حباب دردریا — ز چشم خلق نہانم دگرنمی دانم
کمالِ فخر شداست ازظہورِ فخرالدین — فدائے اودل و جانم دگرنمی دانم

زبے نیازی خود میدہم خبر بہ نیاز
کہ جانِ یارِ جہانم دگر نمی دانم

سرکارقبلہؒ فرماتے ہیں۔

۷۸۷

میں اپنے ساقی کا بندہ ہوں اور کیا جانوں — اسی کے جام کا مارا ہوں اور کیا جانوں
وہی نظر کے جو آئینہ ہے دو عالم کا — اسی نظر کا تماشا ہو اور کیا جانوں
کبھی سفینہ بہ ساحل کبھی سفینہ بہ بحر — تیرے کرم کا تماشا ہوں اور کیا جانوں
مجھے بس اس کے سوا اور کچھ نہیں معلوم — یہ جانتا ہوں تمہارا ہوں اور کیا جانوں
میں خود ہی بزم میں بیٹھا ہوا ہوں شور بہ لب — میں خود ہی انجمن آرا ہوں اور کیا جانوں

مجھے وہ دیکھ سکے گا جو بے نظر آئے
میں رازِ راز کا پردہ ہوں اور کیا جانوں

سرکار قبلہؒ نے اپنے اشعار میں جتنے مضمون باندھے ہیں شاعری کے لحاظ سے بھی ان میں ایک انفرادی رنگ اور انفرادی شان قایم رہی ہے۔ میں اس موزوع پر یہاں زیادہ نہیں لکھونگا صرف چند مثالیں دونگا مثلاً آشیاں اور قفس کے مضمون میں جو معنوی کیفیت اور تہہ در تہہ گہرائیاں شعراء نے پیدا کی ہیں میں اُن کے اشعار بھی پیش کرونگا اور سرکار قبلہؒ کے اس مضمون کے اشعار بھی پیش کرونگا صرف ایک لفظ ''قفس''ہی کو لے کر آپ غور کریں جو بات میں اوپر لکھ آیا ہوں وہ کہاں تک درست ہے۔

نہ در بہار نشاطے نہ در خزاں الملے　　　فلک مرا بچہ امید در قفس دارد

مشرقی

بہار اپنی چمن اپنا قفس کی تیلیوں تک ہے　　　مبارک نکہتِ گل کو چمن بروش ہو جانا

فانی

افسردہ خاطروں کی خزاں کیا بہار کیا　　　کنجِ قفس میں مر رہے یا آشیانے میں

مرزا یگانہ یاسؔ

ہم لوگ قفس والے ہر حال میں شاکر ہیں　　　سنتے ہیں خزاں آئی سنتے ہیں بہار آئی

(حضرت رازؔ قدس سرہٗ)

قفس میں دل ہے تو میری نگاہ میں ہے چمن　　　قفس سے کھینچ کے لے جائے گا کہاں صیاد

فانیؔ

قفس کی آڑ سے محروم ہیں ہم آشیاں کیسا　　　پڑے ہیں دور صحن باغ سے بے بال و پر ہو کر

چکبستؔ

مجھے صیاد گلشن ایک نظر بھر دیکھ لینے دے ۔ قفس کا رُخ بدلنے سے نگاہ بانی نہیں جاتی

(حضرت رازؔ قدس سرہٗ)

میں خس و خار نشیمن کے لئے لاتا ہوں بخت ہنستے ہیں کہ ہوتا ہے یہ سامان قفس

زکی

ہمیشہ تنکے ہی چنتا رہا وہ بلبل ہوں ابھی بنا ابھی برباد آشیانہ ہوا

جلالؔ

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لئے ٹوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لئے

امیر مینائی

جب کئے تنکے فراہم آشیانے کے لئے بجلیاں بھی رازؔ گلشن میں نمایاں ہو گئیں

حضرت رازؔ قدس

دل بستگی قفس سے یہاں تک ہوئی مجھے گویا کبھی چمن میں میرا آشیاں نہ تھا

فغاںؔ

وہ دن گئے کہ گلشن تھا بود و باش اپنا اب تو قفس میں بھولے نقشہ بھی گلستاں کا

میر حسنؔ

فریب زندگی اللہ سمجھے سمجھتا ہوں قفس کو آشیانہ

حضرت رازؔ قدس سرہ

قفس میں صیاد بند کردے نہیں تو بے رحم چھوڑ ہی دے

میانِ امید و بیم آخر رہیں گے ہم زیر دام کب تک

حسرتؔ موہانی

تنگئی کنجِ قفس رنج اسیری داغِ گل　　　اتنے سامانِ ستم اور ایک جان عندلیب

میر اللہ تسلیم

قید میں بھی ہے ایک طرح کی بہار　　　شاخِ گل میں لٹک رہا ہے قفس

مجروحؔ

قفس میں راہ کے بھی ہے دولت جہاں بر کف　　　زمیں ہے زیر قدم اور ہے آسماں بر کف

حضرت رازؔ قدس سرہ

ذرا قفس سے قفس تو ملا کے رکھ صیاد　　　کہ تا اسیر کریں مل کے ایک جا فریاد

قدرتؔ

قفس میں پھینک ہم کو پھر وہیں صیاد جاتا ہے　　　خدا حافظ ہے گلشن میں ہمارے ہم صفیروں کا

حاتمؔ

یہ نئی طرزِ ستم صیاد نے ایجاد کی　　　کر دیا میرے قفس کا رخ گلستاں کی طرف

حضرت رازؔ

قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہیں افسوسؔ　　　حصول کیا ہے جو مژدہ بہار کا پہونچا

افسوسؔ

جواب کیا وہی آواز بازگشت آئی　　　قفس میں نالۂ جانکاہ کا مزہ نہ ملا

یاسؔ

ہر چند کی قفس سے رہائی کی کوششیں　　　وہ دام کونسا تھا کہ جو درمیانہ تھا

حضرت رازؔ

میں قفس ہی کو سمجھ لوں گا نشیمن اپنا
تیری مرضی نہیں صیاد تو آزاد نہ کر

جلیل مانک پوری

قفس میں بھی ہے اسیروں تمہیں وہی سودا
لگائے فصلِ بہاری کی آس بیٹھے ہو

............عشق

اگر صیاد راضی ہو تو ہر گل نشیمن ہے
مزاجِ یار برہم ہو قفس کی تیلیاں دیکھیں

حضرت راز

جوشِ گل چاک قفس سے دم بدم دیکھا کئے
سب نے یاں لوٹیں بہاریں اور ہم دیکھا کئے

جرأت

کنج قفس میں ہم تو رہے مصحفی اسیر
فصل بہار باغ میں دھومیں مچا گئی

نہ پوچھو مجھ سے گلشن کی حقیقت
برس گزرے کے میں ہوں اور قفس ہے

قایم چاند پوری

اسیرانِ قفس کی حسرتوں کو آہ کیا کہیے
تڑپ کے ساتھ اونچی ہوگئی دیوار زنداں کی

حضرت راز

یوں ہی گزرا بہار کا یہ برس
ہم اسی طرح ہیں اسیر قفس

مجروح

رہے قفس ہی میں ہم اور چمن میں پھر پھر کر
ہزار مرتبہ موسم بہار کا پہنچا

جرأت

جب دیا آزادیٔ فطرت نے پیغامِ بہار　　سب قفس کی تیلیاں گلشن بداماں ہوگئیں

حضرت رازؔ

قفس میں ہم سفیروں کچھ تو مجھ سے بات کر جاؤ　　بھلا میں بھی کبھی تو رہنے والا تھا گلستاں کا

جرأت

نہ پہنچے گی کبھی کیا گوشِ گل تک　　قفس سے اڑ کے فریادِ عنادل

حسرت موہانیؔ

بہت دشوار ہے جلد اس تعلق کا مٹا دینا

قفس میں بوئے گل کوسوں سے اے بادِ صبا آئی

شاد عظیم آبادی

اسیرانِ قفس کے قوتِ بازو کو کیا جانے　　پکڑ کر آستیں وہ کھینچ لاتے ہیں گلستاں کو

حضرت رازؔ

قفس میں ہوں اگر اچھا نہ جانے میرے شیون کو　　میرا ہونا برا کیا ہے نو اسنجان گلشن کو

غالبؔ

بہارِ گلستاں گانے دے نغمے عندلیبوں کو　　اسیرانِ قفس کا حال یہ آزاد کیا جانیں

حضرت رازؔ

ایک شعر اور سنئے ؎

ہے بس میں نشیمن میرے قبضہ میں قفس ہے　　بے بس ہوں میں ایسا کہ ہر اک چیز پہ بس ہے

حضرت رازؔ

آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ انفرادی شان ہر شعر میں قایم ہے۔ اگر زندگی نے اور گردش زمانہ نے مہلت دی تو انشاءاللہ اس قسم کے بہت سے نمونے پیش کروں گا۔ اب سرکار قبلہؒ کے اشعار گریباں، آستیں دامن، پر بھی سن لیجے طوالت کے سبب سے اور شعراء کا انتخاب نہیں دے رہا ہوں۔

پرزے پرزے جسے لایا ہوں میں ان ہاتھوں میں
اپنا دامن ہے یہ ہی اپنا گریباں ہے یہ ہی

ذرا جوش وحشت مجھے یہ بتا دے
کروں گا میں چاک گریباں کہاں تک

تمہاری صورتیں مضمر ہیں میرے قلب حیراں میں
کہ ہیں کونین کی کل دھجیاں میرے گریباں میں

جنونِ محبت پہ آتا ہے دل میں
جو شہ پاؤں اپنا گریباں بنالوں

میری وحشت کا ہیں منظر گریباں آستیں دامن
ہیں خود اپنے پہ نوحہ گر گریباں آستیں دامن

نرالی یہ کشش دیکھی جنونِ فتنہ ساماں کی
میرے ہاتھوں میں آجائے یہ حسرت ہے گریباں کی

زمانے میں تو کوئی راز سمجھا ہی نہ عالم
ہمارا راز دل سمجھے گریباں آستیں دامن

پریشانی بڑھی جاتی ہے اب قلب پریشاں کی
تمہارے ہاتھ میں ہے لاج اس چاکِ گریبان کی

یہ چند مثالیں دے کر اب میں سرکار قبلہ رحمت اللہ علیہ کی چند غیر مطبوعہ غزلیات تحریر کرتا ہوں اس سے پہلے یہ عرض کردوں کہ جس طرح حضور قبلہ شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہ کلام کو قبولیت دوام حاصل ہے اسی طرح سرکار قبلہؒ کے کلام کو بھی شہرت عام اور قبولیت دوام حاصل ہے ہر قوال کی زبان پر سرکارؒ کا کلام ہے آپ کسی بھی بڑی خانقاہ میں محفل سماع میں جائیں ہر کار قبلہؒ کا کلام آپ کو ضرور سننے کو ملے گا سرکارؒ کی بہت سی غزلیں تو شہروں شہروں لوگوں کی زبان پر ہیں مثلاً ایک غزل کے چند اشعار لکھتا ہوں۔

پردۂ شوق ہے یہی صورت راز ہے یہی
تم ہو نظر کے سامنے میری نماز ہے یہی

تیری عطا کی خوبیاں میری طلب میں بھی نہیں ۔۔۔ بندگی خود پکار اٹھی بندہ نواز ہے یہی

اہلِ جہاں کو کیا خبر کون ہے مجھ میں جلوہ گر ۔۔۔ میں ہوں کہاں تم ہی تو اصل میں راز ہے یہی

اور فارسی کی یہ غزل۔

تصویرِ تو می بینم بر ہر در و دیوارے ۔۔۔ اے پردہ نشیں گشتی رسوا سرِ بازارے

از فیضِ تو می بینم آباد ہمہ عالم ۔۔۔ اے ابر کرم کردی رحمت بہ خس و فارے

دل دادہ و جاں دادہ پیوستہ بہ او گشتم ۔۔۔ ایں طرفہ عجائب بیں نادیدہ رخ یارے

اسلام بود ناقص تا کفر نیا میزی ۔۔۔ کے سبحہ شود موزوں بے رشتہ زنارے

از حالِ دلِ رازِ وحف...... نئی تو ناصح

داند کسے کو باشد دل دادہ و دلدارے

کلام کی مقبولیت کا ایک لطیفہ بھی ہے سرکار قبلہؒ کی ایک مشہور غزل ہے جس کا مطلع ہے۔

ذرّہ ذرّہ میں نمایاں روئے تاباں کیجئے

کیجئے ایماں کو کفر اور کفر ایماں کیجئے

اس غزل میں ایک شعر ہے۔

کس کے کہنے سے شکستِ عہد کرتے ہیں حضور

آپ سے کس نے کہا تھا عہد و پیماں کیجئے

ایک مرتبہ سرکارؒ گوالیار تشریف لے گئے گوالیار میں سرکارؒ کی سسرال بھی تھی سرکار اسٹیشن سے گھر جانے کے لئے تانگہ پر سوار ہوئے گھوڑا بہت سست رفتار تھا کوچوان بار بار اسکے تازیانہ لگاتا جاتا تھا اور کچھ گاتا بھی جارہا تھا سرکارؒ نے فرمایا، بھئی مجھے جلدی پہنچنا ہے یہ سنکر کوچوان نے جھٹکے سے گھوڑے کو ایک ہنٹر لگایا اور زور سے گا کر کہا۔

''آپ سے کس نے کہا تھا عہد و پیماں کیجئے''

سرکار قبلہ فرماتے تھے کہ مجھے ہنسی ضبط کرنا مشکل ہوگئی۔

پروفیسر جلالؔی صاحب جو بریلی کالج بریلی میں شعبۂ فارسی کے پروفیسر ہیں اور بہت قابل آدمی ہیں بڑی اچھی بصیرت رکھتے ہیں وہ اپنے ایک مضمون میں سرکارؒ کی اردو شاعری پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''تصوّف کی جو روح رازؔ کے کلام اردو میں پنہاں ہے وہ اردو ادب کے لئے ایک گراں بہا نعمت ہے، شوخی، فنکاری، سوز و گداز، کیفیات کی ترجمانی احساسات کی فراوانی۔ جدّتِ تخیئل اور معنی آفرینی سب کچھ آپ کے کلام میں موجود ہے عرفان و آگہی سے متعلق بعض ایسے نکات اشاروں میں بیان کردیئے ہیں کہ روح پھڑک اُٹھتی ہے اور دل بے قرار ہو جاتا ہے۔''

جلالی صاحب نے اس مضمون میں وعدہ کیا ہے کہ سرکار قبلہؒ کے کلام پر ایک مبسوط تبصرہ ''حیات راز'' کے نام سے ترتیب دے رہے ہیں۔ خدا کرے یہ کام جلد ہو جائے تو سرکارؒ کے کلام کے ساتھ ساتھ انھیں بھی شہرت دوام حاصل ہو جائے گی۔

اب چند غیر مطبوعہ غزلیات لکھ کر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

۲۸۷

بے خودی رہتی کہاں تک مدعایاد آگیا
بت کدے والوں سے کیا کہتا خدایاد آگیا

بے حقیقت بندگی سے بچ گئی میری جبیں
سجدہ کرنے جا رہا تھا نقش پا یاد آگیا

یہ بہار ورنگ ونکہت پس مبارک ہو تمہیں
اے چمن والوں ہمیں ایک بے وفایاد آگیا

جب نظر آئی ہمیں کوئی کلی کھلتی ہوئی
ابتدائے عشق کا ہر ماجرا یاد آگیا

رازاپنی بے خودی میں دونوں عالم کی طرف
ڈھونڈنے اس کو چلا اپنا پتہ یاد آگیا

دیگر

کلام یار کو قرآن سمجھا
میں کافر کفر کو ایمان سمجھا

نمود عشق کی پہچان سمجھا
یقینی دید کو عرفان سمجھا

تغافل سے اشارہ توبہ توبہ
سمجھنے پر مجھے نادان سمجھا

مجھ ہی سے بزم میں ہے ان کو پردہ
یہ پردہ ہر کوئی انجان سمجھا

سوال وصل پر نظریں جھکی ہیں
سکوت یار کو پیمان سمجھا

یہ عریانی لباس عقل ٹھہری
تہی دستی ہی کو سامان سمجھا

صدا و حرف واں معدوم ٹھہرے
میں اس الہام کو فرمان سمجھا

نہ جانا بو لہوس کوچے میں اُنکے
محبت رازؔ کی آسان سمجھا

دیگر

میں نہ گر ساتھ تیرے شامل خلوت ہوتا
سجدۂ عشق نہ امکانِ محبت ہوتا

تیرا بے پردہ حجابوں سے عیاں ہو جانا
یہ بھی ہوتا تو فقط میری بدولت ہوتا

سجدۂ عشق کو لازم ہے حضوری جمال
کاش دل واقفِ آدابِ محبت ہوتا

رآزؔ کے راز کو ہر طرح چھپایا ورنہ
رآزؔ کا راز ہی آئینہ حیرت ہوتا

دیگر

ہر سو ہے ضیا تیری اے جلوۂ جانانہ
سب محو تماشہ ہیں کعبہ ہو کہ بت خانہ

ساقی نہ صبو ہم کو در کار نہ پیمانہ
ایک مست نظر تیری صد مستئ مے خانے

ہو حاصل ہشیاری اندازِ جنوں میرا
گر تم مجھے کہدو کہ دیوانہ ہے دیوانہ

یہ عہد محبت کی باتیں ہیں جدا سب سے
کیوں یاد دلاتے ہو بھولا ہوا افسانہ

دل میرا مقید ہے نظریں ہیں میری ہر سو
میں خود تو مسلمان ہوں دل میں صنم خانہ

دنیا کے فسانوں سے اے رآزؔ فراغت ہے
جب تک کہ سلامت ہے دل میں جا غمِ نانہ

دیگر

جو ہیں خود بیں وہ رسمِ عالم ایجاد کیا جانیں
تمہارا ذکر کیا جانیں تمہاری یاد کیا جانیں

بہارِ گلستاں گانے دے نغمے عندلیبوں کو
اسیرانِ قفس کا حال یہ آزاد کیا جانیں

ہٹا دو چارہ سازوں کو وہ آجائیں تو بالیں تک
یہ دیوانے ہیں اعجازِ لب ارشاد کیا جانیں

ہم اپنے حال کو کیفیتوں کو خود نہیں سمجھیں
جو ہیں آزاد کیا جانیں جو ہیں برباد کیا جانیں

یہاں تو سجدۂ مستی ہے اور سنگِ در جاناں
جہانِ راز والے عالمِ فریاد کیا جانیں

دیگر

جہاں تم میں عالمِ راز تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
میں وہاں پہ صرفِ نیاز تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مرا سر جھکا تھا جہاں جہاں دمیں تم ہوئے تھے عیاں عیاں
وہ حقیقتوں میں مجاز تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نگاہِ شوق اٹھی اٹھی وہ نگاہِ ناز جھکی جھکی
بڑا سوز تھا بڑا ساز تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے دورِ مل نہ بدل سکا جسے رنگِ گل نہ چھپا سکا
یہی رازؔ ہے یہی راز تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

دیگر

تیرے سوزِ محبت کی فراوانی نہیں جاتی
کس سے اب میری صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

پتہ کچھ مل ہی جاتا ہے ہواؤں سے فضاؤں سے
خزاں کے بعد بھی طرزِ گلستانی نہیں جاتی

میرے دل کی طرف دیکھا تھا کس کافرادائی سے
حریمِ دل سے اب تک کفر سامانی نہیں جاتی

ہے اتنا فرق وہ دامان یوسف تھا یہ اپنا ہے
مگر اب تک وہ رسمِ چاک دامانی نہیں جاتی

یہ عبث ناصح مجھے سمجھا رہا ہے کام کر اپنا
تیری دانائیوں سے میری نادانی نہیں جاتی

مجھے صیاد گلشن اک نظر بھر دیکھ لینے دے
قفس کا رخ بدلنے سے نگہبانی نہیں جاتی

یہ الفت رازؔ کیا شے ہے وصالِ یار ہے پھر بھی
سرشکِ شادیِ غم کی وہ طغیانی نہیں جاتی

دیگر

نہ تھی قبضۂ خرد میں میری حوصلہ نوازی
تب ہی کی جنوں نے بڑھ کر میرے غم کی چارہ سازی

میں تو جانتا ہوں اتنا جسے تو قبول کر لے
وہی رنگ ہے حقیقی وہی رنگ ہے مجازی

تیری بے نیازیوں میں کہیں میں بھی کھو نہ جاؤں
کہیں مجھ میں نہ آ جائے تیرا رنگ بے نیازی

تجھے کیا خبر ہے اس کی میرے غم نے مانگ لی ہے　　تیرے رخ سے تاب تابش تیری زلف سے درازی
تیرے غم کی آرزو ہے تیرے غم کو کیوں نہ چاہوں
میرے غم کا رازِ پنہاں، میری نسبت حجازی

دیگر

زیست اپنی خراب ہو تو گئی　　چشم ساقی پُر آب ہو تو گئی
جو کہ دھوکہ تھا میں سمجھ ہی گیا　　ہستی اپنی سراب ہو تو گئی
وقت رخصت وہ کہہ گئے مجھ سے　　بات پوری جناب ہو تو گئی
حضرتِ عشق کی توجہ سے　　زندگانی خراب ہو تو گئی
راز اپنا جو ہو گیا افشاں
آبرو آب آب ہو تو گئی

دیگر

غضب اُن کی نگاہِ سرگیں ہے　　یہ کافر دشمن ایمان ودیں ہے
نہ کھلواؤ میری چشم تصوّر　　کہ پردے میں کوئی پردہ نشیں ہے
ہمارا مذہب و ملت نہ پوچھو　　جہاں سر رکھ دیا کعبہ وہیں ہے
کسی کا آستاں اللہ اکبر　　سمجھتا ہوں سر رکھ دیا میرا کعبہ یہیں ہے
بہار آئی ارے وحشت کے صدقے　　گریباں چاک پُرزے آستیں ہے
میں خود ہوں راز ایک راز حقیقت　　کہ مجھ میں جلوہ گر کوئی حسیں ہے

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہ العزیز سے میرے سرکارؒ کو ایک خاص تعلق تھا اور آپ کی حاضری ایک والہانہ انداز میں ہوتی تھی ہر مرتبہ کی

حاضری پر کچھ نہ کچھ اشعار کہتے تھے چند غزلوں کے کچھ شعر بطور تبرک لکھ رہا ہوں۔ میں بھی اجمیر شریف برابر آستانے پر حاضری دیتا رہتا ہوں سال میں چھ سات مرتبہ مجھے یہ شرف حاصل ہوتا ہے میرا ذاتی عقیدہ اور تجربہ ہے کہ مجھ جیسے گنا ہگار کی طرف اس ذات قدسی صفات کو متوجہ کرنے کا واحد ذریعہ میرے سرکارؒ کے یہ اشعار ہی ہوتے ہیں، ان ہی اشعاروں کو اپنا وصیلہ بنا تا ہوں اور ان اشعار کے ورد کی وجہ میری عرضداشت شرفِ قبولیت پاتی رہے۔

۷۸۶

کہاں سے لاؤں دعا میں اثر غریبؒ نواز ۔۔۔ کہ تم کو ہو میرے دل کی خبر غریبؒ نواز

تمہاری جلوہ نمائی تو صاف ظاہر ہے ۔۔۔ نگاہِ شوق نہیں معتبر غریبؒ نواز

سخی داتا بھکارن آگئی ہے ۔۔۔ پھٹی جھولی براگن آگئی ہے

شرم آئے گی داسی ہوں تمہاری ۔۔۔ شرم رکھ لو کہ آنگن آگئی ہے

بڑا ہے رازؔ کے داتا کا دو آرا

اتارا وا کا مانگن آگئی ہے

غریب ہوں میری غربت پہ رحم فرماؤ ۔۔۔ ہر ایک سمت ہے یہ ہی صدا غریبؒ نواز

سراج عشق میں رنگِ نظام رنگِ نیاز ۔۔۔ تم ہی نے رازؔ کو بخشا ہے یا غریب نواز

بہ قول مُرشدِنا آپ ہیں سب سے جدا خواجہؒ ۔۔۔ جہانِ چشت کی ہے اور ہی آب و ہوا خواجہؒ

کہیں ہیں نائب احمد کہیں وارث محمدؐ کے ۔۔۔ دیارِ ہند میں ہیں جانشین مصطفیؐ خواجہؒ

میں اپنے رازؔ کو اے رازؔ خود ہی فاش کرتا ہوں ۔۔۔ ہیں میری ابتدا خواجہ ہیں میری انتہا خواجہؒ

ہے مرتبہ کچھ ایسا خواجہ تیری گلی کا ۔۔۔ کعبہ بنا ہوا ہے ذرّہ تیری گلی کا

اتنی سی آرزو ہے اتنی سی التجا ہے
کم ہو نہ میرے سر سے سودا تیری گلی کا
دنیا کا ذکر ہی کیا۔ دنیا بھی کوئی شے ہے
منہ دیکھتی ہے اکثر عقبیٰ تیر گلی کا
مشہور رازؔ کی ہے دنیا میں کج کلاہی
جب سے کہ وہ بنا ہے منگتا تیری گلی کا

سرکارؒ کے کلام میں لب ولہجہ کی نرمی، زندگی کے پوشیدہ رموز سے آگہی، فنائیت اور سپردگی، استغنا اور بے نیازی کا عنصر ہر جگہ موجود ہے۔ جب شاعر محبت کی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں حسن وعشق کی تمیز باقی نہیں رہتی، من وتو کے حجابات حائل نہیں رہتے وہم وگمان کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں، تو وہ اپنے وجود کو محبوب کی ذات سے جدا خیال نہیں کرتا سرکارؒ فرماتے ہیں۔

قطرۂ آبِ بقا ہست بہ شمارِ دریا
عینِ دریا ست چو بشکست حُباب من و تو

ذکر عطائے خطاب "امام السالکین"

حضرت قبلہؒ شاہ نیاز احمدؒ صاحب قدس سرہٗ کو ذات کی طرف سے خطاب قطب عالمؒ کا عطا ہوا تھا اس کا پورا واقعہ، "کرامات نظامیہ" مولفہ مولوی محمد فایق صاحبؒ میں درج ہے اسی سلسہ میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ حضور قبلہ قدس سرہ کو اُن کے سلسلے میں جتنے بزرگوں کو قیامت تک خطابات عطا ہوں گے وہ سب آپ کو بتائے گئے اور یہ بھی بتایا گیا کہ خاص آپ کے خاندان میں کس کس کو خطاب عطا ہوں گے چنانچہ آپ کے خلف اکبر اور جانشین شاہ نظام الدین حسن قدس سرہ کو "تاج الاولیا" کا خطاب اور اُن کے جا

نشیں اور صاحبزادے شاہ محی الدین احمدؒ قدس سرہٗ کو "سراج السالکین" کا خطاب عطا ہوا یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ "محبوب" کا خطاب چند ہی برگزیدہ ہستیوں کو عطا ہوا ہے، جن میں ایک میرے شیخ ہیں۔

پہلا خطاب تو روحی فداک سرکار دوعالم صلعم کو "محبوب رب اللعالمین" کا عطا ہوا۔

دوسرا خطاب پیر پیران غوث لاعظم حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو "محبوب سبحانی" کا عطا ہوا۔

تیسرا خطاب حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین حسن قدس سرہٗ کو "محبوب اللہ" کا عطا ہوا۔

چوتھا خطاب حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کو "محبوب الٰہی" کا عطا ہوا، اور پھر میرے شیخ حضرت شاہ محمد تقی قدس سرہ کو "محبوب حق" کا عطا ہوا۔

اس خطاب کے عطا ہونے کا واقعہ میں تحریر کرتا ہوں۔ خوش قسمتی سے میں اس وقت حاضر تھا اور تمام واقعات کا چشم دید گواہ ہوں۔

اپریل ۱۹۴۲ء میں والد صاحبؒ کچھ احباب کے با[illegible] پر ممبئی تشریف لے گئے تھے اُنکے ہمراہ والدہ صاحبہ میں اور میر بڑے بھائی امین الرحمٰن بھی گئے تھے۔ والد صاحب ہمیشہ سیٹھ اسماعیل کریم بھائی کے یہاں ٹھہر[illegible] تھے [illegible] منزل کسی اور کے پاس تھی ہم لوگ اوپر کی منزل میں ٹھہرتے تھے مکا[illegible] بڑا [illegible] لمبا کمرہ ڈرائنگ روم تھا جس میں لمبی میز پر کمرے کے رنگ سے ملتا [illegible] زپوش تھا اور اس پر چینی کے برتن قرینہ سے سجے ہوئے تھے۔ سلیپنگ روم علیحدہ تھا ا[illegible] بڑا حال ڈرائنگ روم کا

کام دیتا تھا یہ سب حصے ہمارے قیام کے لئے مخصوص تھے والدہ صاحبہ کے پردے کی وجہ سے اس حصہ میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔

ہمیں بمبئی پہنچے ہوئے ابھی مشکل سے چار پانچ دن ہوئے تھے کہ سیٹھ عثمان چھوٹانی کا ٹیلی فون آیا کہ سرکار قبلہؒ کا تار آیا ہے وہ کل صبح فرنٹیر میل سے تشریف لا رہے ہیں۔ سرکارؒ کو یہ اطلاع نہیں تھی کہ والد صاحبؒ بھی ممبئی ہیں۔ ایک دم یہ اطلاع ملی تو بڑی خوشی ہوئی۔

چنانچہ دوسرے دن صبح تمام متوصلین اسٹیشن پہنچے بہت بڑا مجمع تھا بمبئی میں ہر فرقے اور مذہب کے آدمی سرکار کے مرید تھے جب سرکارؒ تشریف لائے تو جیسے ہمیشہ سرکارؒ کے چہرہ پر شگفتگی اور مسکراہٹ رہتی تھی وہ نہ تھی بلکہ سرکارؒ کے چہرہ پر اضمحلال تھا سب کو یہ خیال ہوا کہ سفر کی تھکان کی وجہ سے یہ نقاہت سی محسوس ہو رہی ہے۔ سرکار قبلہؒ ہمیشہ عثمان چھوٹانی کے یہاں قیام فرماتے تھے جب وہاں پہنچے اور کھانے کے لئے عرض کیا گیا تو سرکارؒ نے فرمایا کہ ”میں کھانا نہیں کھاؤں گا مجھے اس وقت خواہش نہیں ہے“ چھوٹانی صاحب نے والد سے عرض کیا کہ میں نے بہت اہتمام سے کھانا تیار کرایا ہے اور تمام پیر بھائیوں کو اس وقت کھانے پر مدعو کیا ہے اگر سرکار قبلہ کھانا نوش نہیں فرمائیں گے تو پھر اور لوگ بھی نہیں کھائیں گے اور کھانا بیکار جائے گا آپ سرکار سے سفارش کریں۔ والد صاحب سرکار کے کمرے میں گئے سرکار نے اُن سے بھی یہ ہی فرمایا کہ مجھے قطعی بھوک نہیں ہے والد نے عرض کیا کہ حضور کے چہرہ پر اضمحلال ہے اور جب سے آپ تشریف لائے ہیں چپ چپ سے ہیں آخر کیا بات ہے سرکار نے فرمایا کہ کوئی خا

ص بات نہیں ہے والد سرکار کے مزاج سے واقف تھے اُنھوں نے عرض کیا کہ سرکار مجھے یقین نہیں آتا کہ بغیر کسی خاص بات کے آپ کے چہرہ سے افسردگی ظاہر ہو سرکارؒ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرا اس وقت بمبئی آنے کا کوئی ارادہ نہ تھا خانقاہ میں کئی ضروری کام انجام دے رہا تھا مگر مجھ کو ایک دم حضرت سراج السالکین قدس سرہ کا حکم ہوا کہ میں فوراً بمبئی جاؤں اور حضرت نے کچھ اس انداز سے مجھے حکم دیا کہ میں اُن سے کوئی وجہ یا مقصد معلوم نہ کر سکا چنانچہ حکم کے تحت میں یہاں آیا ہوں اور اس شش و پنج میں ہوں کہ آخر ایسی کیا خاص بات ہے والد صاحب نے سرکار کو ہر طرح بہلانے کی کوشش کی اور کھانے کے لئے دوبارہ عرض کیا سرکار نے فرمایا کہ اگر ایسی بات ہے کہ میرے نہ کھانے سے لوگ کھانا نہیں کھائیں گے تو میں دستر خوان پر چلتا ہوں۔ایک بہت بڑے حال میں لمبا دستر خوان بچھا ہوا تھا سرکار کے لئے ایک جگہ مخصوص تھی اُن کے پاس ہی والد صاحبؒ اور ہم دونوں بھائی بیٹھ گئے اور سب حاضرین بھی بیٹھ گئے کھانا شروع ہوا تو سرکار نے اپنی رکابی میں بہت تھوڑا سا کھانا لیا کھانے کے دوران تفریح کی باتیں ہوتی رہیں اس لئے کہ ہر شخص کو احساس تھا کہ سرکار کچھ افسردہ سے ہیں ہنسانے کے لئے دلچسپ گفتگو ہوتی رہی لوگوں نے باتوں میں یہ نہیں دیکھا کہ سرکار کھانا نوش نہیں فرمارہے تھے بلکہ دکھانے کو منہ تک ہاتھ لے جاتے تھے والدؒ کو اس بات کا احساس ہوا اُنھوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو کچھ بھی نوش نہیں فرمایا سرکار نے جواب دیا کہ نہیں مولوی صاحب میں نے خوب کھایا اور پھر جو کھانا رکابی میں تھا والد کو مرحمت فرما کہ کہا کہ آپ اُلش کے خواہش مند تھے یہ لیجئے سب لوگوں میں وہ تقسیم ہو گیا۔

اس طرح سرکار قبلہؒ نے بمبئی میں چار روز قیام کیا ان چار دنوں میں صرف بغیر دودھ کی چائے نوش فرمائی باقی کوئی غذا نوش نہیں فرمائی حالانکہ قوالی کی بھی محفل بھی کئی مرتبہ ہوئی اور کئی تفریحی پروگرام بھی رکھے گئے مگر سرکارؒ کا دل نہیں بہلا بس شعر و شاعری ہی ایک ایسی چیز تھی جس میں سرکارؒ دلچسپی لیتے تھے۔ بمبئی میں سرکارؒ اپنی غزلیں مجھ سے پڑھوا کر سنتے تھے وہ سب غزلیں اس وقت تک میرے پاس رکھی ہیں غرض چار روز کے بعد ایک دم سرکارؒ نے فرمایا کہ میں حیدرآباد جاؤں گا حیدرآباد میں خلیفہ خواجہ نواب صاحب مرحوم کو تار دیا گیا گاڑی روانہ ہونے میں دیر تھی سب لوگ حاضر تھے سرکارؒ نے مجھے تین شعر دیئے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں شاعر نہیں ہوں نہ شاعری سے میرا کوئی واسطہ میں وہی کہتا ہوں جو مجھ پر گذرتا ہے اور واردات قلبی کا اظہار کرتا ہوں مجھ سے فرمایا سناؤ میں نے جو اشعار سنائے وہ درج ذیل ہیں۔

گلشن کی ہوائیں تھیں ان سے بھی نہ دل بہلا گیسوی گھٹائیں تھیں ان سے بھی نہ دل بہلا

ابروی کمانیں تھیں ان سے بھی نہ دل بہلا مژگاں کی سنانیں تھیں ان سے بھی نہ دل بہلا

از من چوں بروں آمد یک طرفہ طرحدارے شمشیر بکف دارے خنجر کمر دارے

ان اشعار سے سرکار کی اس وقت کی کیفیت نمایاں تھی۔ غرض سرکارؒ حیدرآباد تشریف لے گئے۔

سرکارؒ کو حیدرآباد گئے ہوئے تیسرا دن تھا ۱۴ اپریل جمعہ کے دن کوئی ایک بجے دوپہر کا کھانا کھا کر والد صاحبؒ اور والدہ تو آرام کو لیٹ گئے ہم دونوں بھائی اور اسمٰعیل کریم بھائی کے لڑکے عزیز کریم بھائی ڈرائنگ روم میں خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ

ایک دم ایک زبردست دھما کہ ہوا اور زلزلہ سے آیا ہم لوگ کرسی پر سے گرتے گرتے بچے ڈرائننگ ٹیبل سے چینی کے برتن چھنا کے سے گر پڑے ذرا دیر میں دوسری ایسی ہی زبردست آواز آئی اور ایک قیامت صغریٰ بپا ہوگئی آس پاس سے چیخ وپکار کی آوازیں آنے لگیں۔ والدہ صاحبہ تو جھٹکے کی وجہ سے مسہری سے نیچے گر گئیں سب لوگ سمجھے کہ زلزلہ آ گیا اور حواس باختہ ہوکر جلدی جلدی مکان سے نیچے اترنے لگے اور میدان میں اکٹھا ہونے شروع ہوئے دھماکوں کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں فائر بریگیڈ کی موٹروں کی آوازیں بھی آنے لگیں کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوگیا کریم بھائی کو سکتہ سا ہوگیا اتنی دیر میں آسمان پر دھوئیں کے بادل سے اڈتے نظر آئے جس سے اندازہ ہوا کہ کہیں زبردست آگ لگ گئی ہے .بم کے گولوں کی سی آوازیں برابر آرہی تھی۔ ہر شخص اپنے اپنے عقیدے کے مطابق دعائیں پڑھ رہا تھا تمام شہر میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی اتنی دیر میں راہ گیروں کے ذریعہ طرح طرح کی افواہیں سننے میں آئیں اس زمانے میں دوسری جنگ عظیم شباب پر تھی لوگوں نے کہا کہ جاپان، نے حملہ کردیا بعد میں معلوم ہوا کہ بہت سے آدمیوں کا تو ان افواہوں سے ہی ہارٹ فیل ہوگیا غرض جب تین چار گھنٹہ اس طرح گذر گئے تو کریم بھائی کو ٹیلی فون کا خیال آیا اور انہوں نے کہیں ٹیلی فون کرکے معلوم کیا تو حقیقت معلوم ہوئی کہ گودی پر ایک جنگی جہاز جس میں آتش گیر مادہ اور بم تھے اس میں آگ لگ گئی مسلسل بم پھٹ رہے تھے اس دوران بمبئی کے بڑے بڑے بازاروں میں آگ لگ چکی تھی ایک مکان سے شہیتر اُڑ اُڑ کر دوسرے مکان کی چھتوں پر گر رہے تھے جس سے بڑی بڑی عمارتیں ملبہ کے ڈھیر میں تبدیل ہورہی تھیں۔غرض یہ

کیفیت کئی روز رہی، اور زندگی غیر یقینی سی رہی اس دوران شہر کے آدمیوں نے بچشم ظاہر سرکارؒ کو دیکھا کہ کہیں وہ آگ بجھانے والوں کے ساتھ آگ بجھا رہے ہیں اور کہیں ملبے کے نیچے سے لاشیں نکلوانے میں مدد کر رہے ہیں لوگوں نے چھوٹانی اور لال بھائی پٹیل وغیرہ سے کہا کہ ہم نے تمہارے پیر صاحب کو تو فلاں مقام پر فائر بریگیڈ پارٹی کے ساتھ دیکھا ہے۔ یہ ایک خاص بات تھی کہ سرکار قبلہؒ کے جتنے وابستگان بمبئی میں تھے ان میں سے کسی کا کوئی نقصان نہیں ہوا چھوٹانی سیٹھ کی ایک ٹرک عبدالرحمٰن اسٹریٹ کے ایک گیرتج میں رکھی تھی اس کے آس پاس کی تمام عمارتیں کھنڈر ہو گئیں مگر گیرتج پر ذرا سی آنچ نہیں آئی یہ کیفیت چار پانچ روز رہی ۔سرکار کے حیدر آباد سے تشریف لانے کی اطلاع آئی تو سب لوگ اسٹیشن گئے اب جو سرکار تشریف لائے تو چہرے پر وہی شگفتگی اور تبسم تھا جو ہمیشہ رہتا تھا سرکار کے ساتھ حیدر آباد کے کئی لوگ تھے ان میں خلیفہ خواجہ نواب صاحب مرحوم بھی تھے جن کے مکان پر سرکار نے قیام فرمایا تھا۔خواجہ نواب صاحب نے تنہائی میں والد صاحب سے کہا کہ اس دفعہ تو اللہ نے بڑا فضل فرمایا ہمارے سرکارؒ کا عجیب واقعہ دیکھنے میں آیا وہ یہ کہ اس دفعہ جب سرکار حیدر آباد پہنچے تو بہت افسردہ سے تھے بلا مقصد شہر میں موٹر میں گھومتے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کی تلاش میں ہیں پھر آخر ایک جگہ ایک شکستہ حال آدمی سے کافی دیر تخلیہ کیا اور اس کے بعد سرکار ایک بیقراری کی کیفیت میں جنگل کی طرف نکل گئے صحیح مقام مجھے یاد نہیں رہا غالباً انہوں نے ’’مولا کی پہاڑی‘‘ کا نام لیا تھا کہ وہاں سرکار نے موٹر رکوائی اور ہم لوگوں کو وہیں روک کر خود کہیں تشریف لے گئے ۔ہم لوگوں کو وہاں تقریباً دو گھنٹہ ہوگئے تو سب پریشان

ہوکر تلاش کو روانہ ہوئے بہت دیر کے بعد ہم نے سرکارؒ کو ایک پیڑ کے نیچے بیٹھے دیکھا سرکار کی چشمان مبارک متورم ہورہی تھیں اور چہرہ پر ایک نور تھا مگر ہیبت کی وجہ سے چہرے پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی سرکار ہم کو دیکھتے ہی کھڑے ہوگئے اور ہمارے ساتھ گھر تشریف لے آئے اب سرکار کی وہ حالت نہ تھی انہوں نے کئی روز کے بعد خاصہ بھی تناول فرمایا جب میں نے دریافت کیا کہ بمبئی میں زبردست آگ لگ گئی ہے اور شہر تباہ ہورہا ہے سینکڑوں آدمی مر گئے اور سینکڑوں بے گھر ہوگئے میں خدا کی درگاہ میں دعاء کرنے یہاں آیا تھا خدا نے دعا سن لی بمبئی پوری طرح تباہ ہوجاتا مگر اب وہ آفت بہت کم ہوکر آئی ہے حیدرآباد میں بمبئی کے واقعہ کی خبر اخباروں سے پہنچ گئی تھی۔ خواجہ نواب صاحب نے کہا کہ آپ سرکار سے پورا واقعہ معلوم کریں آپ کو سرکار سب بتادیں گے والد صاحب نے ان سرکار کے حیدرآباد جانے سے پہلے کا حال بیان کیا غرض جب سرکار قبلہ تنہا تھے تو والد صاحب ان کے پاس گئے اور قدمبوس ہوکر عرض کیا کہ اب تو فرما دیجئے کہ یہ کیا راز تھا۔ سرکار نے فرمایا جو کچھ مجھ پر گذرا ہے جوں کا توں میں نے نظم کردیا ہے اور رات کو میری طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے سب حاضرین کو سنوادوں گا پھر فرمایا کہ بات یہ تھی بریلی شریف میں ایک شب میں ابا نے مجھ سے فرمایا کہ تم فوراً بمبئی جاؤ۔ میں بمبئی آگیا یہ آپ کو بتا ہی چکا تھا بمبئی میں حکم ہوا کہ حیدرآباد جاؤں میں حیدرآباد چلا گیا وہاں مجھے حکم ہوا کہ یہاں کے ''صاحب خدمت'' سے ملواہ کو میں نے تمام شہر میں تلاش کیا آخر وہ مل گئے انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ بریلی سے آپ کو بمبئی اور بمبئی سے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے میں نے کہا یہ ہی معلوم کرنے میں آپ کے

پاس آیاہوں انہوں نے کہا کہ بمبئی پر قہر خداوندی نازل ہوگا اور وہ بالکل تباہ اور برباد ہوجائے گا آپ سے جو کچھ ہوسکے وہ کریئے بس یہ سن کر میں بے قرار ہوگیا اور جنگل میں ایک پہاڑی پر چڑھ گیا اور اپنے شیخ کا دامن تھام کر میں نے التجا کی کہ اس وقت کو ٹال دیجئے بہت التجا کی مگر سنوائی نہ ہوئی تو میں مجبور ہو کر جان کی قربانی دینے کی غرض سے پہاڑی سے نیچے کود پڑا تا کہ میری قربانی قبول فرما کر بمبئی کو آفت سے بچالیا جائے مجھے جب ہوش آیا تو میں نے اپنے سر کو اپنے شیخ کے زانو پر پایا انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ تمہاری ہر ضد میں نے زندگی میں پوری کی اب یہ ضد بھی تمہاری پوری ہوگئی بمبئی کے تباہ ہونے کا حکم ہو چکا تھا مگر تمہاری گریہ وزاری مقبول ہوئی اب یہ آفت آئے گی مگر بہت کم ہو کر اور تمہیں یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ ذات کی طرف سے تمہیں دو خطاب عطا ہوئے ہیں ایک ''امام السالکین'' اور دوسرا ''محبوب حق'' یہ فرما کر سراج السالکین قدس سرہ نظروں سے نہاں ہوگئے۔ اسی رات ایک زبردست مجمع اس حال میں تھا جس میں سرکار کی نشست تھی، ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے سرکار کو فائیر برگیڈ پارٹی کے ساتھ مصروف کار دیکھا تھا ان لوگوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نے فلاں فلاں مقام پر آپ کو آگ بجھاتے دیکھا تھا آپ نے فرمایا میں تو حیدرآباد تھا اور آج ہی آیا ہوں یہ حیدرآباد کے لوگ میرے ساتھ آئے ہیں ان سے معلوم کرلو لیکن جب لوگوں نے باور ہی نہیں کیا تو سرکار نے فرمایا کہ اللہ مصیبت اور تباہی کے وقت اپنے کچھ فرشتوں کو مدد کے لئے بھیجتا ہے اور وہ فرشتے انسانی شکل میں مدد کرتے ہیں ان میں کا کوئی فرشتہ ہوگا سرکارؒ کے چہرۂ اقدس پر اس وقت ایک ایسا نور پھیلا ہوا تھا کہ ہر شخص پروانہ وار نثار ہونے کو بے قرار

تھا۔اس کے بعد دو روز سرکار نے بمبئی میں قیام فرمایا اس میں بے حساب آدمی داخل سلسلہ ہوئے جس میں زیادہ تر لوگ غیر مسلم تھے۔بمبئی کی اس آگ اور اس واقعہ کا حال بہت سے اخباروں اور رسالوں میں محفوظ ہوگا اور بمبئی میں اس وقت بھی بہت سے آدمی ہیں جو اس واقعہ پر سرکارؒ سے مرید ہوئے تھے میں اور میرے بڑے بھائی بھی چشم دید گواہ ہیں۔

اب میں وہ نظم یہاں نقل کرتا ہوں۔مجھے یہ نظم زبانی یاد ہوگئی تھی اس لئے کہ مجھ سے بہت مرتبہ سنی گئی سرکارؒ کے بریلی تشریف لے جانے کے بعد بھی لوگ والد صاحب کے پاس آتے تھے اور بار بار مجھے نظم سنانی پڑتی تھی زیادہ تر گجراتی لوگ ہوتے جو اردو سے واقف بھی نہ ہوتے تھے مگر سنتے تھے اور جھومتے تھے۔

نظم

ایک شب کا ماجرا لکھنا پڑا بے اختیار
گلشن چرخ بریں پر تھی ستاروں کی بہار

دل میں ایک نورانیت سی ہو رہی تھی وجزن
کھینچے ہی لیتا نظروں کو ستاروں کا نکھار

یک بیک ایک پیکر نازک بہ انداز وادا
سامنے میری نظر کے آ گیا مستانہ وار

اس کے جلوں سے خجل ہونے لگا ماہِ تمام
اس کی نظروں پر فدا ہونے لگی شب کی بہار

مجھ سے وہ بولا کہ اے بیگانۂ تمکین و ہوش
آج ہی اور آج ہی تو بمبئی ہو جا سوار

پوچھنے کی تاب ہی کب تھی دل نمناک کو
دیدیا تھا اس نگاہِ مست نے طرفہ خمار

الغرض میں بمبئی فوراً روانہ ہو گیا
اس جگہ بھی آ گیا وہ غارتِ صبر و قرار

اب یہ بولا حیدرآباد آپ فوراً جایئے
میں وہاں سے بھی روانہ ہو گیا مستانہ وار

عشق کے ہاتھوں سے تاب دم زدن ممکن نہ تھی
عشق کی پابندیوں سے کر نہ سکتا تھا فرار

یہ بھی فرمایا تھا اس غارت گر صد ہوش نے | اب ذرا تو مستیوں سے اپنی ہوجا ہوشیار
کس طرف ہے دھیان تیرا کس طرف تیرا خیال | بمبئی میں ہونے والی ہے قیامت آشکار
امتحان کا وقت اب آیا ہے تیرے واسطے | ہوشیار اے واقف راز محبت ہوشیا
جب دکن پہنچا تو ایک مخدوم نے مجھ سے کہا | کچھ خبر بھی ہے تجھے اے صاحب سّرِ ہزار
بمبئی سے کیوں تجھے بھیجا گیا ہے اس جگہ | اس جگہ ہونے کو ہے طرفہ قیامت آشکار
کام ہے تیری سفارش کا تیرے اصرار کا | تب یہ ممکن ہے کہ یہ آفت نہ آئے روئے کار
رازؔ مجھ پر راز جب یہ آشکار ہوگیا | ہوش میرے اڑ گئے جاتا رہا صبر و قرار
پھر تو میں نے دامن محبوب تھاما اور کہا | اے مکرم اے معظم اے میرے دل کے قرار
رحم کیجے ہم غریبوں پر خدا کے واسطے | چشم رحمت کیجئے اے مرشد والا تبار
اس طرف لب پر "نہیں" تھی اس طرف اصرار تھا | صبح ویراں تھی ادھر اور اس طرف شام بہار
رو رہا تھا میں پیاپے ہو رہا تھا خون دل | جان تھی میری فسردہ روح تھی میری نزار
جب کسی صورت نہ آیا رحم چشم دوست کو | ایک پہاری سے میں کودا تا کہ دیدوں جان زار
یک بیک آغوش میں اس جان و دل نے لے لیا | جان نے پائی مسرت روح نے پایا قرار
نام کو بھی چوٹ تھی کوئی نہ کوئی زخم تھا | اور نہ کوئی درد تھا باقی نہ کوئی انتشار
مجھ سے وہ بولا کہ اچھا جا تیری مرضی سہی | تیرے صدقے میں یہ آفت گھٹ کے ہوگی آشکار
رازؔ صدقے کیوں نہ ہوں میں اس کرم انداز کے | جس نے میری بات رکھ لی درمیانِ کوہسار
اللہ اللہ ان کے لطف و جود کی حد ہی نہیں | مل رہے تھے مجھ کو انعامات پیہم بار بار
یہ ندا آئی کہ اب تو ہے "امام السالکین" | اور تو "محبوب حق" بھی ہے نہ ہو تو بے قرار
رازؔ میری ذات اس انعام کے قابل نہ تھی | مرشد والا کا صدقہ ہے یہ سب عز و وقار

اس سال ماہ رجب میں جب سرکار قبلہؒ جے پور تشریف لائے تو والد صاحب

نے ایک بڑا جشن کیا میرے والد اپنے مرشد حضرت میر قربان علی صاحب نور اللہ مرقدہ
کی ہر چیز کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کے کپڑوں کو بطور تبرک رکھ رکھا تھا مگر جشن کے
روز والد صاحب نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص آئے وہ درباری لباس یعنی
چوغا یا انگرکھا اور صافہ پگڑی میں آئے چنانچہ جس کسی کے پاس یہ لباس نہ تھا اس کو والدؒ
نے اپنے دادا کا درباری لباس نکالکر دیا۔ مسند کے اوپر چھت گیری لگائی تھی کچھ چوبدار
بھی تھے ہم دونوں بھائی رنگین درباری کپڑوں میں مورچھل لے کر مسند کے دونوں طرف
کھڑے ہو گئے نظمیں اور قصائید پڑھے گئے دعوت طعام ہوئی والد صاحب کی غزل کے
چند شعر حسب ذیل ہیں۔

۷۸۶

وہ ہمہ ناز بے نیاز جمع ہے امتیاز میں	آپ ہیں آج جلوہ گر انجمن نیاز میں
حسنِ حقیقت آشکار جلوہ گہہ مجاز میں	ناز میں پھر وہ دلربا اور یہ دل نیاز میں
جلوہ فگن ہے آفتاب اڑگئی شبنم خودی	ساقئی بے نیاز کی ایک ادائے ناز میں
ساقئی پردہ در کی آنکھ جام شراب دے چکی	کیوں نہ ہو بے حجابیاں پردگیان ناز میں
خنجر یار چلتے ہی وجد ہے بے خودی بھی ہے	خون سے رنگ آگیا بسمل پاک باز میں

اس محفل میں سرکار قبلہؒ نے والد صاحب کو ''خسرو نیازی'' کا خطاب عطا فرمایا
اور اپنے گلے سے ہار اتار کر والد کو پہنایا والد نے ایک اور غزل کہہ کر سنائی جس کے
چند شعر یہ ہیں۔

۷۸۶

شب پیر مغاں بخشید مرا یک جرعہ زجام اللہ ہو | من مست شدم شد جان ودلم مدہوش مقام اللہ ہو
برشاخ وشجر بر برگ وثمر بر ہرین موئے چشم بشر | ہرلحظہ رسد در کاخ ِ فنا آوازِ پیام اللہ ہو
جوشاں ودواں سوزاں وتپاں ہر پارۂ تن ہر روح رواں | از بادۂ جام اللہ ہو وز آتش نام اللہ ہو
میلانِ بقاوذوق فنا پنہاں ایں ہادر جملہ جہاں | از رنگ دوام اللہ ہووز شان نظام للہ ہو
شد بیع بدست پیر مغاں جاں دادودل ودین وایماں | از خویش رہید وشد پنہاں بسمل بخیام اللہ ہو

معمولات وخصوصیات

سرکار قبلہؒ کے معمولات وہی تھے جوان کے پیرومرشد کے تھے آپ اکثر خانقاہ ہی میں رات کوآرام فرماتے تھے خصوصاً موسم گرما میں حضور قبلہ قدس سرہ کے مزار کے سامنے جوسماع خانے کا در ہے اس کے سامنے چھجے کے نیچے آپ کا پلنگ ہوتا تھا باہر آرام فرمانے کا معمول ام المریدین حضرت بیوی صاحبہؒ کے انتقال کے بعد سے اختیار فرمایا تھا ورنہ اس سے پہلے حویلی میں آرام فرماتے تھے صبح جلدی ہی خانقاہ میں تشریف لے آتے تھے سب سے پہلے حضرت سراج السالکینؒ کے مزار کو بوسہ دیتے اور ہاتھ چہرۂ ریش مبارک اور سینہ پر پھیرتے پھر اس کے بعد حضرت تاج الاولیاءؒ کے مزار پر بھی ایسا ہی کرتے اور حضور قبلہؒ کے مزار پر بھی ایسا ہی کرتے پھر دوبارہ حضرت سراج السالکینؒ کے مزار پر آکر دیر تک فاتحہ پڑھتے اس کے بعد اپنے والد کے مزار پر فاتحہ پڑھتے ۔جب باہر آرام فرمانا شروع کیا تو آستانے پر جب موذن اذان دیتا آپ بیدار ہوجاتے اور آستانے پر دور سے جھک کر سلام کرتے اور حویلی میں تشریف لے جاتے

نماز اور وظائف سے فارغ ہو کر خانقاہ میں تشریف لاتے اور پھر جس طرح میں لکھ آیا ہوں اسی طرح آستانہ پر قدم بوس ہوتے سرکارؒ نے کبھی بے وضو آستانے پر ہاتھ نہیں لگایا موسم گرما میں خانقاہ کے دروازے پر آپ کے والد کے مزار کے پائیں آپ کی کرسی ہوتی تھی جیسے ہی تشریف رکھتے خادم حقہ پیش کر دیا کرتا بائیں طرف آستانے کے سامنے رخ پر بینچیں اور کرسیاں ہوتی تھیں جن طالبان اور مریدین بیٹھتے تھے۔ موسم سرما میں دروازے کی سیدھ میں ایک در ہے اس در کے اندر آپ کی کرسی ہوتی تھی اور در کے باہر دونوں سمت بینچیں اور کرسیاں حاضرین کے لئے ہوتی تھیں اس وقت حاضرین میں سے جو اپنے مطالب عرض کرتا تھا اس کی بات خندہ پیشانی سے سنتے اور اس کی عملی تسلی فرماتے تھے۔ نو بجے کے قریب حویلی میں تشریف لے جاتے تھے صبح کا کھانا جلدی نوش فرماتے تھے اس لئے کہ آپ چوبیس گھنٹہ میں صرف ایک مرتبہ کھانا نوش فرماتے تھے اور صبح ناشتہ یا چائے کچھ نوش نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے ہمراہ صاحبزادگان سب شریک طعام ہوتے تھے سرکارؒ نے حضرت سراج السالکینؒ کے وصال کے بعد غذا بالکل ترک کر دی تھی اور ہمہ وقت خانقاہ میں مصروف عبادت رہتے تھے بارہ سال اس طرح گذرے اس کے بعد کوئی غذا ہضم نہیں ہوتی تھی اہل خاندان نے بہت خوشامد سے دہلی لے جا کر علاج کرایا۔ اس وقت سے صرف ایک وقت کھانا کا معمول تھا۔ ۱۱ بجے کے قریب دوبارہ خانقاہ میں تشریف لے آتے تھے سماع خانے میں مسند کی پشت پر دالان میں کرسیاں اور بینچیں ہوتی تھیں۔ وہاں تشریف رکھتے اس وقت باہر کے لوگ اور اہل شہر ملاقات کو آتے تھے مریض اپنے مرض کی دوا پاتے ہر شخص سے ایسے انداز میں بات

کرتے کہ وہ مطمئن اور مسرور جاتا اس کے بعد کبھی حویلی میں یا کبھی باہر اپنے کمرے میں قیلولہ فرماتے اور نماز ظہر کے وقت بیدار ہو جاتے اگر باہر ہوتے نماز پڑھ کر زنانے مکان میں تشریف لے جاتے اور اگر اندر ہوتے تو عصر پڑھ کر خانقاہ میں تشریف لے آتے نماز مغرب کے وقت کمرے میں تشریف لے جاتے وہاں نماز پڑھتے خانقاہ میں نماز کی جماعت حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ یا حضرت جعفر میاں صاحبؒ پڑھاتے تھے کبھی کبھی لوگوں کے اصرار پر سرکار بھی نماز پڑھاتے تھے بڑی دلکش اور خوش آئیندہ آواز میں قرأت فرماتے فرض پڑھانے کے بعد جانماز دوسری جگہ بچھا دی جاتی اور آپ سنتیں پڑھنے کے بعد دیر تک نفلیں (اوابین) پڑھتے نماز سے فارغ ہو کر اس ترتیب اور اسی وضع سے جو میں لکھ آیا ہوں فاتحہ پڑھنے کے بعد حویلی میں تشریف لے جاتے اس وقت خاندانی وظائف پڑھتے اور تمام اہل خانہ پر دم کرتے اس وقت تک صاحبزادگان بھی کہیں باہر نہیں جاتے تھے جب سرکار دم کر دیتے تھے اس کے بعد جس کو جانا ہوتا وہ جا سکتا تھا رات نو دس بجے خانقاہ میں تشریف لے آتے تھے اور دو بجے رات تک تشریف رکھتے تھے شغل واشغال۔ ذکر و حلقہ کی محفل ہوتی رہتی تھی اگر مبارک حسین قوال حاضر ہوتے تو قوالی شروع ہو جاتی سرکار نے اپنے خاص خادموں کو بھی گانے کی مشق کرا دی تھی ان میں عبدالرحمٰن، غلام خواجہ، راؤ زکریاں خاں مخصوص تھے طرز سرکارؒ خود بتا دیتے تھے جو لوگ حاضر ہوتے اگر شاعر ہوتے تو ان کا کلام سنتے ہمت افزائی کرتے اور خود اپنی غزلیں بھی سنواتے تھے اکثر طرح دیدیا کرتے تھے اور ہم لوگوں سے فرماتے تھے کہ اس طرح پر غزل کہو عابد میاں صاحب اور نصیر میاں صاحب چھوٹی

صاحبزادی سب شعر کہتے تھے میں بھی کچھ تک بندی کرلیتا تھا اور سرکارؒ سے ہی اصلاح لیتا تھا۔رات کو دو بجے زنانے مکان میں تشریف لے جاتے وقت آستانے پر قدمبوس ہوتے گھر میں نماز تہجد ادا فرماتے پھر بستر لیٹ کر اپنے اشغال میں مشغول ہوجاتے تھے۔چوبیس گھنٹہ میں مشکل سے تین چار گھنٹہ آرام فرماتے تھے اس میں بھی ایک گھنٹہ دن کا شامل تھا۔جب باہر آرام فرماتے تو فجر کی اذان سے بیدار ہوجاتے تھے اکثر میں آستانے پر صبح کی اذان دیتا تو اس خیال سے کہ سرکارؒ کو آرام فرمائے زیادہ دیر نہیں ہوئی ہلکی آواز میں اذان دیتا تو مجھے حکم دیدیا کہ میں تمہاری آواز کا منتظر رہتا ہوں تم زور سے اذان دیا کرو تا کہ میں اٹھ جاؤں ۔جمعہ کے دن نماز جمعہ سرکارؒ خود پڑھاتے تھے اس نماز میں بریلی کے بیشتر مریدین شریک ہوتے تھے۔بی بی غریب نوازؒ کی مسجد میں نماز جمعہ ہوتی تھی پہلے جاتے وقت آپ حضرت بیوی غریب نوازؒ اور دیگر مزاروں پر فاتحہ پڑھتے اور نماز سے فارغ ہوکر دوبارہ فاتحہ پڑھتے مولوی عبیداللہ صاحب بدخشانیؒ کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھتے جو بیوی غریب نوازؒ کے آستانے کی پشت پر ہے مولوی صاحب حضور قبلہ قدس سرہٗ کے خلیفہ مولوی محمد سمیع صاحب کے مرید حضرت تاج اولیاء قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔نماز کے بعد حویلی میں جاکر سورۂ کیف کی تلاوت فرماتے۔ہر پنجشنبہ کو آستانے پر شیرنی پر فاتحہ ہوتی اس وقت پہلے حضور قبلہؒ کے مزار پر فاتحہ ہوتی پھر حضرت تاج الاولیا کے مزار پر اس کے بعد حضرت سراج السالکینؒ کے مزار پر اور آخر میں اپنے والد کے مزار پر فاتحہ پڑھتے۔شیرنی تقسیم ہوتی پنجشنبہ کو بھی بریلی کے بیشتر مریدین حاضر ہوجاتے تھے رات کو بعد عشاء محفل سماع ہوتی سردیوں میں سماع خانے میں ہوتی اور اب

مسند پر جلوہ افروز ہوتے تھے اور گرمیوں میں خانقاہ کے بالائی صحن پر فرش کا انتظام ہو جاتا اور آپ کی مسند بچھا دی جاتی۔ قوالی کے بعد چائے پر فاتحہ ہوتی اور سب کو تقسیم ہوتی سرکار کی پیالی بہت چھوٹی تھی اس میں سے بھی آپ ایک گھونٹ لے کر صاحبزادوں کو دیدیتے تھے اس میں کبھی کبھی مجھے بھی حصّہ ملتا تھا اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا تھا۔ یکم محرم سے ۱۲ محرم تک آپ قوالی نہیں سنتے تھے اس دوران میں جو پنجشنبہ آتا اس میں مبارک حسین آستانے کے سامنے چٹائی پر بیٹھ کر بلا ساز حضور قبلہ کی نعتیں اور منقبتیں پڑھتے تھے جن کی تعداد پانچ ہوتی تھی۔

خانقاہ عالیہ نیازیہ میں ہمیشہ سے فاتحاؤں کا بہٹ اہتمام رہتا آیا ہے اور ہر فاتحہ میں کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ میں شروع سال سے لکھتا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ تمام سال کیسا فیض عام جاری رہتا تھا۔

محرم :۔ یکم محرم سے ۲۰ صفر تک روزانہ شام کو شربت پر سید الشہد اامام عالی مقام کی فاتحہ ہوتی ہے اور تمام محلّہ میں تقسیم ہوتا ہے شربت کی تقسیم حضرت عابد میاں صاحب کے سپرد تھی۔ یکم محرم سے ۱۲ محرم تک یعنی سویم کے دن تک روزانہ شام کو من بھر آٹے کی تندوری روٹی کا لنگر لٹایا جاتا تھا اس لنگر کی روٹی کی بڑی خصوصیت تھی دور دور سے لوگ اسے لینے آتے تھے اس کے کھانے سے بیماروں کو شفا ہو جاتی تھی سرکار قبلہؒ خود لٹاتے تھے اس کے علاوہ دونوں وقت کھانے پر فاتحہ ہوتی اور تمام محلّے میں کھانا تقسیم کیا جاتا ۴ رمحرم کو حضرت سراج السالکینؒ کی طرف سے سرکار کھچڑے کی دیگیں پکواتے ۵ محرم کو حضرت شیخ الاسلام بابا صاحب قدس سرہٗ لہ فاتحہ میٹھی کھچڑی پر ہوتی ۶ رمحرم کو صبح سرکار

اپنے والدین کی طرف سے کھچڑہ پکوا کر تقسیم فرماتے ۸ محرم کو خانقاہیوں اور مریدین کی طرف سے بریانی کی دیگیں پکتی تھی اس میں تمام مریدین شریک ہو سکتے تھے یعنی نذر پیش کر سکتے تھے۔ یہ بھی تمام محلّے میں اور اہل شہر اور مریدین میں لنگر کی طرح تقسیم ہوتی تھی اس طرح یکم محرم سے ۹ محرم کی شام تک دونوں وقت لنگر تقسیم ہوتا تھا ملک کی تقسیم سے پہلے بریلی کی محرم داری کو ہندوستان میں ایک خاصی اہمیت حاصل تھی اور اس اہمیت کو انگریز حکام بھی مدّ نظر رکھتے تھے اور ہر طرح کا انتظام کرتے تھے ایک تخت تھا جس کو ''مدّو کا تخت'' کہا جاتا تھا بہت مقبول تھا اس پر لوگوں کو بچشم ظاہر امامینؑ کی زیارت ہوئی تھی اس کے گشت کا بہت اہتمام ہوتا تھا اور اسی طرح ''فتح نشان'' اٹھتا تھا جس پر روایت کے مطابق کبھی اصلی پنجہ لگایا جاتا تھا یہ بانس کی ایک بہت موٹی اور بلند چھڑ ہوتی تھی جس میں کافی وزن ہوتا تھا اس کے گشت کے راستہ میں بجلی کے جو تار آجاتے تھے وہ کاٹ دیئے جاتے تھے ''فتح نشان'' کی یہ خصوصیت تھی کسی ناپاک آدمی یا بے وضو نے اسے اُٹھالیا تو فوراً خون کا پیشاب آجاتا تھا ''فتح نشان'' سرکار اُٹھاتے تھے اور صاحبزادگان بھی اُٹھاتے تھے سرکارؒ کی کربلا میں ایک پختہ سبیل تھی۔ وہاں سرکار عشرہ کے دن صبح سے شام تک شربت تقسیم کرتے تھے کئی بوری شکر کام میں آتی تھی اور کئی من کی روٹی کا لنگر ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ سرکار قبلہؒ کا روٹی لٹانے کا ایک خاص انداز ہوتا تھا اگر دو سو گز کے فاصلے سے آدمیوں نے ہاتھ اُٹھایا تو روٹیاں لہراتی ہوئی اس خوبصورتی سے ان کے ہاتھوں میں پہنچ جاتی تھیں کہ دیکھنے والوں کو بھی لطف آتا تھا اس طرح سے کوئی دوسرا نہیں پھینک پاتا تھا۔ پانچ تازیوں کے دفن میں مٹی دے کر آپ پھر سبیل پر تشریف لے آتے تھے اور کربلا

میں احتراماً جوتا نہیں پہنتے تھے۔ بعد عصر فاتحہ دے کر فاقہ توڑتے تھے اور پھر مغرب کے وقت خانقاہ واپس تشریف لے آتے تھے۔ ملک کے تقسیم کے بعد بریلی کی محرم داری بند ہو گئی تو عشرہ کے روز سرکارؒ خانقاہ شریف سے کرسیاں ہٹوا کر چٹائیاں بچھوا دیتے تھے اس روز کوئی کرسی یا پلنگ پر نہیں بیٹھتا تھا سرکارؒ اور سب حاضرین چٹائیوں پر بیٹھتے تھے امام کا ذکر ہوتا رہتا صاحبزادگان ایک طرف مرثیہ سناتے رہتے بریلی کے تمام مریدین اس روز حاضر ہوتے تھے اور باہر کے لوگ بھی آتے تھے حقیقت میں اس دن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے یہ ایک موت کا گھر ہے سب کا فاقہ ہوتا تھا۔ سرکارؒ نے تین چار مرثیے، شہادت نامہ منظوم بہت سی منقبتیں، سلام اور رباعیاں کہیں۔ شربت اس دن دن بھر تقسیم ہوتا تھا اور روٹیاں تقسیم ہوتی رہتی تھیں نماز عصر کے وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا قصیدہ۔

اَن نزلتَ یا ریحَ الصبا یوماً الیٰ ارض الحرم　　بلّغ سلامی روضۃً فیہا النبیؐ المحترم

پڑھا جاتا اور اس کے بعد سرکارؒ کا اس قصیدے کا منظوم ترجمہ اور سرکار کے دعائیہ ''واسطے'' ہر شخص پر گریہ طاری ہوتا۔ جب تک میں خانقاہ میں رہا یہ اشعار میں ہی پڑھتا تھا۔ اس کے بعد فاتحہ ہوئی فاقہ توڑا جاتا سب لوگ خانقاہ میں ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے جو ۹ تاریخ کا پکا ہوا ہوتا تھا اس لئے کہ شب عاشورہ میں اور روز عاشورہ کو چولہا نہیں جلتا تھا۔

شب عاشورہ میں اپنے اشیاخ کے معمول کے مطابق سرکار رات کو ایک بجے زیارت تبرکات کراتے تھے اس میں خاص چیز مشہد حضرت سید الشہدا علیہ السلام کی خاک کے تسبیح کے دانے ہیں جو مٹی کے رنگ کے ہیں مگر شب عاشورہ میں ان پر خون کے داغ

نمایاں ہو جاتے ہیں اور جوں جوں رات زیادہ ہوتی ہے خون کی سرخی گھیری ہوتی جاتی
ہے۔ دوسری خاص چیز گیاہِ مبارک ہے روایت کے مطابق یہ ایک گھاس ہے کہ جہاں
سرکاردوعالم صلعم وضوفرماتے تھے وہاں اُگ آتی تھی اس کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کو شیشے
کے ایک پیالے میں پانی میں ڈالدیا جاتا ہے تو یہ نیچے بیٹھ جاتی ہے پھر تمام حاضرین سے
باآواز بلند درود شریف پڑھنے کو کہا جاتا ہے درود کی آواز سے گھاس ایک دم رقص کرنے لگتی
ہے اگر اس کو چٹکی سے دبالیا جائے تو اوپر کا سرا مسلسل رقص کرتا ہے۔ اس کے علاوہ
حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہٗ امامینؑ اور خلفاء جناب مولا کی شبیہوں کی زیارت
کرائی جاتی ہے اس شب میں خانقاہ اور زنانی حویلی میں مجمع کثیر ہوتا ہے۔ ۲ بجے شب
میں سرکار قبلہؒ معہ تمام خانقاہیوں کے پانچ تختوں کی زیارت کو جاتے۔ نالین مبارک کافی
دور اُتارتے تخت کو بوسہ دیتے نذر پیش کرتے فاتحہ پڑھتے اور اُلٹے قدموں واپس ہوتے
اس طرح سب ہمراہی بھی کرتے باقی شب عبادت وریاضت میں بسر ہوتی حاضرین بھی
سب خانقاہ میں مصروف عبادت رہتے تھے۔

گیارہ محرم کو مجلس ہوتی یہ مجلس حضور قبلہ کے مزار کی بائیں جانب پرانی خانقاہ
کے دروازے کے سامنے ہوتی جہیں اب سرکار قبلہؒ کا مزار ہے بڑے بڑے مقررین
دونوں فرقوں کے مجلس پڑھتے۔ خبیر لکھنوی مرحوم ہر سال مرثیہ سناتے تھے مگر اس محفل کی
خاص چیز جس کے لئے لوگ سال بھر تک مشتاق رہتے تھے وہ آپ کے خلف اکبر اور
جانشین حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ کا مرثیہ پڑھنے کا انداز تھا حضرت حسن میاں
صاحب قبلہ کا حافظہ ماشااللہ اتنا اچھا ہے کہ مرثیہ کے سوسو بند آپ کو زبانی یاد تھے آپ

ہمیشہ سرکار قبلہؒ کے ہی مرثیے سناتے تھے اور مرثیہ پڑھنے کے فن سے کما حقہ واقف ہیں اور اس روش سے پڑھتے ہیں جس اساتذہ فن کا طرۂ امتیاز رہا ہے ایک تو پڑھنے کا انداز چشم و ابرو کے اشارے دوسرے آپ کی ذاتی وجاہت اور جامعہ زیبی ایسا منظر پیش کرتی تھی کہ محفل میں ایک شور برپا ہو جاتا تھا کتنی ہی دیر پڑھیں مگر سامعین کی تشنگی نہین جاتی تھی اس بیان میں کوئی مبالغہ نہیں ہے جنہوں نے ان مجلسوں میں شرکت کی ہے وہ میرے بیان کی صداقت کے شاہد ہیں۔

سرکار قبلہؒ نے کئی مرثیے کہے تھے جس میں خاص مرثیے حضرت عباسؑ نامدار اور حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام کا ہے ان سب مرثیوں میں وہ سب اجزاء موجود ہیں جو ایک مکمل اور بہترین مرثیے میں ہونے چاہیے۔ موضوع کے اعتبر سے لفظوں کا انتخاب اور اس انتخاب میں معنوی اور صوتی مناسبت نے چار چاند لگا دیئے ہیں بیان کا انداز بھی موضوع کی اہمیت اور موقع کی مناسبت کو لئے ہوئے ہے جس میں تشبیہیں استعارے اور تمثیلیں بھی موضوع اور موقع سے مربوط ہوتی ہیں۔ جذبات کے مدارج کو ملحوظ رکھ کر فطرت کے مطابق ڈھالا گیا ہے۔ گفتگو اور مکالمے کے لکھنے میں بھی نمایاں شان باقی رکھتی ہے۔

آپ کبھی دو شخصوں کی گفتگو لکھتے ہیں تو الفاظ اور طرز کلام اور لب ولہجہ میں متکلم اور مخاطب دونوں کی عمر صنف، سیرت، حیثیت، وقتی قلبی کیفیت گفتگو کے موقعے اور اُن کے باہمی تعلقات کا لحاظ بہت خوبی سے رکھتے ہیں ایک مکمل مرثیہ کے اجزا مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ **چہرہ** : مرثیہ کا ابتدائی حصہ جس میں تمہید کے طور پر ایسے مضامین بیان کئے جاتے ہیں جن کا مرثیہ کے ہیرو سے براہِ راست کوئی واسطہ نہ ہو جیسے حمد ونعت، مناجات اپنی شاعری کی تعریف وغیرہ۔

۲۔ **ماجرا**: چہرے کے بعد مرثیے میں ہیرو سے متعلق باتیں لکھی جاتی ہیں اور سامعین کو مرثیے کے مخصوص موضوع کی طرف لایا جاتا ہے یہ سب ماجرے میں آتا ہے۔

۳۔ **سراپا**: ماجرے کے بعد مرثیہ میں ہیرو کا ناک نقشہ قد وقامت حسن وخوبی شجاعت وبہادری، نسب وحسب کا بیان ہوتا ہے

۴۔ **رخصت**:- ہیرو کے میدان جنگ میں جانے کی اجازت لینے اور عزیزوں سے رخصت ہونے کا بیان ''رخصت'' کہلاتا ہے۔

۵۔ **رجز**: عرب کے آدابِ جنگ کے مطابق ہیرو کا مقابل فوج کو جو فخریہ انداز میں اپنے آباؤ اجداد کے نام اور کارناموں سے واقف کرنا اور اپنی بہادری اور برتری کا اظہار ''رجز'' میں کیا جاتا ہے۔

۶۔ **جنگ**:- رجز کے بعد مخالف فوج سے ہیرو کا جنگ کرنا فوجوں کی ریل پیل۔ میدانِ کارزار کا ماحول۔ مختلف ہتھیاروں کا استعمال گھوڑے تلوار اور ہتھیاروں کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

۷۔ **شہادت**:- مرثیہ کا وہ حصہ جس میں ہیرو کے زخمی ہونے سے شہید ہونے تک کا حال ہوتا ہے۔

۸۔ **بین**:-آخر میں ہیرو کی موت پر اظہار ملال اور عموماً تخلص کا اظہار ہوتا ہے۔

میں سرکار قبلہؒ کے حضرت سیدنا قاسم ابن حسن علیہ السلام کے مرثیے سے چند بند پیش کروں گا اگر چہ تشنگی اہلِ ذوق کی باقی رہے گی اس لیے کہ میں مثال کے لئے پر موضوع کے صرف ایک دو بند پیش کروں گا بیچ بیچ میں سے کئی بند نہ ہوں گے اور تسلسل قائم نہیں رہے گا یہ عنوان اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے مگر جو کچھ ہے پیش کروں گا اس سے آپ کو میرے متذکرہ بالا بیان کی تصدیق ہو جائے گی اور سرکارؒ کی اس فن کی مہارت پر کچھ روشنی پڑے گی۔

اجزا کی جو ترتیب اوپر دے آیا ہوں اسی ترتیب سے مثالیں پیش کروں گا۔

چہرہ

سرسبز نہالِ چمن فکر سخن ہے   پھولا ہوا گلہائے مضامین کا چمن

ہر لفظ میں خوشبوئے گل باغِ حسنؑ ہے   ہر مصرعۂ موزوں شب اول کی دلہن ہے

باندھا ہوا ہر بند ہے سہرے کی لڑی سے

زیبندہ ہر اک بیت ہے پھولوں کی چھڑی سے

پھر آئینہ نظم مجلّٰی نظر آئے   پھر حُسن حسنؑ نور معلّٰی نظر آئے

حجلہ میں ہر اک حور معریٰ نظر آئے   پھر طور پہ اک برق تجلّٰی نظر آئے

اُس رزم کا نقشہ میری آنکھوں میں جمادے

کانوں سے جو سنتا ہوں وہ آنکھوں سے دکھادے

آئی یہ صدا فکر و تردد تجھے کیا ہے   نقشہ تیرے دل میں تیری آنکھوں میں کھینچا ہے

یہ ماریہ ہے اور یہ ہی دشت بلا ہے　　یہ فوج ستم ہے یہ صفِ شیرِ خداؑ ہے

میداں حق و باطل کا نمونہ نظر آیا

ایک شیر ژیاں صورت مولاؑ نظر آیا

سراپا

اللہ رے اس شیر کی عظمت کے میں قربان　اس دبدبہ و شان و شجاعت کے میں قرباں

اس صورت و سیرت کے جرآت کے میں قرباں　اس صولت و شوکت کے شجاعت کے میں قرباں

ہر رنگ میں چربہ ہے ولی ابن ولی کا

اندازِ سواری ہے سواریٔ علیؑ کا

رخصت

قاسمؑ نے یہ کی عرض کہ اے مادرِ ذیشان　　ہو عفو خطا بندۂ مسکین کی خدا را

بندے پہ کرم دودھ کی بخشش کا ہو واللہ　　دامن کو کوئی کھینچ رہا ہے سوئے جنگاہ

بچھڑے ہوئے اب کے لب کوثر پہ ملیں گے

ہم رزم کے میدان سے جیتے نہ پھریں گے

کی عرض کہ اے شاہ یہ دیکھا نہیں جاتا　　گذری ہے جو دل پر وہ زباں پر نہیں آیا

مُنہ اپنا دکھانے کے میں قابل نہیں پاتا　　ملتی جو رضا مجھ کو تو پھولا نہ سماتا

مل جائے اجازت تو نہایت یہ کرم ہے

خادم کی اگر دل شکنی ہو تو ستم ہے

فرمایا کہ اے بیٹا میں کس دل سے رضا دوں　　بھائی کی نشانی ہو بھلا کیسے مٹا دوں
بیوہ کی کمائی کو میں کس طرح لٹا دوں　　بابا کی شکایت کا جواب ان کو میں کیا دوں

لازم ہے تمہیں صبر مشیت پہ خدا کی
توڑو نہ ضعیفی میں کمر اپنے چچا کی

اگلے بند کے ٹیپ میں فرماتے ہیں۔

اللہ رے اس شیر کی عظمت کے میں قرباں　　اس دبدبہ و شان و شجاعت کے میں قرباں
میں جاتا ہوں مرنے میرے لاشے پہ تم آنا　　مٹی مجھے دینا میری میت کو اُٹھانا
کی عرض کہ وہ دن کرے خالق اکبر　　دیکھوں میں تن عرش نشیں خاک کے اوپر
گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں فردوس میں شبرؑ　　فرماتے ہیں مجھ سے کہ تصدق ہو چچا پر

بھائی پہ میرے آنچ نہ آئے کہیں قاسم
تو کس لئے میدان میں جاتا نہیں قاسم

کئی بند کے بعد

اے قاسم ذیشان خدا حافظ و ناصر　　تم جاؤ میری جان خدا حافظ و ناصر
اللہ نگہباں خدا حافظ و ناصر　　قایم رہیں اوسان خدا حافظ و ناصر

جاؤ میرے پیارے تمہیں اللہ کو سونپا
معبود تیرے مہر میں اس ماہ کو سونپا

رجز

اے شامیوں پوتا ہوں میں خالق کے ولی کا
دیکھو میں نواسہ ہوں رسولؐ عربی کا

قاسم ہوں بھتیجہ ہوں حسین ابن علیؓ کا

بھائی ہوں چچازاد میں ہم شکل نبی کا

لخت دل شبّر ہوں میں ہیبت میری دیکھو

حیدرؓ کو نہ دیکھا ہو تو صورت میری دیکھو

ہم وہ ہیں کہ ہم نے ہی پرے کردیئے برہم ہم وہ ہیں کہ تلوار کے ہیں ایسے دھنی کم

دیکھے ہوئے ہو خوب تم اس تیغ کا دم خم یہ تیغ ہے زخمِ دلِ بد خواہ کا مرہم

آب دم شمشیر ہے کہ بحرِ فنا ہے

بجلی کی یہ تلوار ہے یہ دست قضا ہے

جنگ

میدان میں روکی گئیں جب اسپ کی باگیں اعدا کے دلوں میں یہ ہوا خوف کہ بھاگیں

کیں چھپنے کی گھاتیں تو نظر بند کی لاگیں یوں سو گئے فتنے کے جگائے سے نہ جاگیں

فرمایا کہ او لشکر اشرار خبردار

میں آگیا میدان میں ہشیار خبر دار

وہ تیغ شرر بار کچھ اس طور سے چمکی راہیں نظر آنے لگیں ازرق کو عدم کی

سمجھا کہ بس اب خیر نہیں جان وتن کی اب موت نے مہلت نہ ملے گی کوئی دم کی

آنکھوں میں چکا چوند ہوئی اشک بھر آئے

شامی تھا یہ دن میں اسے تارے نظر آئے

کیا برق غضب بن کے گری سر پہ وہ تلوار ارمان بھرے اور دھرے رہ گئے ہتھیار

تیغ و تبرو گرز کی کوشش ہوئی بیکار سب تیر و کمان نیزہ و خنجر ہوئے لاچار

ثابت نہ ہوا تیغ کرھر سے کدھر آئی
کب سر پر گئی کب یہ قدم تک اُتر آئی

شہادت

یہ دیکھ کے ہر سمت سے وہ لشکر غدّار
لے لے کے کمانیں ہوا آمادۂ پیکار
چلّے سے ملانے لگے ظالم لب سوفار
ہر سمت سے قاسم پہ ہوئی تیروں کی بوچھار

اُس دن کے لئے بند تھا مہمان کا پانی
دو روز کا پیاسا پیئے پیکاں کا پانی

اس وقت میں شیث بن سعد اس طرف آیا
نیزہ دلِ مجروح پہ ظالم نے لگایا
اور آب دم تیغ بھی پیاسے کو پلایا
اس ضرب نے شہزادے کو گھوڑے سے گرایا

لہرا کے گرے اسپ سے دم ٹوٹ رہا ہے
اب مادرِ قاسم پہ ستم ٹوٹ رہا ہے

بین

اب مادر قاسم کی دگرگوں ہوئی حالت
یہ ماں کا ہے دل ٹوٹ پڑی جس پہ قیامت
سکتہ ہوا جاتی رہی ہر عضو کی طاقت
لب خشک زباں خشک نہیں تاب وتلاقت

ڈر یہ بھی ہے تسلیم ورضا میں نہ خلل آئے
غم ہے کہ کہیں مُنہ سے کلیجہ نہ نکل آئے

جب لاشۂ قاسم کو درِ خیمہ پر لائے
گیسوئے مُعنبر رخ روشن سے ہٹائے
رومال سے منہ صاف کیا اشک بہائے
موت ایسی الٰہی نہ دکھائے نہ سنائے

زانوں پر لئے بیٹھے ہیں سر رنج والم سے

زخموں کا دھلاتے ہیں لہو دیدہ نم سے

اے رازؔ نہیں تابِ تکلم کی زباں میں کانٹے ہیں دہانِ قلم خشک لساں میں
گذری ہے جو دل پر نہیں آتا ہے بیاں میں مصروف عزادار ہیں سب آہ و فغاں میں
تحریر کے قابل نہیں جو دل پہ قلق ہے
کیا حال لکھا جائے جگر خامے کا شق ہے

اسی طرح اسی ترتیب سے حضرت عباسؑ کے مرثیہ کے چند بند پیش کرتا ہوں تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ جو اچھا مرثیہ تھا اس کے بند پیش کئے گئے ہیں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو چاروں مرثیوں میں سے مثالیں پیش کرتا۔

شمسیر دو پیکر میرا کلک دو زباں ہے جوہر میرا ایک سخنور پر عیاں ہے
لوہا میرا مانے ہوئے ہر تیغ زباں ہے میں اہل زباں ہوں میرا خامہ ہمہ داں ہے
میدان میں بدخواہ مقابل اگر آئے
ہر بیت چھری بن کے کلیجے میں در آئے

سرسبز ہے تختہ گل مضمون کے چمن کا چلتا ہوا سکہ ہے میرے نقدِ سخن کا
نقطہ میں ہے جلوہ قلم نور فگن کا مطلع میرا خورشید ہوا چرخ کہن کا
یہ مدحت ماہ نبی ہاشم کا سبب ہے
امداد مضامین نہیں یہ بخششِ رب ہے

وہ شہر نیستانِ علی آتا ہے رن میں شیروں کا لہو خشک ہوا جاتا ہے بن میں
کرتی نہیں ہیبت سے زباں کام دہن میں چھایا ہوا ہے رُعب دل ارضِ کہن میں

ایک زلزلہ ہے جنگ کے میداں کی زمیں کو
آنے لگے چکر اسدِ چرخ بریں کو

عین اس میں علی کا ہے علی کی سی ہے عادت — ب سے ہے یہ بنیاد کنِ بانئ بدعت
احمد کا الف اسی میں ہے یہ ہے ید قدرت — ہے دین سے سرمایۂ سادات وسیادت

یہ حرف ملا دینے سے عباس ہوا ہے
اس طرح سے یہ نام فلک آساس ہوا ہے

کی عرض کہ اے شاہ زمن سید ابرار — اے حامئ دیں امت عاصی کے خبردار
اے لختِ دل فاطمہؑ و حیدرؑ کرّار — اے نورِ نگاہ شہ دیں احمدؐ مختار

اب فوج ستم گر کا ستم حد سے سوا ہے
دل تودۂ غم ناوک ماتم کا بنا ہے

اے سرورِ دیں شاہ امم غور کی جا ہے — معصوموں کا سوکھا ہوا ہفتم سے گلا ہے
وہ اصغرِ معصوم کے رونے کی صدا ہے — آنچل میں مگر خون بھی سب سوکھ گیا ہے

بولا نہیں جاتا ہے ذرا بے وطنوں سے
باہر نکل آئی ہیں زبانیں دہنوں سے

فرمایا کہ بچپن کی ضدیں تم میں ہیں اب تک — مانو گے نہیں تم نہ رضا پاؤ گے جب تک
راضی ہوں رضا پر تمہیں روکے کوئی کب تک — دم بھر میں یہ بندہ بھی پہنچ جائے گا رب تک

بسم اللہ کرو جاؤ تم اللہ نگہباں
حامی ہوں نبیؐ حیدرؑ ذی جاہ نگہباں

پائی جو رضا رن کی تو عباس دلاور خوش ہو گئے بوسہ دیا قدموں کو مکرّر
فتراک سے باندھا کوئی مشکیزہ اُٹھا کر سکّہ کی طرح بیٹھ گئے خانۂ زیں پر
باگوں کو سنبھالا تو سنبھلنے لگا توسن
اڑتا ہوا میدان کو چلنے لگا توسن
سیماب کی صورت ہے ٹھہرنا اُسے دشوار دم بھر میں کہیں سے نظر آیا کہیں رہوار
فرفر گیا صرصر کی طرح رَن میں یہ طرّار حیرت ہوئی سکتہ ہوا تھرّائے ستمگار
عباس مقابل ہوئے جب لشکر کیں کے
فرمایا یہ فوج پسر سعد لعیں سے
او خیرہ سرانِ سپہ شام خبردار دیکھو مجھے میں ہوں پسر حیدر کرّار
قبضہ میں میرے ہے اسد اللہ کی تلوار دم بھر میں صفیں صاف ہوئی ہیں دم پیکار
قائل ہے جہاں مرے گھرانے کے چلن کا
رہنے نہیں دیتا کوئی جھگڑا سروتن کا
ہم وہ ہیں کہ توڑے ہیں بہت سے سرِ خودسر ہم وہ ہیں کہ چھوڑا نہ کبھی سر تہہ مغفر
ہم وہ ہیں کہ کاٹے ہیں بہت جوشن و بکتر ہم وہ ہیں کہ دم بھر میں اُلٹ دیتے ہیں لشکر
ہم وہ ہیں کہ جب ہم سے ذرا آ کے تنی ہے
اقوام بنی جان کی جانوں پہ بنی ہے
جنگاہ میں شمشیر دو پیکر نکل آئی مچھلی تھی جو گرداب سے باہر نکل آئی
بجلی تھی جو بادل سے تڑپ کر نکل آئی یا کوئی پری قاف سے باہر نکل آئی

کھینچتے ہی یہ تن جاتی ہے جھکتی ہی نہیں ہے
یہ تیغ قضا ہے کہیں رکتی ہی نہیں ہے

جس سر پہ گئی گردن وسینہ میں در آئی　　سینے سے گذرتی ہوئی یہ تا کمر آئی
دو کر کے کہیں آئی کہیں چار کر آئی　　اعدا کو خبر بھی نہ ہوئی اپنی پرائی

بچتے کوئی دیکھا نہیں اس برق بلا سے
دامن ہے یہ باندھے ہیے دامانِ قضا سے

گھیرے ہوئے ہر سمت سے تھا شام کا لشکر　　مارا کسی بد ذات نے ایک گرز جو سر پر
مُشکیزہ چھٹا دانت سے تب ہو گئے مُضطر　　غش کھا کے گرے اسپ سے عباس دلاور

تر خون میں ہو کر وہ جری زیں سے گرا آہ
ماہِ بنی ہاشم شفق آلود ہوا آہ

فرمایا کہ عباس مجھے چھوڑ چلے تم　　افسوس کے یوں بھائی سے مُنہ موڑ چلے تم
ہے بات بڑھاپے میں کمر توڑ چلے تم　　میں نے ہی رضا دی تمہیں وہ جوڑ چلے تم

بند آنکھیں ہوئی جاتی ہیں کھولو تو سہی تم
کیا مجھ سے خفا ہو گئے بولو تو سہی تم

معصوم یتیموں نے کیا حشر وہ برپا　　بچوں کے پھڑکنے سے ہوا خون کلیجہ
عباس کی بیوہ نے جو منہ لاش کا ڈھانکا　　ہمشیر کی چشموں سے بہا خون کا دریا

کیونکر میں لکھوں حال اس اندوہ الم کا
سینہ ہوا جاتا ہے شگاف آج قلم کا

اے رازؔ نہیں تاب فغاں اہل عزا میں　　　مصروف بڑی دیر سے ہیں آہ و بکا میں
ہر ایک کی ہے عرض یہ درگاہِ خدا میں　　　کٹ جائے غم فدیۂ شاہ شہدا میں

یارب بہ طفیلِ کرمِ ساقیٔ کوثر
ہو غم نہ بجز رنج و غم ساقیٔ کوثر

ان چند بندوں سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ روانی بے ساختگی اور وہ سب کچھ ہے جو اُردو ادب کے بہترین مرثیہ نگاروں کے یہاں ہوتا ہے۔ اس سلسلے کی دو تین رباعیاں بھی بطور نمونہ لکھ رہا ہوں۔

اے مظہر خاص مصطفائی　　　ہم محرم و راز مرتضائی
بنگر بہ غلام رازؔ خستہ　　　اے منبع نور کبریائی

اے بانی نئی لاالہ الااللہ　　　مظہر خاص آں رسول اللہ
دین احمد کی ہو گئی تکمیل　　　تم ہو احمد کے جانشیں واللہ

جو عاشق بو تراب ہو جاتا ہے　　　کونین میں انتخاب ہو جاتا ہے
اے رازؔ غبارِ رہِ کوئے حیدر　　　ذرہ ہو تو آفتاب ہو جاتا ہے

۱۱ر محرم کو بھی تین چار دیگ کھچڑہ پکتا ہے اور مٹی کی رکابیوں میں نکال کر شرکاء مجلس کو دیا جاتا ہے۔
۱۲ر محرم کو سوئم کی فاتحہ میں پانچ دیگ کھچڑہ پکتا ہے خانقاہ میں ہر تاریخ کے کھچڑے کا نسخہ علیحدہ ہے ۱۲ر کو جو کھچڑہ پکتا ہے وہ اسی نسخے سے پکتا تھا جو دو تین روز تک خراب نہیں ہوتا

تھا مٹی کی ہانڈیوں میں بھر کر مخصوص مریدین عمائدین شہر کے علاوہ کانپور شاہجہانپور لکھنؤ وغیرہ کے مریدین کے یہاں جاتا تھا محرم میں پہلی تاریخ سے ۱۲/تاریخ تک محلّے والوں کے یہاں تو چولہا جلتا نہیں تھا اس لئے کہ وہ ۱۲/دن خانقاہ کے مہمان رہتے تھے۔

اس گرانی کے زمانے میں لوگ یقین نہیں کرسکیں گے کہ یہ سب کچھ انتظام کس طرح ہوتا تھا یہ سب سرکارؒ کے اور رابطہ کی پختگی کا ثبوت ہے۔

صفر :- صفر میں جہلم کی فاتحہ بڑے پیمانہ پر ہوتی تھی اور کئی دیگ کھچڑے کی پکتی تھی آخری چہار شنبہ پر بڑے پیمانے پر کھانا پکتا اور حضور سرور عالمؐ کی فاتحہ ہوتی سب لوگ نئے کپڑے پہنتے۔

ربیع الاوّل :- یہ مہینہ تو پورا فاتحاؤں میں گذرتا یکم سے ۱۲/تک روزانہ حویلی میں میلا شریف ہوتا اور شیرنی تقسیم ہوتی اور ۱۱/تاریخ کو نئے مکان میں جس کا ذکر اس کتاب میں گذر چکا ہے سرکارؒ کی والدہ صاحبہؒ کی طرف سے محفلِ میلا دعام ہوتی جس کا انتظام سرکارؒ کے برادر خورد حضرت موسیٰ میاں صاحب کرتے تھے ۱۲/تاریخ کو بڑی حویلی میں بہت بڑے پیمانہ پر میلاد شریف ہوتا تھا اس میں اکثر سرکار قبلہؒ تقریر فرماتے تھے اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسی بات فرماتے تھے جو پہلے کبھی سننے میں نہیں آئی تھی بڑے بڑے عالم سرکار کے تبحرِ علمی کے قائل تھے چنانچہ اعتقاد کے اختلاف کے باوجود سرکارؒ کا بیان

سننے آجاتے تھے۔ ویسے تو سرکارؒ کی سینکڑوں تقریریں قابل ذکر ہیں مگر محفل میلاد میں سرکار ۱۲؍ربیع الاول کو اور ۲۷؍ربیع الاول کو اپنے شیخ کے عرس کے دن جو محفل ہوتی کہ وہ سامعین کے ذہن کی سطح کا اندازہ فرمالیتے تھے اور اس پیمانے کی تقریر فرماتے تھے ایک مرتبہ کی تقریر میری ڈائری میں لکھی ہے ۱۳؍دسمبر ۱۹۵۱ء مطابق ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۷۱ھ کو جب سرکار قبلہ تقریر کرنے بیٹھے تو فرمایا کہ آج آپ کو ایسی بات بتادوں کہ سن کر تعجب کریں گے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا کوئی ایسی عبادت ہے جس میں حضورِ قلب نہ ہونے کے باوجود اس کا قبول ہونا لازمی ہو۔ لوگ حیران ہوئے اور کہا ایسی کون سی عبادت ہوسکتی ہے جو بغیر حضور قلب کے قبول ہو جائے۔ سرکارؒ اتنے اچھے پیرائے میں تقریر فرمارہے تھے کہ بڑا لطف آرہا تھا سرکار نے فرمایا اچھا یہ بتایئے کہ جس عبادت میں اللہ اور اس کے ملائکہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہوئیں تو اُس عبادت کی قبولیت میں آپ کو کچھ شک؟ بڑے بڑے عالم اس محفل میں موجود تھے پروفیسر عبدالشکور، پروفیسر خلیق (بریلی کالج) پروفیسر مولوی حبیب رضا صاحب سحر لکھنوی وغیرہ یہ لوگ وہبی خیال کے تھے غرض کہ کہ اس لوگوں نے جواب دیا کہ ایسی عبادت جس میں اللہ اور ملائیکہ شامل ہو جائیں وہ تو لازمی قبول ہوگی مگر ایسی عبادت سمجھ میں نہیں آئی کہ اللہ بندے کے ساتھ عبادت

کرے سرکار قبلہؒ مسکرائے ائے اور فرمایا کہ ابھی بتاتا ہوں آپ خود ہی تائید کریں گے فرمایا بائیسویں پارہ سورۂ احزاب میں اللہ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ و مَلٰئِکتہٗ یُصلّونَ عَلَی النّبی یا ایھّا الذین آمَنو صلُّو عَلَیہِ وسَلِّمُو تَسلِیما۔

اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں درود بھیجتا ہوں ملائیکہ درود بھیجتے ہیں تم بھی درود بھیجو اس میں پڑھنے والے کے لئے حضور قلب اور طہارے کی شرط نہیں ہے اس لیے کہ یہ کام اللہ کے حکم سے تحت کرتا ہے اور اللہ اور ملائکہ بھی اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ تعریف کا ایک شور بلند ہوا۔ سرکار قبلہؒ نے ایک دوسری دکھتی رگ پر ہاتھ ڈالا فرمایا کہ اب اس ذات کی عظمت اور بزرگی کا کیا رتبہ ہے جس کی تعریف اللہ اور ملائیکہ اور بندے ایک زبان ہو کر کریں ور ذات کیسی ہوگی اور وہ تینوں میں کس کس میں شامل سمجھی جائے گی۔ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ اور محمدؐ اور بندے میں رابطہ پیدا کرتی ہے۔ لوگوں کو سکتہ سا ہو گیا ان میں ایسے لوگ بھی تھی جو میلاد شریف میں سلام کے وقت کھڑے ہونے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اس مختصر تقریر میں ایسی جامع اور مدلل بات بیان فرمادی پھر جب سرکار قبلہؒ نے، میلاد شریف پر میری عرضداشت پر رسالہ راز تخلیق تحریر فرمایا تو اس میں اور زیادہ وضاحت سے اس موضوع پر روشنی ڈالی۔

ایک مرتبہ ۲۷ ربیع الاول کی محفل میں بھی اسی طرح کا مجمع تھا زیادہ تر لوگ ایسے تھے جو معراج جسمی کے قائیل نہ تھے جب سرکارؒ تقریر کے لئے بیٹھے تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ معراج جسمی پر کچھ روشنی ڈالئے جب حضور صلعم اس جسم کے ساتھ آسمان پر

تشریف لے گئے تو کیا آسمان پھٹا تھا یا اس میں سوراخ ہوا تھا یہ عقل باور نہیں کرتی کہ جسم بغیر کسی راستے کے آسمانوں کے اندر چلا گیا۔

سرکارؒ نے فی البدیہہ یہ تقریر فرمائی۔ سرکار اپنی تقریر میں معترض کے سوال سے ہی اس کا جواب پیدا فرماتے تھے سرکارؒ نے فرمایا کہ بتایئے سرکارِ دوعالم صلعم کی پیدائش سے سینکڑوں برس پہلے جب اللہ تعالیٰ نے دو انسانوں کو آسمان پر سے نیچے پھینکا اور اُن دو میں ایک ناقص اور ایک کامل تھا اس وقت آسمان پھٹا تھا۔ خرخ والتیام واقع ہوا تھا۔ اس میں دروازہ پیدا ہوا تھا سوراخ ہوا تھا؟ وہ آخر نیچے کس آ گئے، اوپر جانے والے بتاتا ہوں۔ اسی طرح دو انسانوں کو نیچے سے اوپر بھیجا گیا اس میں بھی ایک ناقص ایک کامل تھا عیسیٰ کامل تھے ساتویں آسمان پر گئے اور ادریس ناقص تھے جو چوتھے آسمان پر رہ گئے تو آپ کو قرآن میں کچھ شک ہے کہ قرآن سے ثابت ہے یا نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا بیشک ہے تو فرمایا اب آپ کا اعتراض کہاں گیا؟ اللہ تعالیٰ نے آپ جیسے لوگوں کے لئے پہلے ہی انتظام کر دیا تھا کہ دیکھو دو ہستیوں آدم اور حوّا کو آسمان سے نیچے بھیج رہا ہوں اور دو ہستیوں کو نیچے سے اوپر بلا رہا ہوں تا کہ آئندہ جب میں اپنے محبوب صلعم کو اپنے پاس بلاؤں تو تم کو کچھ تعجب نہ ہو درود کا ایک زبردست شور اُٹھا معترضین کی گردنیں جھک گئیں تو یہ انداز تھا میرے سرکار کی تقریر کا۔ میں عنوان سے دور جا نکلا مگر ذکر آ گیا تو یہ واقعہ بھی بیان کر دیا۔ اسی طرح معراج کے موضوع پر اپنی تقریریں میرے پاس لکھی ہیں کہ اگر وہ لکھوں تو یہ کتاب بہت ضخیم ہو جائے گی۔

میلاد شریف میں سرکار کا طبع شدہ سلام پڑھا جاتا تھا جس کو سرکار قبلہ بھی پڑھنے والوں کے ساتھ پڑھتے تھے اور چشمان مبارک سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ اسی مہینہ میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ اور شیخ المشائخ حضرت شیخ کلیم اللہ جہانا آبادی قدس سرہ کی فاتحہ ہوتی کھانا سب فاتحہاؤں میں تقسیم ہوتا تھا۔ ۲۵ ربیع الاول سے ۲۷ ربیع الاوّل تک اپنے شیخ کا عرس بڑے پیمانہ پر کرتے تھے یہ چھوٹا عرس کہلاتا ہے۔

ربیع الثانی:- اس مہینہ میں ۱۶ اور ۱۷ کو خانقاہ میں حضرت پیر پیران غوث آعظم قدس سرہ کا چراغاں ہوتا سینکڑوں آدمی آتے اور سرکار آستانے کے بیچ کے در میں تشریف فرما ہوتے اور منتوں کے چراغ پیش کرتے ۱۶ تاریخ کو زنانی حویلی میں مستورات کے لئے چراغاں ہوتا حویلی میں چراغاں کے لئے ایک جگہ مخصوص ہے قدیم زمانے سے وہیں چراغاں ہوتا ہے ۱۷ کو خانقاہ شریف میں چراغاں ہوتا تھا اس میں آستانے پر پہلے حضرت بڑے پیر صاحب قدس سرہ کی فاتحہ ہوتی شیرنی تقسیم ہوتی پھر چراغ تقسیم ہوتے رات کو بعد عشاء محفل سماع ہوتی اور پہلے حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی شان میں منقبتیں پڑھنے کے بعد حضور قبلہؒ کی غزل جس کا مطلع ہے

دلا دستِ طلب بکشا بدرگاہے شہنشاہے نظام الدین والملّت علیہ رحمت اللہ ہے

پڑھی جاتی جس غزل پر ہمیشہ حضرت کے قل کی قوالی ختم ہوتی ہے اس کے بعد حضرت بڑے پیر صاحب قدس سرہٗ کی شان میں جو سرکار قبلہ کی منقبتیں ہیں وہ پڑھی جاتی تھیں آخر میں حضور قبلہ قدس سرہٗ کی یہ غزل جس کا مطلع ہے۔

بدہِ دستِ یقیں اے دل بدستِ شاہ جیلانی　　　　کہ دستِ او بود اندر حقیقت دست یزدانی

پڑھی جاتی پھر محبوبین کی فاتحہ طعام تقسیم ہوتا اور چاء بھی تقسیم ہوتی رات ڈیڑھ بجے جنتا ایکس پریس سے سرکارؒ دہلی تشریف لے جاتے اور وہاں حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے آخری قل میں ۱۸ ارکو شریک ہوتے سرکار قبلہؒ اتنا ادب ملحوظ رکھتے تھے کہ آستانے کے اندر نہیں جاتے تھے دالان ہی کے پتھر کو بوسہ دیتے تھے اسی طرح اجمیر شریف میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے آستانے کے اندر کبھی نہیں گئے سرکارؒ فرماتے تھے میں اس لائق نہیں ہوں کہ مزار کو بوسہ دوں ۔قل میں شریک ہو کر آپ صاحبزادہ حاجی سید ظہور حسن صاحب نیازی کے حجرے میں تشریف فرما ہوتے تھے اور وہاں مخصوص محفل ہوتی صاحبزادہ صاحب سراپا خلوص ہیں سرکار قبلہؒ اس کا بہت خیال فرماتے تھے اگر چہ یہ سرکار کے مرید ہیں مگر اس کے باوجود بھی سرکار اس کا احترام فرماتے تھے یہاں سے فارغ ہو کر حضرت قطب صاحب قدس سرہٗ کے آستانے پر مہرولی تشریف لے جاتے پہلے حضرت مولانا قدس سرہٗ کے مزار کو بوسہ دیتے اور فاتحہ پڑھتے پھر حضرت قطب صاحب قدس سرہٗ کے آستانے پر اُسی طرح اُن ہی آداب سے فاتحہ خوانی کرتے یہاں جو خاندان آستانے کی خدمت کرتا ہے وہ حضرت قطب صاحب قدس سرہ کے استاد قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی اولاد میں ہے اس لئے سرکار قبلہؒ اس کا بے انتہا احترام کرتے تھے صاحبزادہ غلام سبحانی صاحبؒ جن کا ابھی حال ہی میں وصال ہوا ہے بڑے سرکار کے مرید اور سرکار کے خلیفہ تھے سرکار قبلہ کا جو طرزِ عمل اُن کے ساتھ تھا اسے دیکھ کر کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ سرکار اُن کے پیر ہیں اب ان کے صاحبزادے بھی ماشااللہ باپ کے نقش قدم پر ہیں اور

موجودہ سجادہ نشیں مولائی مرشدی حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ بھی ان صاحبزادوں کے ساتھ اسی روش کو نبھاتے ہیں اور ان کے بڑے صاحبزادہ غلام جیلانی صاحب کو خلافت بھی دیدی۔

یہاں سے فارغ ہو کر سرکار حضرت مخدوم صاحب چراغ دہلی اور حضرت شیخ صاحبؒ کے آستانے پر حاضری دیتے اور صاحبِ خدمت کو نذر دیتے۔ ان حاضریوں کا سرکار قبلہؒ نے تمام عمر اہتمام رکھا

جمادی الثانی :- از یکم تا دہم بڑا عرس ہوتا ہے ٦ تاریخ کو حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کا عرس ہوتا ہے یہ عرس بہت اہتمام سے ہوتا ہے اور ڈیڑھ سو سال سے ہو رہا ہے مگر میرے سرکارؒ کے زمانے میں اس کی شان انتہائی عروج پر تھی سرکار نے اپنے زمانے میں کھانے کی اقسام اور مقدار دونوں اتنے بڑھا دیئے تھے کہ لوگوں کے یہاں شادیوں اور تقریبوں کے موقع پر بھی اتنے قسم کے کھانے اس مقدار میں نہ پکتے ہوں گے ہزاروں قریب و بعید کے مریدین کے علاوہ مقامی حضرات کی ایک بہت بڑی تعداد ہوتی تھی۔ کھانا تین جگہ کھلایا جاتا تھا۔ آپ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ ہم لوگ ٨ر بجے شب سے کھلانا شروع کرتے تھے۔ پچاس پچاس آدمیوں کے دسترخوان تین جگہ کھلائے جاتے تھے تو دو بجے رات تک بمشکل سب لوگوں کو کھانا کھلا پاتے تھے اس کے بعد تین چار دیگ چاء تیار ہوتی تھی وہ بہت نفیس قسم کی ہوتی تھی اور اس میں خوشبو کے قیمتی مصالحے پڑے ہوتے تھے وہ تمام محفل کو پلائی جاتی تھی چینی کے اتنے بڑے پیالے ہوتے تھے کہ آج کل کی عام چار پانچ پیالیاں بلا مبالغہ اس میں آجائیں۔

مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تھی. ہر چیز بے انتہا گراں تھی اور پھر بھی دستیاب نہیں ہوتی تھی کنٹرول سے ہر چیز ملتی تھی اس زمانے میں یعنی ۱۹۴۶ء میں عرس کے لیے سامان فراہم کرنا بظاہر ناممکن تھا اہل خاندان میں سے کچھ لوگوں نے سرکار قبلہؒ کو یہ رائے دی کہ آپ بھی بلاوے کی اشتہار میں یہ نوٹ ڈالدیں کہ اپنے خوردونوش کا سامان ساتھ لائیں اُس زمانے میں یہ روش عام تھی سرکارؒ نے سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ میں اتنے بڑے پیمانے پر عرس کا انتظام کر ہی نہیں سکتا میرا انتظام تو ہمیشہ صاحب عرس ہی کرتے ہیں میں اپنی طرف سے کوئی نوٹ نہیں ڈالوں گا جن کا عرس ہے وہ خود انتظام کرلیں گے۔ کہنے کو یہ بات بہت آسان تھی مگر حقیقت مین یہ بہت بڑی بات تھی۔ بظاہر جس چیز کا کوئی انتظام نہ ہوسکے اس کو یقین کے ساتھ کہنا ان ہی کا کام تھا۔ چنانچہ جب عرس کی چھٹی تاریخ کا اعلان بریلی شہر مین ہر سال کی طرح لاوڈ اسپیکر پر کرایا گیا تو سرکارؒ نے اعلان کرنے والے کو حکم دیا کہ اعلان کردو آج خانقاہ میں عام دعوت ہے حضور قبلہ نیاز قدس سرہ کا لنگر ہے ہر مذہب وملّت کا آدمی مدعو ہے اہلِ خاندان اور منتظمین انگشت بہ دنداں رہ گئے۔ پھر کھانے کا ایسا اہتمام تھا کہ اہل نہود کے لئے کھانا علیحدہ تیار ہوا تھا ہمیشہ عرس میں جتنی قسم کا کھانا پکتا تھا اتنی ہو قسم کا کھانا تمام لوگوں کو کھلایا گیا کھانے کی اقسام میں ہر سال قلیہ، قورمہ، بریانی، مچھلی، مرغ کا قورمہ، کریلے تنجن، شیرمال، شامی کباب اور نان ہوتے تھے۔

مجھے یہ واقعہ یاد ہے اور اس وقت بہت سے لوگوں کو یاد ہوگا۔ اُس زمانے میں خانقاہی باورچی کانہ تعمیر نہین ہوا تھا مرغ خانے میں کھانا پکتا تھا، خانقاہی بادرچی

چھدّا نے ۵؍تاریخ کی صبح سے تندور پر روٹی پکانی شروع کی اور مسلسل ۲۰ گھنٹہ تک پکا تارہا ۶؍تاریخ کو ۳ بجے شب میں قل ہونے والا تھا اس وقت چھدّا روٹی لگانے جھکے تو تندرو کے اندر گر پڑے جو تندور چوبیس گھنٹےسے چل رہا ہو اسکی تپش کا اندازہ کیجئے فوراًان کو نکالا گیا آپ یقین کریں کہ ان کا کپڑا تک نہیں جلا تھا اور وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں بہ مشکل اُن کو لٹایا گیا یہ سرکار قبلہ کا ہی تصرف تھا کہ آگ نے اپنی خاصیت بدل دی۔

سرکار قبلہؒ کا تعیقن اور رابطہ اتناز بردست تھا جس کی وجہ سے تمام عمر وہ اپنے معمولات پر کار بندر ہے اور ان کا ہر کام وقت پر غیب سے ہوا۔

۲۶؍کو حضرت مولانا فخر پاک قدس سرہ کی فاتحہ بڑے پیمانے پر ہوتی محفل سماع ہوتی اور حضور قبلہ کی اس غزل پر قل ہوتا صرف مطلع لکھ رہا ہوں۔

مرید پیر مغانم دگر نمی دانم خراب بادۂ آنم دگر نمی دانم

رجب :-اس مہینہ کا حال کئی جگہ آچکا ہے ہر سال رجب میں خواجۂ خواجگان قدس سرہ کے عرس میں اجمیر شریف جاتے تھے اور اس عقیدت و احترام کے ساتھ جاتے تھے کہ جس آدمی نے عرض کیا کہ میرے پاس کرایہ نہین ہے اسے اپنے کرایہ سے لے جاتے تھے اور قیام وطعام کا پورا بار آپ اُٹھاتے تھے معمول میں مرید اور غیر مرید کی قید نہ تھی اجمیر شریف میں آپ کی حاضری کا منظر دیکھنے کا ہوتا تھا ہزاروں آدمی پروانہ وار دست بوسی کے لئے اُمنڈتے آتے تھے پولیس کا انتظام ہوتا تھا دونوں طرف رسہ کھینچ دیا جاتا تھا بہ مشکل آپ کی حاضری ہوتی خلعت خاص دربار خواجہ سے آپ کو عطا

ہوتا تھا ملا گیری رنگ کی دستار اور ملا گیری رنگ کی چادر پہن کر جب آپ آستانے سے واس ہوتے تھے تو ایک عجیب شان ہوتی تھی اور بے اختیار مُنہ سے درود نکلتا تھا اس منظر کا تعلق مشاہدے سے ہے بیان میں نہیں آسکتا محفل خانے کی قوالی مین مسند کے داہنی طرف ہمیشہ سے کانقاہ نیاز یہ کے سجادہ کے لئے جگہ مخصوص ہے وہاں آپ تشریف فرما ہوتے تھے وہاں کی قوالی میں حاضرین کا یہ حال دیکھا کہ دیوان صاحب کو لوگ اتنی نذر نہیں پیش کرتے تھے ویاں کی قوالی میں حاضرین کا یہ حال دیکھا کہ دیوان صاحب کو لوگ اتنی نذر نہیں پیش کرتے تھے جتنی سرکار کو کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے سرکار کی ذات کے علاوہ لوگوں کو اور کوئی بڑی ہستی نظر نہیں آتی تھی۔ ۷؍رجب کو آپ ایک عام دعوت کرتے تھے جس میں بیشتر مشائخ دیوان صاحب اور اُن کے ہمراہی اور ممتاز حضرات شریک ہوتے تھے اجمیر شریف کے قیام میں ہزار ہا روپیہ خرچ ہوتا تھا اور یہ کسی ایک سال کا معمول نہ تھا بلکہ تمام عمر کا معمول تھا ایک حاضری شب میں کسی وقت ہوتی تھی اسی وقت تنہا جاتے تھے چہرے کو چادر سے چھپا لیتے تھے تا کہ کوئی پہچان نہ پائے کیونکہ لوگ سرکار کی زیارت کے مشتاق رہتے تھے اجمیر شریف میں سرکار قبلہ کے وکیل صاحب زادہ سید اکرام علی نیازی صاحب تھے جو سرکار کے مرید تھے۔

مگر سرکار حضرت خواجہ قدس سرہ کے تعلق کی وجہ سے ان کا احترام کرتے تھے سرکار کے ادب واحترام کا یہ حال تھا کہ درگاہ کے دروازے پر جو کفش بردار ہوتے تھے اُن کو دونوں ہاتھوں پر رکھ کر نذر پیش کرتے تھے سرکارؒ کے رابطے ک یہ شان تھی جس کسی سے بھی اُن کے اشیاخ کی مناسبت ہوتی اس کو قابل احترام فرماتے۔ چنانچہ حضرت شاہِ شاہان

نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہ کی کانقاہ کے سجادہ جناب قیصر میاں صاحبؒ گو کہ سرکارؒ کے مرید تھے مگر سرکار اس نسبت سے کہ وہ شاہِ شاہان کی اولاد میں سے تھے ان کی دست بوسی کرتے تھے اور نذر پیش کرتے تھے وہاں کے عرس کا پورا انتظام اپنی جیب خاص سے کرتے تھے اگر خود نہ جاسکتے تھے عرس کے اخراجات کے لئے نذر بھجواتے تھے۔

۱۳؍رجب کو حضرت مولاؑ کا میلاد شریف بڑے پیمانے پر کرتے تھے۔

۲۲؍رجب کو کونڈے کی فاتحہ بہت بڑے پیمانے پر ہوتی اور ۲۷؍رجب کو شب میں میلاد شریف ہوتا سرکار نے ایک رسالہ معراج پر منظوم طبع بھی کر دیا تھا وہ پڑھا جاتا تھا۔

شعبان :- شب برات اور عرفہ کی فاتحہ کے علاوہ حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ نصیر الدین حسین صاحب قدس سرہ جن کا مزار اور خانقاہ بدایوں میں ہے ان کی فاتحہ ہوتی جس میں سماع ہوتا تھا حضرت کا وصال ۲۴؍کو ہوا تھا مگر خانقاہ میں حضرت تاج الاولیا قدس سرہ کے پاس ۲۶ کو اطلاع آئی تھی اس وجہ سے خانقاہ میں ان کا عرس ۲۶ ہی کو ہوتا ہے۔

رمضان المبارک :- یکم اور دویم دونوں تاریخوں میں حضرت تاج الاولیا قدس سرہ کا عرس بڑے پیمانے پر ہوتا سرکارؒ نے دوسری تاریخ کا اضافہ کیا تھا ورنہ پہلے صرف پہلی تاریخ کو ہی ہوتا تھا اس لئے کہ حضرت کا وصال یکم رمضان دن کے ۲؍بجے ہوا تھا ۔شب میں بعد نماز تراویح محفل سماع ہوتی۔ ۳؍رمضان کو حضرت بیوی خاتون جنّت کی فاتحہ ہوتی۔ ۱۳؍رمضان کو سرکار اپنے والد حضرت مہدی میاں صاحبؒ کی فاتحہ کرتے تھے۔ ۱۷؍کو حضرت چراغ دہلی مخدوم نصیر الدین محمود قدس سرہ کی فاتحہ ہوتی سماع ہوتا۔

۱۸ر سے یوم ضربت کے احترام میں گھر میں کڑھائی چڑھنی بند ہو جاتی اور روزانہ حلوے پر جناب علیؑ کرم اللہ وجہہ کی فاتحہ ہوتی جو ۲۰ر تک ہوتی اور ۲۱ر کو بہت بڑے پیمانے پر حضرت مولاؑ کی فاتحہ روزہ کشائی کا انتظام ہوتا حضرت تاج الاولیا قدس سرہ کی وصیت تھی کہ میری فاتحہ سے زیادہ اہتمام حضرت مولاؑ کی فاتحہ میں ہونا چاہیے اس پر آج تک عمل ہوتا ہے۔

۲۳ر کو فاتحہ سوئم جناب مولاؑ ہوتی۔ ۲۵ر کو حضرت سراج السالکین قدس سرہ کی بیوی صاحبہ یعنی اپنی پیرانی کی فاتحہ دلواتے تھے۔

شوال:- اس مہینہ میں دس بارہ سال سے تو سرکارؒ نے یہ معمول کر لیا تھا کہ چھوٹے صاحبزادے نصیر میاں صاحب اور چھوٹی صاحبزادی کو لیکر حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے عرس میں اجمیر شریف جاتے تھے، خانقاہ نیازیہ میں حسب معمول ۶ر تاریخ کو صاحبزادگان فاتحہ سماع کے ساتھ کرتے تھے جن فاتحوں کا میں نے ذکر کیا یہ تو خاص تھیں ان کے علاوہ ہر مہینہ کی چھٹی کو حضرت خواجہؒ اور حضور قبلہؒ کی گیارہویں کو حضرت بڑے پیر صاحب قدس سرہ کی بارہویں کو بارہ اماموں کی ۲۷ر کو اپنے شیخ کی فاتحہ دلاتے تھے اور برسی کے روز اپنی والدہ ہمشیرہ حضرت تاج الاولیا قدس سرہ اور حضرت سراج السالکین قدس سرہ کی اہلیہ اور حضرت قبلہ قدس سرہ کے والدین کی فاتحہ دلواتے تھے۔

ان سب فاتحوں کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ مخلوقِ خدا کو کھانا مل سکے محلّہ خواجہ قطب والے حقیقت میں بہت خوش نصیب ہیں کہ وہاں خانقاہِ

نیاز یہ ہے اور اس سے زیادہ خوش نصیبی یہ کہ میرے سرکارؒ جیسے سراپا رحمت صاحب سجادہ کا وقت دیکھا یہ فیض اب بھی ماشا اللہ اسی طرح جاری ہے۔

سرکار قبلہ رحمت اللہ علیہ کے اخلاق ستودہ کے بارے میں میری زبان بیان سے قاصر ہے مختصر یہ کہ آپنوں کے لئے کچھ ایسے تھے کہ اس شفقت اور محبت کو الفاظ میں مقید نہیں کیا جاسکتا غیروں کے لئے بھی ایسے تھے کہ رہتی دنیا تک لوگ یاد کریں گے۔

صوت اور آواز سے بالا ہے شانِ مصطفیٰؐ
کون کر سکتا ہے پھر شرح دیبانِ مصطفیٰؐ

سینکڑوں لڑکا لڑکیوں کی شادی اپنے خرچ سے کی سینکڑوں گھروں کا چولہا آپ کی داد و دہش پر منحصر تھا اور جو کچھ بھی سلوک کرتے تھے اس کا علم ان کے علاوہ کسی کو نہ ہوتا تھا اتنا کچھ تھا مگر تمام عمر کبھی اپنے کپڑے نہین بنائے اپنے لئے کوئی مکان نہیں بنایا ام المریدین بیوی صاحبہؒ یا صاحبزادہ گان میں سے کوئی اگر کپڑے بناتا تو ان کو پہلے دھوبی کے یہاں دھلوا کر رکھ دیا جاتا تھا تا کہ سرکارؒ یہ خیال نہ فرمائیں کے میرے لئے نئے کپڑے بنائے گئے ہیں۔

خانقاہ کو جتنی وسعت میرے سرکار کے وقت میں ہوئی کبھی نہیں ہوئی تھی آستانوں پر گنبد نہیں تھے سرکار نے تینوں مزارات پر سنگ مرمر کے عالی شان گنبد تعمیر کرائے اور اندر سے تینوں مزارات کی دیواروں پر سنگ مرمر لگوادیا پہلے صرف فرش سنگ مرمر کا تھا سنگ مرمر لگنے کے بعد مزارات بہت خوبصورت ہو گئے۔ سماع خانے کو دو گنا کر دیا پہلے سماع خانے کی مغربی دیوار اس جگہ تھی جہاں حضور قلبہ قدس سرہ کی مسند ہے آپ نے اس کو پیچھے بھی اتنا ہی پھیلا دیا کہ اب دوگنی جگہ ہوگئی اس کے اوپر بہت بڑا کمرہ

بنوایا جس میں ایام عرس میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے پرانی خانقاہ از سر نو تعمیر کرائی اس کے اوپر تین کمرے مہمانوں کے لئے بنوائے۔ باورچی خانہ نیا تعمیر کرایا اس میں بڑے بڑے دالان بنوائے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کھانا کھاسکیں۔ مہمانوں کے لئے ایک بڑی کوٹھی تعمیر کرائی حالانکہ خود جس کمرے میں رہتے تھے اس کی چھت برسات میں ٹپکتی تھی کوٹھی کے آگے باغ لگوایا جس میں خوشبودار اور پھولوں کے پودے لگوائے تا کہ مزرات پر روزانہ تازہ پھول پیش کئے جاسکیں محلّہ میں خانقاہ کے آس پاس کے بہت سے مکانات خرید فرما کر مہمانوں کے لئے پختہ انتظام فرمایا تا کہ مہمان خانقاہ کے علاوہ کہیں اور نہ ٹھہریں اور اُن پر بار نہ پڑے اجمیر شریف میں جھالرہ پر خانقاہ نیازیہ تعمیر کی تا کہ ایام عرس میں مریدین کو زر کثیر نہ صرف کرنا پڑے غرض میرے سرکار قدس سرہ کے زمانے میں خانقاہ میں بہت وسعت ہوئی وہ خود فرماتے ہیں۔

الٰہی اور وسعت میکدے کے ان حصاروں میں
کہ کل رمدانِ عالم ہیں انھیں کے بادہ خواروں میں

حلیہ شریف :-سرکار قبلہؒ کا رنگ سرخ وسفید تھا چہرہ مبارک سے ہمیشہ ایک نور سا پھیلتا نظر آتا تھا حقیقت تو یہ ہے کہ چہرے کی خوبصورتی الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی

در ہر نظر بنما یدم طرزِ دگر حسن تہم — ہر لحظہ بنیم جلوۂ ہر دم تماشائے دگر

جبین مبارک بڑی اور روشن تھی چشمانِ مبارک غلافی بڑی اور سرگیں تھیں جن میں سرخ ڈورے جھلکتے تھے اور مخمور نظر آتی تھیں مژگان مبارک دراز تھیں دونوں

ابروؤں کے بیچ میں فاصلہ تھا۔ دندانِ مبارک چھوٹے اور تاباں تھے ہر وقت چہرہ اقدس پر تبسم نمایاں رہتا تھا آواز ایسی شیریں کہ دل چاہے سنتے ہی رہو رخسار مبارک بھرے ہوئے ریش مبارک شرعی یک مُشت ودوانگشت تھی آخر میں ریش مبارک سفید ہوگئی تھی مگر گیسوئے مبارک سیاہ تھے کبھی آپ چوٹی گوندھ لیتے تھے کبھی لپیٹ لیتے تھے اور کبھی دونوں شانوں پر زلفیں پڑی رہتی تھی والد کا ایک شعر اس موقع کا ہے۔

باہر نقابِ ناز سے عارض قمر سیمار ہے

اور اس پہ زُلف عنبریں ایک اس طرف ایک اُس طرف

گردن روشن اور سپید تھی صدر مبارک کشادہ شکم مبارک نہ سینے سے اونچا نہ نیچا ہاتھ لانبے تھے ہتھیلیاں نرم تھیں پائے مبارک نہایت خوبصورت اور موزوں تھے قد مبارک میانہ۔ لانبہ کرتا پہنتے تھے جس میں گریباں میں اندر پردہ لگا ہوتا تھا تاکہ سینہ نظر نہ آئے اور گھنڈی شانے پر لگی ہوتی تھی سپید لٹھے کا ڈھیلا پائجامہ پہنتے تھے خانقاہی وضع کی قالب دار ٹوپی ہوتی۔ جے پوری وضع کا ناگرہ جاتا پہنتے تھے۔

میں لے اپنی عمر میں سرکارؒ سے زیادہ جامہ زیب کوئی اور نہیں دیکھا جو لباس وہ پہنتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہی لباس سب سے زیادہ اچھا لگتا ہے شکار میں جوانی میں اکثر برجس پہن لیتے تھے تو شان ہی دوسری ہوتی تھی۔ چوغا یا انگرکھا پہنتے اور اس پر سبز عمامہ سر پر ہوتا عیدین کی نماز میں یہ ہی لباس ہوتا تھا اس لباس میں جب وہ مسجد تشریف لے جاتے تو درود پڑھنے کو دل چاہتا میں نے سرکار قبلہؒ کے چہلم پر ایک غزل کہی تھی جس میں سراپا پر چند شعر ہیں عہ پیش کرتا ہوں۔

ساقئ طر حدار تھے پیارے　　میکشوں کا خمار تھے پیارے
حسن ایسا کہ یوسف کنعان　　خودبخود شرم سار تھے پیارے
رنگ و بوئے کلی و گل تم تھے　　فصلِ گل کا نکھار تھے پیارے
زلف مشکیں پہ چاند سے رخ پر　　کفر وا یماں نثار تھے پیارے
سر مگیں آنکھ دلنشیں چتون　　کیسے ابرو کٹار تھے پیارے
آرزو دل کی قلب کا منشا　　راحتِ سو گوار تھے پیارے
سر مگیں انکھڑیوں کے وہ ڈورے　　بخیۂ زخم زار تھے پیارے
زُلف ورُخ سے نظر نہ ہٹتی تھی　　کیسے لیل ونہار تھے پیارے
ایک نظر ہو کہ اب تڑپتا ہوں　　میرا صبرو قرار تھے پیارے

ہائے محبوب کیا کیا تم نے
ہم تو خود ہی شکار تھے پیارے

تصانیف

سرکار قبلہ رحمت اللہ علیہ کی ۳۷ ر تصانیف ہیں جن میں زیادہ ترطبع ہو چکی ہیں کلام کے متعلق میں لکھ ہی چکا ہوں کہ جتنا طبع ہوا ہے اس سے دوگنا غیر مطبوعہ ہے انشاءاللہ وہ بھی طبع ہو جائے گا۔

تصانیف کی تفصیل حسب ذیل ھے

۱۔ ”بیانِ راز“ سیرۃ نبیؐ پر ایک بے مثل منظوم فکر (طبع شدہ)

۲۔ ”رازِ حقیقت“ محمدؐ ہی صفت ہے بس خدا کی خدا ہی جانے بس شان محمدؐ صرف ایک شعر کی تفسیر مختلف علوم سے بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز سے

فرمائی ہے۔(طبع شدہ)

۳۔ ''اوراد'' جملہ مشاغل اور طرق مشاغل اس کتاب میں تبصروں کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں (غیر مطبوعہ)

۴۔ ''اذکار راز'' ذکر وورد کے متوالوں کے واسطے نادر تحفہ (غیر مطبوعہ)

۵۔ ''عرفانِ راز'' ذات باری تعالیٰ پر ایک بے نظیر میسواط مراتب ستہ و اشغال (غیر مطبوعہ)

۶۔ ''رازِ معراج'' منظوم بیان معراج (طبع شدہ)

۷۔ ''مثنوی رازِ حقیقت'' (درفارسی) تصوف پر (طبع شدہ)

۸۔ ''رازِ بندگی'' روزہ نماز کے احکامات منظوم (طبع شدہ)

۹۔ ''رازِ تخلیق'' یعنی میلاد شریف (طبع شدہ)

۱۰، ''رازِ محبت'' تقریر بمقام بمبئی (طبع شدہ)

۱۱۔ ''میلاد منظوم'' (طبع شدہ)

۱۲۔ ''علاج زچہ و بچہ'' بچہ کی پیدائش سے لے کر جوانی تک کے امراض اور انکا علاج (طبع شدہ)

۱۳۔ ''رازِ حق'' چار حصیں وحدت الوجود پر (غیر مطبوعہ)

۱۴۔ ''سراج حقیقت'' تصوف پر مبسوط رسالہ (غیر مطبوعہ)

۱۵۔ ''پریم بھید'' رازِ محبت کا ہندی ترجمہ (غیر مطبوعہ)

۱۶۔ ''رازِ تحقیق'' جواب عدمیہ شہودیہ (غیر مطبوعہ)

۱۷۔ ”خمسۂ راز“ ترجمہ خمسہ حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہٗ (غیر مطبوعہ)

۱۸۔ ”ترجمہ خمسہ“ // // // پنجتنی منظوم (غیر مطبوعہ)

۱۹۔ ”ترجمہ قصیدۂ غوثیہ“ منظوم (غیر مطبوعہ)

۲۰۔ ترجمہ قصیدہ حضرت امام زین العابدینؑ دعا اور واسطہ سید الشہدا

امام عالی مقام (غیر مطبوعہ)

۲۱۔ ”مجمع البحرین یعنی سراج ہدایت“ تمام طُرق قادریہ چشتیہ، سہروردیہ، صابریہ، نقشبندیہ قدیمہ

تصوف اور سلوک اور اشغال کا جدا جدا بیان (غیر مطبوعہ)

۲۲۔ ”مراثئی راز“ (غیر مطبوعہ)

مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ کئی رسالے ہیں جن کے نام تجویز نہیں ہوئے جن میں تمام علوم جفر اور حکمت اور اعمال واشغال چلّہ کشی وغیرہ کے طریقے اور اذکار چہل اسماء اذکار کے چلّے۔ دعائے حیدری، دعائے سیفی کے زکواۃ کے طریقے تفسیر سورۂ فاتحہ سورۂ اخلاص سورۂ الم نشرح۔ سورۂ اذا جاء۔ مجمع وظائفِ نظامیہ نیازیہ، جفر عزیزہ، رمل، حکمت، رسالہ حلِّ عقد دفی جسد۔ رسالہ بحر الجبر، تفسیر کلمہ شریف، مکتوباتِ اشیاک وغیرہ۔ ان کتابوں کے علاوہ سرکار قبلہ کے بہت سے مریدین کے پاس سرکارؒ کی مختلف تقریروں کے اقتباسات ہیں جو بجائے خود بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ برادرم سید مصباح الرحمٰن صاحب بخاری ایم،اے، نے ”تذکرۂ اندوہ“ نام کا ایک رسالہ سرکار قبلہؒ کی وفات کے حالات پر لکھا ہے اس تذکرے میں سرکار کی تقریروں میں سے چند تحریر کی ہیں۔ جو

انھوں نے بطور یادداشت قلم بند کرلی تھیں۔ امید ہے کہ اس طرح سے اور حضرات جن کے پاس ٹیپ میں بالبطور یادداشت سرکارؒ کی تقریریں ہیں وہ صاحب سجادہ کی خدمت میں بریلی روانہ کردیں گے تاکہ اُن کو کتابی شکل دی جائے سکے۔

واقعۂ وصال

سرکار قبلہؒ کے حالات پر کئی تذکرے لکھے گئے ہیں ان میں دو تو خاص گھر والوں کے ہیں ۔ سرکار قبلہؒ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ محمدؒ نقی عرف محبوب میاں صاحب فقبلہ کا ارسالہ ''یادگارعزیز'' کے نام سے پروفیسر عبدالغنی صاحب نے چھپوایا ہے۔ دوسرا تذکرہ سرکار کے سنجلے صاحب زادہ جناب شاہ زین العابدین عرف عابد میاں صاحب نے ''اظہار حقیقت'' کے نام سے چھپوایا پھر کئی خلفاء نے بھی رسالے لکھے ان میں برادر محترم سید مصباح الرحمٰن صاحب بخاری کا ''تذکرہ اندوہ'' صرف واقعاتِ وصال پر ہے اور اہمیت کا حامل ہے اس لئے سرکار نے وصال جے پور میں ہی فرمایا تھا۔ برادرم خلیفہ سید نصیر الحسن صاحب نیازی مرادآبادی نے ''نذرراز'' کے نام سے سرکار کے حالات پر کتاب لکھی ۔ خلیفہ ملک عبدالحمید خاں صاحب حیدرآبادی خلیفہ محمود حسین صاحب حیدرآبادی نے بھی رسالے لکھے۔

میں جو واقعات تحریر کروں گا وہ اپنی ڈائیری کے ان اوراق اسے نقل کروں گا جو اس دوران لکھے گئے ہیں اور جو حالات میرے چشم دید ہیں۔ بوقت وصال سرکار نے کیا کیا اور کیا فرمایا کون سا شعر زبان پر تھا یہ کچھ نہ ہوگا اس لئے کہ میں اندرون زنان خانہ اس وقت موجودہ نہ تھا اسکی تفصیل آپ کو متذکرہ بالا تذکروں میں مل جائے گی سنی ہوئی باتوں میں تضاد کا امکان۔

سرکار قبلہ کو حضرت خواجۂ خواجگان قدس سرہ سے ایک خاص تعلق تھا آپ سے تمام عمر حضرت خواجہ قدس سرہ کا عرس ناغہ نہیں ہوا ۱۹۴۸ء کے پر آشوب زمانے میں بھی آپ عرس میں حاضر ہوئے۔آخر زمانے میں یہ تعلق اتنا بڑھا کہ آپ حضرت کے پیرو مرشد کے عرس میں جو ۶ رشوال کو اجمیر شریف می ہوتا ہے پابندی سے حاضری دینے لگے اس کے علاوہ بھی سال میں کئی مرتبہ اجمیر کی حاضری دیتے تھے۔

سرکار کی حیات میں حضرت خواجہ قدس سرہ کا آخری عرس ۶ را کتوبر ۱۹۶۷ء سے ۱۴ ر کتوبر ۱۹۶۷ء تک ہوا اس سال سرکار قبلہ کیم رجب ۱۳۸۷ھ مطابق ۶ر اکتوبر ۱۹۶۷ء کو صبح میل سے جے پور تشریف لائے اس سال سرکار کے ساتھ بہت آدمی تھے جس آدمی نے بریلی میں اجمیر کی حاضری کی خواہش ظاہر کی اُسے ساتھ لے لیا۔ صاحبزادگان مع اہل وعیال ہمراہ تھے۔اجمیر شریف میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے سرکار کی بیعت متفکر ہوگئی اور ۹ ر رجب کو صبح موٹروں سے جے پور غریب خانہ پر واپس تشریف لے آئے اور ۱۰ ر رجب کو صبح موٹروں سے سب لوگ بریلی کے لئے روانہ ہو گئے حالانکہ خیال یہ تھا کہ اس مرتبہ ۲۲ ر رجب کی فاتحہ بھی جے پور میں ہوگی۔اس واپسی کے سفر میں سرکار کو بہت تکلیف ہوئی جیسا کہ اپنے والا نامے میں مجھے بریلی پہنچ کر تحریر فرمایا تھا۔

دوبارہ سرکار قبلہ ۱۳ ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۶ ر دسمبر ۶۷ء کو تنہا تشریف لائے یہاں آ کر سرکار قبلہ نے اپنے والد کی فاتحہ کا کھانا پکوایا میرے یہاں بھی ان کی فاتحہ تھی ایک ہی جگہ کھانا پکا اور پھر شام کو سرکار نے اپنے ہاتھ سے نکال کر سب گھروں میں بھجوایا سرکار قبلہ کے والد کی برسی کی فاتحہ ۱۳ ر کو ہوتی ہے۔

۲۱؍دسمبر ۷۶ء کو سرکار قبلہ بمبئی کے لئے روانہ ہوئے اور میرے بڑے لڑکے حبیب الرحمٰن سلمہٗ سے فرمایا کہ چلو میں تم کو بمبئی دکھالاؤں پھر کبھی تمہیں میرے ساتھ جانا شاید میسّر نہ ہو اس کو بھی ہمراہ لے گئے۔ دو روز احمد آباد میں اللہ رکھا صاحب کے یہاں قیام رہا مزارات پر بھی حاضر ہوئے دو روز قیام فرما کر بمبئی روانہ ہو گئے بمبئی میں اس زمانے میں کئی مرتبہ زلزلہ آ چکا تھا لوگوں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا سرکارؒ کے پہنچتے ہی لوگوں کو تسلّی ہو گئی اور زیادہ تر لوگ سرکارؒ کی جائے قیام پر ہی رات بسر کرتے تھے تاکہ ہر آفت سے محفوظ رہیں۔ بمبئی کی آگ کا واقعہ میں تحریر کر چکا ہوں ممکن ہے کہ کچھ اس قسم کا قہر دوبارہ بمبئی میں نازل ہونے والا ہو اور اس لئے سرکارؒ کو بھیجا گیا ہو۔ بہ ہر حال سرکارؒ کے بمبئی پہنچنے کے بعد صرف ایک مرتبہ زلزلہ آیا پھر نہیں آیا۔

سرکارؒ نے حبیب کو اپنے ساتھ ہر جگہ گھمایا حالانکہ مریدین نے عرض کیا کہ آپ تکلیف نہ کریں ہم سب خاص خاص مقامات دکھادیں گے سرکار نے فرمایا کہ میں اس سے وعدہ کر کے لایا ہوں میں خود ہی سیر کراؤں گا۔ چوپاٹی پر ایک ناریئل خرید کر حبیب کو دیا اور فرمایا کہ اس کا پانی پی لو اور ناریئل اپنی ماں کے لئے رکھ لو اسے بہت پسند ہے۔ بمبئی ہی میں سرکارؒ نے ۲۱؍رمضان کو حضرت مولاؑ کی فاتحہ بڑے پیمانہ پر کی یہ اتفاق بھی پہلی مرتبہ تھا کہ سرکار ۲۱؍کی فاتحہ میں خانقاہ میں موجود نہ تھے۔ ۲۹؍دسمبر ۷۶ء کو سرکارؒ بمبئی سے جے پور تشریف لے آئے اور اُسی روز بریلی شریف تشریف لے گئے۔ دورانِ قیام جے پور میں سرکار قبلہ بہت مضمحل اور افسردہ رہے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ نور میاں (سرکار کے رشتہ کے بھائی) کا انتقال ہو گیا وہ میرے ہم عمر تھے صرف ایک دن کا فرق تھا

اب میں بھی تیار بیٹھا ہوں۔ میں نے عرض کیا خدا نہ کرے کہ یہ واقعہ میری زندگی میں ہو ۔نور میاں صاحب سے کوئی بڑا کنبہ وابستہ نہ تھا اور آپ کی ذات سے ہزاروں زندگیاں وابستہ ہیں اور ہزاروں غلام آپ کی زندگی کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

آخری مرتبہ سرکار قبلہؒ ۵ رشوال ۱۳۸۷ھ مطابق ۶ رجنوری ۱۹۶۸ء کو دوپہر کو موٹر سے مع زنانے کے تشریف لائے آپ کے ہمراہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے نصیر میاں صاحب اور چھوٹی صاحبزادی بھی تھی دونوں سے سرکار کو بہت محبت تھی سفر میں بہت تکلیف ہوئی تھی راستہ میں موٹر خراب ہوگئی تھی۔ سرکار نے اس دن مجھ سے تخلیہ فرمایا پہلے تو عیدی کے پانچ روپیہ مجھے مرحمت فرمائے جو ہمیشہ عیدین پر مجھے مرحمت فرماتے تھے ۱۹ سال کے بعد یہ پہلی عید تھی جو میں اُن کے پیچھے نماز میں نہ تھا۔ میرا یہ معمول تھا کہ عیدین پر جو روپیہ سرکار قبلہ مرحمت فرماتے تھے ان پر میں تاریخ لکھ کر رکھ دیتا تھا تا کہ اس روپیہ سے میں اپنا کفن خرید لوں گا۔ بریلی کے دورانِ قیام میں آخر زمانے میں وہ روپیہ چوری ہو گئے جو تقریباً ایک سو چالیس تھے مجھے اس کا بہت صدمہ ہوا تھا اس وقت سرکار نے پہلے عیدی دی پھر ایک کاغذ میں میرے کھوئے ہوئے روپیہ یہ کہہ کر دیئے کہ تم کو بہت افسوس تھا یہ لو اپنے روپیہ اور فرمایا کہ یہ آخری عیدی ہے اب تمہاری اس رقم میں اضافہ نہیں ہوگا۔ ایک تو عرصے پہلے چوری ہوئے روپوں کا ملنا پھر سرکار کے ایسے کلمات دونوں باتوں نے میرے حواس گم کر دیئے اور میں کچھ بھی نہ بول سکا سرکار اٹھ کر تشریف لے گئے۔

۶ رشوال کو صبح موٹر سے سرکارؒ سب کو اجمیر شریف تشریف لے گئے جاتے وقت مجھ سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو تمہاری بیوی کو بھی ہمراہ لیتا جاؤں اس وقت ہو

آئے گی پھر نہ معلوم کب جانا ہو یہ بھی اپنے جانے کی اطلاع تھی۔ میں نے عرض کیا کہ سرکار کو اختیار ہے میں بھی ہمرکاب ہوتا مگر ملازمت کی مجبوری حائل ہے (میں بدنصیب تھا نہ جا دکا میری اہلیہ خوش نصیب تھیں کہ وہ اُن کے ساتھ چلی گئیں)

۸؍شوال کو منگل کے دن صبح ہی سرکار قبلہؒ اجمیر شریف سے واپس تشریف لے آئے۔ میری اہلیہ نے مجھے بتایا کہ اس سال خلافِ معمول سرکارؒ کئی مرتبہ آستانے پر گئے اور دو مرتبہ ہم مستورات کو خود حاضری دلائی جنّتی دروازے سے گذروایا اور کہا کہ مجھے ابّا میاں کی طرف سے بہت فکر ہے اس دفعہ کوئی خاص حکم حضرت خواجہ قدس سرہ سے ملا ہے۔ بعد میں جناب نصیر میاں صاحب نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ سرکار قبلہؒ نے آستانہ شریف پر کئی کئی مرتبہ حاضری دی اور فرمایا کہ الحمد للہ اب اجازت مل گئی اس کے بعد نصیر میاں صاحب سے جو باتیں فرمائیں وہ اُن ہو کے الفاظ میں تحریر کر رہا ہوں۔

"وصال سے دو روز پہلے مجھ سے فرمایا کہ موت کئی قسم کی ہوتی ہے اسکی قسمیں بتائیں اور فرمایا ایک موت ٹکسالی کہلاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب عزرائیل روح قبض کرنے آتے ہیں تو اُن کو تکلیف نہیں دی جاتی خود جان اُن کے سپرد کر دی جاتی ہے کبھی صرف ایک پھونک اور کبھی دو پھونک مار کر جان نکال دی جاتی ہے فرمایا کہ ایسی موت کی علامت یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی چہرہ پر پسینہ ویسے ہی آتا ہے جیسے زندگی میں آتا ہے قلب بھی ذاکر رہتا ہے ان علامات کو دیکھ کر لوگ شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ڈاکٹر حکیموں کو دکھاتے ہیں مگر اس سے سوائے مردے کو تکلیف دینے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا یہ فرما کر آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اور ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر

فرمایا کہ مجھے اپنے شیخ سے امید ہے کہ میری بھی انشا اللہ ایسی ہی موت آئے گی۔"

یہ بات سن کر نصیر میاں پریشان ہوئے تو فرمایا کہ موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ جب کبھی بھی آئے گی اُس وقت کے لئے کہہ رہا ہوں۔

سرکارؒ قبلہ اجمیر شریف سے تشریف لائے تو بہت خوش تھے میں نے عرض کیا کہ میں تو کل ہی انتظار کر رہا تھا آپ فرما گئے تھے کہ ۷ر کو آ جاؤں گا فرمایا خواجہؒ اجازت ہی نہیں دے رہے تھے۔ بڑی مشکل سے اجازت ملی ہے میری سمجھ میں اُس وقت نہیں آیا کہ یہ کس اجازت کے لئے فرما رہے ہیں پھر فرمایا رات کو مشاعرہ ہوگا آپ بھی غزل کہیں گے طرح یہ ہے "دامن بندھا ہوا ہے تمہارا چمن کے ساتھ" میں نے عرض کیا کہ میں تو اب طرح پر غزل کہہ ہی نہیں سکتا فرمایا کہ خیر غیر طرح ہی سہی مگر آج ہی ہونی چاہیئے۔

میں جون ۴۸ء سے جون ۷۶ء تک مستقل بریلی شریف میں رہا اور یکم جولائی کو ایک ملازمت کے سلسلے میں جے پور آ گیا۔ یہ بھی سرکار قبلہؒ کی مصلحت تھی کہ اپنے انتقال سے صرف چھ ماہ پیشتر مجھے جے پور بھیج دیا۔

سرکار کے صاحبزادے نصیر میاں صاحب ماشا اللہ اچھے شاعر ہیں اُن کے کلام میں پختگی ہے چھوٹی صاحبزادی بھی اچھی شاعرہ ہیں بھتیجیاں اور بھائی بھی شعر کہتے تھے غرض رات کو مشاعرہ ہوا جو زنان خانے میں ہوا۔ اس میں سرکار قبلہؒ نے پہلے طرح پر جتنی غزلیں ہوئی تھیں وہ سب سنیں میں چونکہ اتنے عرصے بریلی شریف رہ کر آیا تھا اور وہاں کے شب و روز کا تاثر دماغ پر تھا لہٰذا میں نے چند شعر اپنی حالت کے مطابق ہی کہہ

کرسنائے جو سرکارؒ کو بہت پسند آئے ہمارے گھر والوں کے بھی حسب حال تھے لہٰذا کافی دیر تکرار کرنی پڑی۔ میری غزل کے شعر حسبِ ذیل ہیں۔

پُشت پناہ بے کساں بھر دو ہماری جھولیاں
بندہ نواز و مہرباں بھر دو ہماری جھولیاں

بختِ سیاہ کی ظلمتیں دور کرو حضور اب
یوسف بزمِ گلرخاں بھر دو ہماری جھولیاں

کر کے خطا سے دس گذر رحم و کرم کی ہو نظر
صدقے تمہارے مہرباں بھر دو ہماری جھولیاں

تم ہو نیازؒ بے نیاز تم ہو نظامؒ کارساز
تم ہو سراجؒ بے گماں بھر دو ہماری جھولیاں

ہم کو غرض نہ واسطہ در سے کسی کے اے شہا
ہم ہیں گدائے آستاں بھر دو ہماری جھولیاں

آخر میں سرکار قبلہؒ نے اپنی طرح کی غزل خود ترنم سے سنائی۔ ہائے وہ آخری مرتبہ کی نغمگی آواز کی شیرنی اور دلکشی سوز و گداز اب تک کانوں میں گونج رہا ہے سرکار کی غزل کے اس وقت جتنے شعر سرکارؒ نے سنائے تھے وہ میں تحریر کر رہا ہوں اس کے بعد اس میں اور شعر فرمائے اور روزانہ ہی نئی غزلیں کہیں یہ سرکار کے آخری کلام میں سے ایک ہے۔

۷۸۷

ایک دوستی نبھا تا ہوں سارے چمن کے ساتھ
ہمراز راز ہوتا ہے اہلِ چمن کے ساتھ

وہ دیکھو آ رہا ہے عجب بانکپن کے ساتھ
بس حاشیے کو ربط ہے اپنے متن کے ساتھ

میں نے سکون پایا ہے رنج و محن کے ساتھ
ایک بوئے شوق پائی تمہارے سخن کے ساتھ

(گرہ)

خالق نے گلبدن جو بنایا ہے اس لئے "دامن بندھا ہوا تمہارا چمن کے ساتھ"

صدقے میں اپنے شیخ کے اتنا تو ہو حضور

داور کے سامنے میں رہوں پنج تن کے ساتھ

سب کی عجیب کیفیت تھی اور میں تو "مستم از بادۂ شبانہ ہنوز۔"

دس شوال جمعرات کے دن سرکار قبلہؒ باہر دیوان خانے میں تشریف لائے اور لوگ بھی حاضر تھے فرمایا آج پنجشنبہ ہے قوال آیا نہیں ہے اس لئے تم ہی غزلیں گاؤ اور اس ترتیب سے سناؤ کہ حضور قبلہؒ کی نعت پھر حضرت مولاؑ کی منقبت (علی داری تو سامانے) پھر امام کی منقبت '(اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیا)' پھر محبوبین کی منقبتیں (دلا دست طلب بکشا بدرگاہِ شہنشا ہے اور بدہ دستِ یقیں اے دل بہ دست شاہ جیلانیؒ) اس کے بعد حضرت خواجہ کی منقبت (خواجۂ خواجگان معین الدینؒ) آخری میں حضرت مولانا کی منقبت (مرید پیر مغانم دگر بمی دانم)۔

چنانچہ جس طرح حکم دیا تھا میں نے اسی طرح سنایا جب گانا ختم ہوا تو صاف الفاظ میں فرمایا جس کو سب نے سنا کہ بس اب میں نے آخری قوالی سن لی۔ چار پر فاتحہ دیکر تقسیم کرائی اور زنان خانے میں تشریف لے گئے۔

۱۳ رشوال کو میرے لڑکے حبیب الرحمٰن سلمہٗ کے مونچھوں کے کونڈے کی رسم کرنے کے لئے فرمایا۔ ۱۳ ر کو صبح ہی سب گھر والوں کو لے کر غریب خانے رونق بخشی۔ کھانا نوش فرمایا اور بہت خوش رہے رات کو سرکار نے رسم ادا کی اپنے دست مبارک سے حبیب سلمہٗ کی مونچھوں پر صندل لگایا جو اجمیر شریف کے آستانے کا تھا اکیس ۲۱ روپیہ عطا فرمائے۔

سرکارؒ نے مجھ سے فرمایا کہ منگل کو میں نے نواب صاحب ٹونک کی دعوت کردی ہے ان کے ساتھ صولت ٹونکی صاحب شاعر بھی ہوں گے۔ برتن نکال دینا۔ باور چی خانے کے لئے لوہے کے تسلہ لا دینا کھانے سے فارغ ہوتے ہی سب برتن اپنے سامنے صاف کرائے مجھ سے فرمایا کہ ان کو لے جا کر ابھی رکھدو میں نے عرض کیا کہ شاید پھر کام آئیں بعد میں لے جاؤں گا فرمایا نہیں اب کام ہو چکا لے جا کر رکھ دو۔ سرکار نے قدم قدم پر اپنے جانے کی طرف اشاعہ فرمایا۔ شام کو میں دفتر سے جلدی آ گیا اس وقت صولت صاحب دوبارآئے تھے صبح اُن سے فرمایا تھا کہ رات کو آپ سے غزلیں سنوں گا میں نے جا کر دریافت کیا کہ تسلے کس سائز کے آئیں گے فرمایا ''پھر دیکھا جائے گا کوئی اور لے آئیگا اب تم کہیں نہ جاؤ یہیں رہو مجھے صولت صاحب کو اپنی غزلیں سنوانی ہیں''۔

سرکار نمازِ مغرب کے بعد نماز ووظائف سے فارغ ہوکر اور صولت صاحب کے کھانے کے لئے گھر میں حکم دے کر نیچے دیوان کانے میں تشریف لے آئے میں ساتھ ہی حقہ لے کر آیا نصیر میاں صاحب سے بھی فرمایا '' آپ بھی چلئے غزل سنانی ہوگی'' اس روز نصیر میاں صاحب کی ڈادھ میں تکلیف تھی۔ کمرے میں پہنچ کر صولت صاحب سے میرا تعارف کرایا ان کے ہمروہ بیگم صاحبہ ٹونک کے بھائی بھی تھے وہ بھی شاعر تھے اور پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تھے پہلے سرکار نے نصیر میاں سے فرمایا کہ اپنی غزل سناؤ انھوں نے اپنی تازہ غزل سنائی۔ صولت صاحب مرحوم چوٹی کے اساتذ اوّل میں گنے جاتے اور ساتھ ساتھ سخن فہم بھی بڑے پیمانے کے تھے انھوں نے بہت تعریف کی بھر بیگم صاحبہ کے بھائی نے سنائی اس کے بعد سرکار نے مجھ سے فرمایا اپنی وہی غزل سناؤ جو

اُس روز کہی تھی صولت صاحب سے فرمایا بہت اچھے اشعار ہیں میں نے اپنی غزل سنائی ہم تینوں کے بعد صولت صاحب نے غزل سنائی صولت صاحب کے کلام کا کیا کہنا زبان کے شعر کہتے تھے سرکار نے بھی بہت تعریف فرمائی۔آخر میں مجھے اپنی دیگر فرمایا کہ سناؤ جو غزل میں لکھ آیا ہوں وہ سنوائی اس میں بڑھائے تھے وہ میں یہاں لکھتا ہوں۔

۷۸۶

سنبل سے بال نرگسی آنکھیں دہن کلی — بالیں پہ میری آگئے سارے چمن کے ساتھ

میری حیات و موت کا قصہ گزر گیا — میرے لبوں کو ربط ہے تیرے دہن کے ساتھ

میں ہوں غلام بوذرؓ و سلمانؓ و قنبرؓ — ہوگا میرا حشر حسینؑ و حسنؑ کے ساتھ

دوسری غزل:۔

اس نے ڈالی ہے نظر مجھ پہ بڑے ناز کے ساتھ — حُسنِ خود میں بھی دکھایا گیا انداز کے ساتھ

رقص عالم نے دکھایا تیرے انداز کے ساتھ — صوت سرمد بھی چلی آئی ہے بے ساز کے ساتھ

مجھ پہ خنجر بھی چلایا گیا کس ناز کے ساتھ — روح خود تم سے لپٹنے لگی آواز کے ساتھ

میری بگڑی جو بنانا تھی بنانے کے لئے — خود چلا آتا ہے ساقی بڑے انداز کے ساتھ

میں اگر خود جو کہوں گا تو یقیں ہوگا نہیں — تم ہی کہدو جو کیا تم نے کسی راز کے ساتھ

صولت صاحب نے عرض کیا کہ ابھی دل نہیں بھرا کچھ اور عنایت ہو تو پھر سرکارؒ نے چھوٹی بحر کی یہ غزل مجھے دی جسے سن کر صولت صاحب جھوم جھوم گئے۔

۷۸۶

میں یہ تم کو لبھائے جا رہا ہوں — نہ کہنا پھر ستائے جا رہا ہوں

یہ دل زخمی دکھائے جا رہا ہوں — جو کچھ گذری سنائے جا رہا ہوں

نہ کچھ ناز ادا عشوؤں کا شکوہ — میں خود در ماں لٹائے جارہا ہوں
ادا سے دیکھ لے پھر مڑ کے دل کو — کہ میں تجھ میں سمائے جارہا ہوں

وہ خود جلوہ نما ہیں راز بن کے
طلب اپنی مٹائے جارہا ہوں

اس وقت صولت صاحب کا کھانا آگیا وہ کھانا کھانے بیٹھے میں اجازت لے کر کھانا کھانے آگیا۔ نصیر میاں صاحب میرے گھر مین اپنی بہن کے پاس بیٹھے تھے ڈاڑھ کی تکلیف زیادہ تھی۔ ابھی میں کھانا کھا ہو رہا تھا کہ سرکارؒ کے ملازم خاص عبدالرحمٰن نے آواز ی کہ سرکار یاد فرمارہے ہیں اور فرمایا ہے کی میری آج والی غزل کا پرچہ اپنی بھتیجی سے لیتے آنا۔ میں فوراً چلا گیا۔ سرکار نے صولت صاحب سے فرمایا میری آخری غزل سن لیجئے بظاہر یہ مطلب تھا کہ آج کی آخری غزل ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ زندگی میں انکی آخری غزل تھی اور خود اپنا کلام بھی آخری مرتبہ سنوار رہے تھے غزل یہ تھی

۷۸۷

خود دوا ہو گئی شامل میرے آزار کے ساتھ — اب مسیحا بھی نظر آتا ہے بیمار کے ساتھ
عشق کو حسن سے وابستہ سمجھ رکھا ہے — ایک رشتہ ہے جنوں کو رسن ودار کے ساتھ
اب شہادت ہے مکمل میری اے ظاہر بیں — آپ اقرار کیا پہلے ہی انکار کے ساتھ
ہم غلاموں کا تعلق ہے ازل سے لے دل — بے سری اور نمایاں ہوئی سردار کے ساتھ

یہ معمّہ ہے ذرا غور سے سمجھو اس کو
راز خود راز نظر آتا ہے اسرار کے ساتھ

اس بجے رات کو صولت صاحب وغیرہ رخصت ہوئے سرکار قبلہ زنان خانے میں جانے کو اُٹھے میں نے حقّا اٹھالیا۔ سٹک سرکار قبلہ ؒ کے دستِ مبارک میں تھی اور کش لیتے جارہے تھے راستہ میں مجھ سے فرمایا تمہاری زمین فروخت ہوجائے گی فکر کی بات نہیں ہے (میں ایک زمین فروخت کرنا چاہتا تھا مگر مناسب خریدار نہیں مل رہا تھا) پھر ایک بات میری تعلیم کے سلسلے میں فرمائی۔ سرکار نے زنان خانے میں ایک خدمتی لڑکی کو حقّہ دیا مجھ سے فرمایا ''خدا حافظ'' میں قدمبوس ہوا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ آخری قدمبوسی ہے تو اُن قدموں سے لپٹا ہی رہتا۔

میں اپنے گھر آیا نصیر میاں صاحب کو جب معلوم ہوا کہ سرکار زنان خانے میں تشریف لے گئے تو وہ بھی چلے گئے میں ۱۱ بجے سونے لیٹا مگر نیند کسی طرح نہیں آرہی تھی میری اہلیہ بھی جاگتی رہیں ایک بجے آنکھ لگ گئی دو بجکر بیس منٹ پر نصیر میاں نے دروازے پر چیخ کر آواز دی اور چھت پر سے بھتیجیاں چیخیں کہ جلد کسی ڈاکٹر کو لایئے سرکار کی حالت خراب ہے جانے کس قوت نے یہ خبر وحشت اثر سننے کے بعد بھی اُٹھا دیا اور میں برادرم امین الرحمٰن صاحب کی موٹر میں ہرٹ اسپیشلسٹ ڈاکٹر ہیلک کے گھر گیا اس نے رات کو آنے سے انکار کردیا پھر پانچ ڈاکٹروں کے پاس گیا مگر کسی نے تو انکار کردیا کسی نے دروازہ نہیں کھولا کوئی ملا نہیں بڑا پریشان تھا صبر نہیں آتا تھا سرکار قبلہ کو دیکھنے گھر آیا تو نصیر میاں نے کہا کہ پڑوس کا ڈاکٹر رستوگی دیکھ گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا دل کی حرکت بند ہوچکی۔ سرکار کی طرف نظر کی۔ بہت سکون سے آرام فرمارہے تھے لبوں پر تبسم تھا زلفیں رخساروں کے دونوں طرف پڑی تھیں ایک نور کا پیکر لگ رہے

تھے چہرہ سے بلا مبالغہ شعاعیں پھوٹ رہی تھیں ضبط نہ ہوسکا بے اختیار قدموں سے لپٹ گیا اور عرض کیا ''اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کن'' رحمے بہ منِ سوختۂ بے سرو پا کن گھر میں ایک کہرام مچا ہوا تھا کوئی منّتیں مان رہا تھا کوئی سراج السالکین قدس سرہ سے فریاد کررہا تھا۔ کسی عورت نے مجھے آہستہ سے قدموں سے اُٹھایا نواب صاحب ٹونک کسی ڈاکٹر کو لے کر آئے تھے اس ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر بھی وہی کہا جو رستوگی نے کہا تھا۔

میں سرکارؒ کی پٹّی سے لگ کر بیٹھ گیا۔ نصیر میاں صاحب کی ہمّت کی داد دینی پڑتی ہے حقیقت میں سرکار نے ہی ان کو اتنی ہمّت دی کہ وہ اس وقت سے سرکار کو بریلی لے جانے کے انتظام میں لگ گئے۔ ان کو سرکار سے جو تعلق تھا اور سرکارؒ کو اُن سے جیسی محبت تھی وہ سب کو معلوم ہے سب جگہ تار دینا ٹرنک کال کرنا کیا کیا مراحل طے کئے اور کیسے کیسے جتن کئے سرکار کو لے جانے کے لئے چار صوبوں سے پرمٹ حاصل کرنا تھا۔ راجستھان، ہریانہ، دہلی، یوپی اس میں نواب صاحب لوہارو جو اس وقت منسٹر تھے انھوں نے بہت مدد کی۔ میں مسلسل سرکار کے پاس رہا قرآن شریف پڑھتا رہا مگر بار بار سرکار کے چہرے پر نظر کرتا تھا کہ شاید اب بھی بیدار ہو جائیں۔ زبردست ٹھنڈ تھی۔ مگر سرکارؒ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے جھلک رہے تھے۔

زتابِ آتشِ دوری شدم غرقِ عرق چوں گل   بیار اے بادِ شب گیری نسیمِ زاں عرق چینم

گھبرا کر نبض دیکھتا تھا اضطرری کیفیت تھی مگر وہ تو سب کو تڑپتا مچلتا چھوڑ کر اپنے شیخ کی خدمت میں پہنچ چکے تھے۔

نماز فجر کے وقت سے شہر کے لوگوں کی آمد شروع ہوگئی جانے کس طرح

سب لوگوں کو پتہ ہوگیا جمِّ غفیر اکٹھا ہوگیا۔ میرا عجیب عالم تھا نصیر میاں اور اُن کی دونوں بہنوں کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی الفاظ نہیں تھے جن سے ان کو صبر کی تلقین کرنا میرا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا، دل چاہ رہا تھا کہ چیخیں مار مار کر روؤں اور کہوں۔

اے ساربان آہستہ رو کارام جانم میرود   بادل کہ باخود داشتم ارجاں ستانم میرود

اجازت آتے آتے بارہ بج گئے ہوائی جہاز میں انتظام نہ ہوسکا ایک اسٹیشن ویگن کا انتظام ہوگیا جو اتنی بڑی تھی کہ اس میں چارپائی آگئی میں نے اپنے بچوں کو نوکر کے ہمراہ ریل سے بریلی روانہ کردیا ۱۲ بجے سرکار کو اوپر سے نیچے لائے زینہ تنگ تھا سرہانے سے نصیر میاں صاحب نے سہارا دیا قدموں کو میں نے تھاما بیچ میں سرکار کے خادم عبدالرحمٰن اور میرے بھتیجے غالب الرحمٰن اور روح الرحمٰن تھے۔ اسٹیشن ویگن میں پلنگ پر جسد اطہر رکھا گیا جے پور والوں کو زیارت کرائی گئی اس وقت ایک قیامت بپا تھی اس گھر کا مکیں جو ۱۹۲۵ء سے ہر سال اپنے قدموں سے اس گھر کو رونق بخشتا تھا آج ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہاں سے رخصت ہو رہا تھا ہزاروں زندگیاں جس سے وابستہ تھیں اس نے ان سب سے مُنہ موڑ لیا تھا۔ میری زبان پر یہ شعر تھا۔

جسے رونق تیرے قدموں نے دیکر چھین لی رونق   وہ لاکھ آباد ہو اس گھر کی ویرانی نہیں جاتی

سرکار قبلہؒ کی چارپائی کے ساتھ نصیر میاں صاحب میرے بڑے بھائی مصباح الرحمٰن صاحب اور عبدالقادر صاحب جوہری بیٹھے تھے اور باہر ڈرائیور کے پاس عبدالرحمٰن تھے۔ دوسری موٹر میں مستورات کے ہمراہ میں تھا ساڑے بارہ پر گھر سے روانہ ہوئے سرکارؒ کی تکلیف کے خیال سے نصیر میاں نے موٹر کی رفتار ہلکی رکھوائی ۲۷ر

بجے شام دہلی پہنچے وہاں موٹروں میں پیٹرول ڈالا گیا ۸ بجے یہاں سے روانہ ہوئے اگر
چہ چاندنی رات تھی مگر چاند کی روشنی سلب سی ہوگئی تھی مرادآباد پر سرکار کے بھتیجے حامد میاں
اور میرے بھانجے انوارالحسن موٹر میں بریلی سے پیشوائی کے لئے آئے تھے وہ ساتھ
ہولئے پھر رام پور پر سرکار کے دوسرے بھتیجے شوکت میاں موٹر میں منتظر تھے وہ بھی ساتھ
ہولئے بریلی میں نواب نبّو صاحب کے امام باڑے پر حضرت جعفر میاں صاحب، حضرت
موسیٰ میاں صاحب اور سینکڑوں لوگ موجود تھے اور پوری سڑک بھری ہوئی تھی خانقاہ پہنچ
کر سرکارؒ کی چارپائی خانقاہ کے دروازے پر اُتاری گئی ایک کہرام مچا ہوا تھا تل رکھنے کو
جگہ نہ تھی الہ آباد کانپور دہلی و مرادآباد، شاہجہانپور غرض ہر شہر سے مریدین پہنچ گئے تھے۔
سرکار کی چارپائی تینوں آستانوں پر باری باری لے جائی گئی اور پھر زنانی حویلی میں لے
جائی گئی وہاں مستورات نے زیارت کی رونے پیٹنے کی آواز سے پورا محلّہ گونج رہا تھا۔
گھر میں سے چارپائی لاکر سماع خانے کے اس مقام پر رکھدی گئی جہاں حضور قبلہ قدس
سرہ کی مسند کی جگہ بنی ہوئی ہے جہاں سرکار رونق افروز ہوتے تھے۔ صبح ٦ بجے سرکار قبلہ
کے خلف اکبر اور سجادہ نشیں حضرت حسن میاں صاحب نے خانقاہ میں نماز فجر پڑھائی صبح
سے ہر گاڑی سے مریدین۔ متعلقین، عزیز و رشتہ دار آرہے تھے۔ خانقاہ کے جس در میں
سرکارؒ سردیوں میں رونق افروز ہوتے تھے اس در پر تینوں طرف پردے ڈالدیئے گئے اور
غسل کے لئے جسد اطہر وہاں لایا گیا حضور قبلہ قدس سرہ کے مزار کے مغرب میں پرانی
خانقاہ کے دروازے کے آگے قبر شریف تیار ہوگئی لوگ برابر آرہے تھے ان میں ایسے بھی
بہت سے تھے جنہوں نے گودیوں میں سرکار کو کھلایا تھا۔ حضرت سراج السالکین قدس سرہ

کے خلفاء میں سید شمس الحق صاحب سندیلہ سے آگئے تھے مجھ سے تفصیلات معلوم کرنا چاہتے تھے مگر میرے حواس مختل تھے۔

غسل کے لئے اندر حضرت حسن میاں صاحب، جعفر میاں صاحب عابد میاں صاحب سرکار کے بھتیجے مسعود حسین صاحب تھے باہر سے پانی سرکار کے بڑے داماد حکیم سلطان احمد صاحب دے رہے تھے ساڑے بارہ پر غسل سے فراغت ہوئی پھر حضرت موسیٰ میاں صاحب تبرکات لے کر اندر گئے میں بھی ہمراہ تھا چہرہ اقدس پر ایسا نور تھا کہ نظر نہ ٹھہرتی تھی دوش مبارک پر زلف عنبرین کا یہ عالم تھا۔

تُرک منِ چوں جعد مُشکیں گرد کاکل بشکندر لالہ رادل خوں شود بازارِ سُنبل بشکند

میں بہ قسم عرض کرتا ہوں اور ہزاروں آدمی اس کے گواہ ہیں مریدوں کے علاوہ اغیار کا مجمع تھا کہ سرکار کے چہرہ کی سرخی بحال تھی چہرے پہ تبسم تھا حضرت امیر خسروؒ نے ایسے موقع پر فرمایا تھا۔

”گوری سوئے سیج پر اور مکھ پر ڈارے ہے کیس“

خانقاہ پُرتھی چھتوں تک پر تل رکھنے کو جگہ نہ تھی پتری گلی اور گلی کی دیواروں تک پر آدمی تھے۔ ایک بجے حضرت قبلہ حسن میاں صاحب نے جماعت سے نماز ظہر پڑھائی۔ غسل کے بعد جنازہ زیارت کے لئے دوبارہ مسند کے مقام پر گیا تھا مخالفین اور اغیار کا ایک گروہ تھا جو زیارت کے لئے آیا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ جس شخص کو تمام عمر برا سمجھا برا کہا انتقال کے بعد اس کا چہرہ کیسا ہے۔ اپنے خیال کی تصدیق چاہتے تھے۔ مگر جب چہرۂ اقدس پر نظر پڑی تو یہ آواز اُن کانوں میں آتی سنائی دی۔

"بہ بیں زاہد دمِ آخر نمود خندا بر چشیم"

درود اور کلمہ پڑھتے ہوئے واپس ہوئے نماز ظہر کے فوراً بعد نماز جنازہ ہوئی خانقاہ کے علاوہ گلی میں بھی صفیں قایم تھیں جس وقت جنازہ اُٹھایا گیا مبارک حسین قوال نے سرکار کی نعت کا مقطع گانا شروع کیا۔

الہٰی راز کا راز نہاں یوں آشکارا ہو کہے عالم غلام احمدِ مختارؐ آتا ہے

اس وقت پورا مجمع دہاڑیں مار مار کر رو رہا تھا دھوپ کی تمازت سے بچانے کے لئے وہ چھتری لگائی گئی جو جمعہ کی نماز کو جاتے وقت سرکار پر لگائی جاتی تھی اور اکثر یہ خدمت میں انجام دیتا تھا اس وقت میرا عجب حال تھا دل اُمڈا چلا آ رہا تھا۔

جنازہ زنانی حویلی کی ڈیوڑھی میں رکھا گیا تا کہ مستورات اور اہل خاندان آخری زیارت کریں اس کے بعد مقام مدفن پر لا کر رکھا گیا۔ حضرت جعفر میاں صاحب نے قوالوں سے کہا کہ گاؤ۔

امید خلعتِ شاہی ندارم بہ سردارم زتو داغ غلامی

اس پر اُنھیں بہت دیر کیف رہا سینکڑوں فوٹو گرافر تھے جو منع کرنے کے باوجود فوٹو کھینچ رہے تھے چنانچہ یہ یادگار فوٹو اب بھی موجود ہیں قبر شریف میں حضرت قبلہ حسن میاں صاحب اور عابد میاں صاحب اترے پٹکہ ایک طرف سے میں نے ایک طرف سے جعفر میاں صاحبؒ نے پکڑا سرہانے نصیر میاں صاحب تھے اور پائیتی عبدالرحمٰن تھے جب دو پتھر رکھدیئے گئے عابد میاں صاحب باہر آ گئے حضرت حسن میاں صاحب اندر بیٹھ گئے اعمال خاص پڑھے یوٗ اور ڈھائی بجے دن بروز پنجشنبہ ۱۷ رشوال

۱۳۸۷ھ مطابق جنوری ۱۹۱۸ء کو اس ذات اقدس پر جس پر برگ گل کا وزن بھی بار تھا مٹی ڈالدی گئی اور وہ پیکر حسین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چشم ظاہر سے نہاں ہو گیا۔ جب سے میں یہ عرض کر رہا ہوں۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید　　　یا جاں رسد بہ جاناں یا جاں زتن برآید

قبر شریف اسی وقت پختہ کر دی گئی پھر بعد مغرب جب حضرت قبلہ حسن میاں صاحب نے میر نام لے کر آواز دے کر فرمایا کہ سرکار کے سرہانے میلاد شریف پڑھیئے تو میری چیخ نکل گئی اور تمام متعلقین بھی رونے لگے اس لئے کہ اپنی حیات میں سرکار قبلہ مجھ سے ہی میلاد شریف پڑھواتے تھے۔

۱۷ر جنوری ریڈیو پاکستان اور ہندوستان سے سرکارؒ کے وصال کی خبر نشر ہوئی انگریزی، ہندی، اردو سب اخباروں میں تفصیلات چھپیں بریلی کی تمام کچہریاں، میونسپل بورڈ، دسٹرکٹ بورڈ، اسکول کالج بند کر دیئے گئے۔

۲۰ر جنوری ۶۸ء مطابق ۱۹ر شوال ۸۷ھ بروز سنیچر فاتحہ سویم بہت بڑے پیمانہ پر ہوئی اور بہت سے قرآن شریف ختم کیے گئے رات کو محفل میں لوگوں نے دلی تاثرات کا اظہار بہ شکل اشعار کیا جس میں علاوہ مریدین کے کئے اعمائیدین شہر اور شعراء بھی تھے میں اپنی ایک غزل الکھ آیا ہوں جو سرکار قدس سرہ کے آخری مشاعرہ میں جے پور میں پڑھی تھی اس ہی بحر میں عرضداشت پیش کی وہ یہ ہے اس غزل کا آخری شعر تھا۔

ہم کو غرض نہ واسطہ در سے کسی کے اے شہا　　　ہم ہیں گدائے آستاں بھر دو ہماری جھولیاں

آگے یہ شعر کہے۔

لب پہ شکایتیں نہ تھیں یہ تو تھا عرض مدعا	آپ ہوئے کیوں بدگماں نظروں سے چھپ گئے کہاں
روٹھ گیا وہ مہہ لقا ہائے یہ کیا ہوا خدا	لٹ گیا میرا کارواں نظروں سے چھپ گئے کہاں
مانا کہ تھے خطا شعار۔رحمتیں اُن کی بے شمار	پھر یہ سزا اف الاماں نظروں سے چھپ گئے کہاں
تیری نظروں سے صبح وشام ہم نے صدا پئے تھے جام	ہائے شراب ارغواں نظروں سے چھپ گئے کہاں
ایسا حسین دلربا ہم سے کیا ہے کیوں جدا	رحم نہ آیا ساں نظروں سے چھپ گئے کہاں
اب میں کسے سناؤں گا حال کسے دکھاؤں گا	ہائے "عزیز" رازداں نظروں سے چھپ گئے کہاں
یار کے التفات پر ہائے لگی ہے کیا نظر	ہو کے خفا گئے کہاں نظروں سے چھپ گئے کہاں
زلفِ سیاہ ہٹائیے پھول سا رخ دکھائیے	جان بہار گلستاں نظروں سے چھپ گئے کہاں
گورے بدن پہ ہائے وہ زلفِ سیاہ کی بدلیاں	چرخ پہ جیسے کہکشاں نظروں سے چھپ گئے کہاں
چاند سے رخ پہ ہائے وہ زلفِ سیاہ کی بدلیاں	شام وسحر کا وہ سماں نظروں سے چھپ گئے کہاں
وجہ سکونِ زندگی حاصل کیف بندگی	صبر وقرارِ عاشقاں نظروں سے چھپ گئے کہاں

عیش جہاں ہی کیا گیا جینے کا سب مزہ گیا

کس سے کہوں یہ داستاں نظروں سے چھپ گئے کہاں

اس محفل میں بھی خانقاہ میں آہ وبکا کا شور تھا۔

۲۶/ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۶/فروری بروز دوشنبہ فاتحہ چہلم ہوئی جس میں سرکار کے تمام خلفا بیشتر مریدین بڑے حضرت کے خلفا اعمائدین شہر عزیز اقارب نے شرکت کی اپنے والد اور شیخ کی سنت کے مطابق مولائی حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ بھی چہلم تک مسند ارشاد پر نہیں بیٹھے فاتحہ چہلم کے بعد تمام لوگ سماع خانے

میں جمع ہوئے اس وقت سب کے اصرار پر اور اپنے چچا حضرت محبوب میاں صاحب قبلہ کے حکم اور حضرت جعفر میاں صاحبؒ کے اصرار اُجس مسند پر رونق افروز ہوئے اس وقت حضرت محبوب میاں صاحب قبلہ نے ایک مختصر تقریر کے بعد اُنھوں نے اور جعفر میاں صاحبؒ اور عابد میاں صاحب نے مسند پر بٹھایا۔ اس وقت ایک فیضان عام تھا ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق اپنی جھولی بھر رہا تھا۔ حضرت حسن میاں صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری تھی آپ کے تینوں چچا حضرت محبوب میاں صاحب حضرت سچے میاں صاحب اور حضرت موسیٰ میاں صاحب اور سب صاحبزادگان اور حاضرین محفل پر گریہ طاری تھا سب سے پہلے چچاؤں سے نذر سجادگی پیش کی پھر تینوں بھائیوں نے دونوں بہنویوں بیٹوں نے اور پھر تمام خلفا اور مردین نے۔

۱۲ بجے تک قوالی ہوئی جس میں مبارکبادیاں گائی گئیں شام کو ۴ بجے محفل میلاد ہوئی بعد عشاء اپنے اشیاخ کی سنت کے مطابق چار صاحبان کو خلافت عطا فرمائی اُن کے نام حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔	سید شجاع احسن صاحب	مرادآباد
۲۔	سید نصیر الحسن صاحب	مرادآباد
۳۔	مولوی علی احمد صاحب	بچھراؤں ضلع مرادآباد
۴۔	محمد عبدالقدوس مکّی عرف سلّو میاں	دہلی

اس کے بعد بہت پر کیف قوالی ہوئی آخر میں فاتحہ قل ہوئی قوالی ڈھائی بجے شب میں ختم ہوئی۔ سرکار قبلہ حسن میاں صاحب کمرہ مخصوص میں اُٹھ آئے اور وہاں مخصوص

لوگ ہی تھے حضرت جعفر میاں صاحبؒ نے مجھ سے اپنی نظم ''ایک حرماں نصیب کی عرضداشت'' سنانے کی فرمائش کی وہ میں نے سنائی وہ یہاں لکھ رہا ہوں۔ اس کے ایک شعر پر جعفر میاں صاحبؒ کو پندرہ بیس منٹ تک کیف رہا اور لوگ بھی رو رہے تھے۔ شعر یہ تھا۔

مونسِ شبہائے تنہائی دہائی لو خبر　　لٹ گیا آقا گدائے آستاں کل رات کو

ایک حرماں نصیب کی عرضداشت

تاجدار مہوشان و گلرخاں کل رات کو　　جلوہ گر تھا رو کشِ صد گلستاں کل رات کو

شہ نیاز و شہ نظام ع شہ سراج السالکین　　آپ کی صورت میں تھے سب ہی عیاں کل رات کو

یک بیک کیا دل میں سوچا ہم سے کیوں کہنے لگے　　راز کو پردے میں رکھا راز داں کل رات کو

کیوں مزاج یار بدلا کیا ہوا دست کرم　　ہائے پھیلی رہ گئیں سب جھولیاں کل رات کو

منتیں مانیں ہوئے صدقے دیئے سب واسطے　　بے اثر ثابت ہوئی آہ و فغاں کل رات کو

جو سخا گستر و فا پیکر سراپا رحم تھا　　روٹھ کر ہم سے گیا وہ مہرباں کل رات کو

عندلیبانِ چمن کی نوحہ خوانی پر مجھے　　ہو رہا تھا نوحۂ غم کا گماں کل رات کو

چاند تارے چرخ پر تھے روشنی اُن میں نہ تھی　　خود بہ خود تاریک تھا کیوں آسماں کل رات کو

ہم نے کب شکوہ کیا بیٹھے بٹھائے خود بخود　　بے وجہ دشمن ہوا کیوں آسماں کل رات کو

میرے ارماں میری حسرت میرے دل کے ولولے　　سب کچل کر رہ گئے اے جانِ جاں کل رات کو

وہ حسینوں کا حسیں وہ مہہ جمالوں کا جمال　　میرا ہو کر ہو گیا مجھ سے نہاں کل رات کو

جو نثارِ زلف و رخ تھا رات دن شام و سحر　　ایسے عاشق کا لیا کیوں امتحاں کل رات کو

نکہت زلف پریشاں ہم نے سوچا بھی نہ تھا　　رنگ لائیں گی کبھی سرمستیاں کل رات کو

مونس شبہائے تنہائی دہائی لو خبر — لٹ گیا آقا گدائے آستاں کل رات کو

اے نگاہِ واپسیں ارماں مچلتے رہ گئے — تو نے عاجز کر دیئے لفظ و بیاں کل رات کو

یا امام السالکین محبوبؔ حق فریاد ہے

میں سسکتا رہ گیا ہوں جانِ جاں کل رات کو

میرے بعد برادر محترم مصباح الرحمٰن صاحب نے اپنا کہا ہوا مرثیہ مجھے پڑھنے کو دیا میں نے سنایا بہت پسند کیا گیا انھوں نے اپنے تذکرہ میں چھپوایا ہے اس کے بعد حضرت جعفر میاں صاحبؒ نے ایک اور غزل کی فرمائش کی جو وہ حویلی میں مجھ سے سن چکے تھے وہ بھی یہاں لکھتا ہوں۔

۷۸۶

مدعائے دلِ بیمار سنا تو ہوتا — میرے پیارے میرے سرکار سنا تو ہوتا

میرے حصّے میں تغافل تھا یہ میں نے مانا — پھر بھی کچھ حال دلِ زار سنا تو ہوتا

ہجر کہتے ہیں کیسے دردِ محبت کیا ہے — میرے مونس میرے غم خوار سنا تو ہوتا

دل لگی یہ تو نہ تھی دل کی لگی تھی آخر — کس سے کہتا میرے دلدار سنا تو ہوتا

قصّہ صید زبوں میری زبانی شاہا — آرزو یہ تھی کہ ایک بار سنا تو ہوتا

کچھ سناتے ہیں بصد حسرت و یاس و حرماں — میرے گھر کے در و دیوار سنا تو ہوتا

مجھ پہ احسان ہو محبوبؔ طلب جلد کرو

بولو کرتے ہو یہ اقرار سنا تو ہوتا

صبح چار بجے یہ محفل درد و غم ختم ہوئی۔

اسمائے مبارک خلفاء صاحبان

سرکار قبلہ قدس سرہ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے اور خلفا بھی بہت ہوتے ہیں میں ان میں سے چند خلفا کے اسمائے گرامی تحریر کر رہا ہوں جو میرے علم میں ہیں اس کے علاوہ بھی ہوں گے۔

۱۔ مولائی مرشدی حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ سجادہ نشیں خانقاہ نیازیہ بریلی۔

۲۔	حضرت شاہ محمد جعفر میاں نیازی رحمت اللہ علیہ	بریلی
۳۔	حضرت شاہ محمد زین العابدین عابد میاں نیازی	بریلی
۴۔	حضرت محمد نقی عرف محبوب میاں صاحب	بریلی
۵۔	جناب مولوی سید انوار الرحمٰن صاحب بسملؒ	جے پور
۶۔	جناب مولوی عبد الرؤف صاحبؒ	الہ آباد
۷۔	جناب شیخ احمد حسین صاحبؒ	آنولہ
۸۔	جناب شوکت یار خاں صاحب مرحوم	جہان آباد
۹۔	جناب مولوی نصیر عالم صاحب مرحوم	بچھرایوں
۱۰۔	جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب مرحوم	//
۱۱۔	جناب مولوی محمد گل صاحب مرحوم	پشاور
۱۲۔	جناب محمود حسین صاحب مرحوم	دہلی
۱۳۔	جناب قدرت اللہ صاحب مرحوم	الہ آباد
۱۴۔	جناب مولوی محمود علی صاحب مرحوم	بچھراؤں

۱۵۔	جناب حکیم ولی الدین صاحب مرحوم	غازی پور
۱۶۔	جناب معشوق اللہ خاں عرف منگو خاں صاحب مرحوم	شاہجہانپور
۱۷۔	جناب صادق اللہ خاں عرف جمعہ خاں صاحب مرحوم	//
۱۸۔	جناب سید محمدؒ معین الدین عرف خواجہ نواب مرحوم	حیدر آباد دکن
۱۹۔	جناب ملک عبدالحمید خاں صاحب	حیدر آباد دکن
۲۰۔	جناب غلام علی شاہ صاحب	بدخشاں
۲۱۔	جناب مجنون خاں صاحب مرحوم	کابل
۲۲۔	جناب سید نظام الدین صاحب مرحوم	//
۲۳۔	جناب مقرّب خاں صاحب مرحوم	ہزارہ (پاکستان)
۲۴۔	جناب صاحبزادہ چشتی حسین صاحب مرحوم	اجمیر شریف
۲۵۔	جناب صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب	//
۲۶۔	جناب صاحبزادہ خورشید علی صاحب	//
۲۷۔	جناب صاحبزادہ مظہر علی صاحب	//
۲۸۔	جناب عظیم بخش صاحب مرحوم	الہ آباد
۲۹۔	جناب شیخ منظور حسین صاحب مرحوم	آنولہ
۳۰۔	جناب شیخ اصغر صاحب مرحوم	//
۳۱۔	جناب سلیم بخش صاحب مرحوم	ہ آباد
۳۲۔	جناب محمدؒ مظہر صاحب	فتح پور

۳۳۔	جناب سید اصغر علی صاحب مرحوم	گوالیار
۳۴۔	جناب مولوی محمدؒ عمر صاحب مرحوم	رُہتاس گڑھ
۳۵۔	جناب سید زین العابدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ صولیتہ	مکّہ شریف
۳۶۔	جناب سید ابرالرحمٰن صاحب مرحوم	جے پور
۳۷۔	جناب صاحبزادہ سید ظہور حسن صاحب نیازی درگاہ حضرت محبوب الٰہی دہلی	
۳۸۔	جناب صاحبزادہ غلام محبوب سبحانی صاحب مرحوم درگاہ حضرت قطب صاحب دہلی	
۳۹۔	جناب حکیم سید حسن شاہ صاحب مرحوم	نیپال
۴۰۔	جناب مست اللہ خاں صاحب	جہان آباد
۴۱۔	جناب ہنے میاں صاحب مرحوم	بریلی
۴۲۔	جناب نواب حسن خاں صاحب مرحوم	بریلی
۴۳۔	جناب سید اعجاز حسین صاحب مرحوم	بریلی
۴۴۔	جناب سید محبوب حسین صاحب مرحوم	بریلی
۴۵۔	جناب عبداللہ خاں عرف ننّے خاں صاحب	گونیری (جہان آباد)
۴۶۔	جناب عظیم بخش صاحب	الہ آباد
۴۷۔	جناب سنبھاجی راؤ صاحب بھونسلے	آرمی مسٹر سندھیا اسٹیٹ
۴۸۔	جناب سردار کھیم سنگھ صاحب	گوالیار
۴۹۔	جناب رام کشن صاحب	بمبئی

۵۰۔ جناب سید امیر احمدؒ صاحب — گڑھ سلیم پور ضلع سہارنپور

۵۱۔ جناب پیر جی شاہ محمد سلطان صاحب — بیہٹ ضلع سہارنپور

ان حضرات کے علاوہ بیرونی ممالک میں سلسلہ کی اشاعت کے لئے اخذ بیعت کی اجازت کئی غیر ملکی مریدوں کو بھی عطا کردی تھی۔ ایک فرانسیسی صاحب جن کا نام مجھے یاد نہین ہے اجمیر شریف مین مرید ہوئے بریلی رہ کر تعلیم طریقت حاصل کی اور فرانس اور آس پاس کے ملکوں میں سلسلۂ نیازیہ کا حلقہ بڑھایا۔ جرمنی میں لال بھائی پٹیل صاحب مرحوم نے سلسلہ کی اشاعت کی۔

ششم جمادی الثانی ۱۹۴۲ء بموقعہ عرس حضور قبلہ نیاز بے نیاز قدس سرہٗ سرکار قدس سرہ کی محفل کا ایک منظر

اب تک جتنے حالات میں نے لکھے ہیں وہ سب اپنے روزنامچوں کی مدد سے مرتب کئے تھے اب میں اپنے ماضی کی یادداشت کا ایک عرق آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں اس میں میں نے اپنے سرکار کی ایک محفل کا نقشہ کھینچا ہے اور اس سے خود ہی لطف اندوز ہوا ہوں یا وہ لوگ لطف اندوز ہوسکیں گے جنہوں نے ایسی محفلیں دیکھیں ہیں سب سے بڑی سند اس مرقع کی اصلیت کے قریب ہونے کی یہ ہے کہ آقائی ومولائی سجادہ نشیں چہارم حضرت قبلہ حسن میاں صاحب مدظلہم العالی نے اسے بہت پسند فرمایا۔

سماع خانے کا بڑا ہال برقی روشنیوں سے جگمگا رہا ہے۔ خوبصورت وگراں قیمت جھاڑ وفانوس پورے ہال کی چھت سے دو دو فٹ کے فاصلے سے لٹک رہے ہیں سپید چاندنی کا فرش بچھا ہوا ہے دیواروں پر دونوں طرف بارہ سنگوں کے سینگ قرینے سے سجے ہوئے ہیں بیچ کے در کی سیدھ میں سامنے کی دیوار پر ایک کارنس ہے اس پر قرآن شریف کے پارے رکھے ہوئے ہیں اور کارنس کے دونوں طرف دو گینڈے کے سینگ لگے ہوئے ہیں سماع خانے کی شرقی اور غربی دیوار پر بیچ میں آمنے سامنے دو ہرنوں کے گردن سمیت چہرے لگے ہوئے ہیں جو یہ کہتے ہوتے ہیں۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف   بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

سماع خانے کی دیواروں پر سینگوں سے نیچے ایک لائین میں وصلیاں خوش نویسی کی لگی ہوئی ہیں جن میں بڑے بڑے خوش نویسوں کی ہیں۔ عماد، میر علی پنجہ کش، حضرت تاج الا ولیا قدس سرہ اور حضرت سراج السالکین قدس سرہ ان سب کے علاوہ بھی ہیں۔ مسند کی سیدھی طرف اندرونی دیوار پر حضرت سراج السالکین قدوسرہ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ایک وصلی ہے جو آپ نے خاص میرے سرکار ہی کے لئے لکھ دی تھی اس وصلی پر مندرجہ ذیل قطعہ لکھا ہوا ہے۔

اے کہ از ماہ خوب تر شدیٔ　　سمن اندام وسیم برشدیٔ

آئینہ در نظر مقابل دار　　تو کہ منظور ہر نظر شدیٔ

سماع خانے میں جس جگہ مسند ہے وہاں ایک سرخ مخمل کی چھت گیری لگی ہوئی ہے جس کو چار چاندی کی نقشین پرت والی چوبیں اٹھا ہوئے ہیں اور اس پر سنہری کار چوب کا کام ہو رہا ہے چھت گیری کے چاروں طرف رنگ برنگ کے بلب کی برقی سیریز جل رہی ہے چھت گیری کے نیچے سرخ مخمل کی مسند بچھی ہوئی ہے جس کے حاشیوں پر بالشت بالشت بھر سچے سنہری کار چوب کا گتھا ہوا کام ہو رہا ہے ویسا ہی لمبا گاؤ تکیہ مسند کی پشت کی دیوار کے سہارے رکھا ہے اور مسند کے بائیں طرف ایسا ہی رنگ کا اور قسم کا گاؤ تکیہ رکھا ہوا ہے۔ مسند کے سامنے دائیں رخ پر ایک چھوٹا چاندی کی قلعی کا تسلہ رکھا ہوا ہے اور اس میں بلّور کا ایک بہت خوبصورت حقّہ رکھا ہے جس میں ایک بڑی سٹک لگی ہوئی ہے جس کے مُنہ پر چاندی کی نازک سی منال ہے اور پوری سٹک پر سبز مخمل کا غلاف چڑھا ہوا ہے تا کہ کی نمی سے چاندنی پر نشان نہ پڑے یہ خوبصورت بھی بہت لگ رہا ہے حقّے کا

کش لیا جاتا ہے تو بلّور میں پانی کا تموج و تلاطم نظر آتا ہے جیسے کسی مخمور نظر سے دل عاشق میں تلاطم پیدا ہو جائے۔ تمبا کو ہ کی خوشبو سے تمام ہال مہک رہا ہے یا یہ کہ نوش فرمانے والے کی سانس کی خوشبو ملنے سے یہ کیف پیدا ہو گئی ہے۔

مسند پر لباس زیب بدن کئے ہوئے ایک پیکر حسین جس کے حسن و قامت کی کوئی مثال الفاظ میں نہیں کھینچی جا سکتی رائے گفتن یہ کہہ سکتے ہیں۔

اَے مثل تو در حسن بشر خوش بشرے نیست　　　　خوبی کہ تو داری ضما در دگرِ نیست

تاج ذریں فرق مبارک پر جس کے جواہرت سے روشنی پھوٹ رہی ہے مونگیہ رنگ کا کالی دھاری کا چوغا زیب بدن ہے (آج کی شب میں حضور قبلہ کا لباس پہن کر مسند پر جلوہ افروز ہوتے تھے)۔ رعب حسن کی وجہ سے کوئی آنکھ اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتا مگر دل کی آنکھ ہر ایک کی اُدھر ہی ہے چہرہ اقدس پر نور کی بارش ہی بارش ہے اور ایسی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں کہ محفل منور ہے اور در و دیوار سے یہ آواز آرہی ہے۔

آئینِ تو دل بُرون است اے چشم خلق سوئے تو　　　　خوئے تو مُردم کشتن است اے من غلام روئے تو

یہ ذاتِ قدسی صفاتِ قطب دوراں محبوب حق امام السالکین حضرت شاہ محمدؒ تقی عرف عزیر میاں صاحب سجادہ نشیں خانقاہ عالم پناہ نیاز یہ کی ہے۔ مسند کے اوپر جو وصلی بڑے حضرت کی لگی ہوئی ہے جس کا ذکر کر چکا ہوں اب سمجھ میں آیا کہ کس کیوں لگی ہے۔

"تو کہ منظور ہر نظر شدئی"

مسند کے برابر داہنی طرف شباب کی ایک حسین تصویر سرخ سپید رنگ پر گوشت رخساروں پر سبزہ کا آغاز دوش پر دو حسین کاکلیں ایسی لگ رہی ہیں۔

عارض پہ زلف عنبریں ایک اس طرف ایک اُسطرف
دوبار مہرہ کے قریں ایک اسطرف ایک اسطرف

زریں خانقاہی قالب دار کار چوبی ٹوپی سر پر ہے خوبصورت چکن کے کرتے پر سبز رنگ کا چوغا زیب بدن ہے (چوغا حضرت سراج السالکین قدس سرہ کا ہے) کشش ایسی رہے کہ مسند سے نظر پھسلے تو اِن پر آکر ٹھہرے یہ ہیں میرے سرکار کے خلفِ اکبر نامزد سجادہ نشیں شاہ محمدؒ حسن سجادہ عرف حسن میاں صاحب۔

اِن کے پاس ہی مگر ذرا ان سے پیچھے سرکتے ہوئے ایک ایسا ہی حسین پیکر ہے فرق یہ ہے کہ زلفیں نہیں ہیں چہرے میں سرکارؒ کے بچپن کی شباہت آتی ہے یہ ہیں سرکار قبلہؒ کے منجلے صاجزادے شاہ محمد جعفر عرف جعفر میاںؒ صاحب ان سے بالکل لگے ہوئے ایک چھوٹے حسین شہزادے گول اودھے رنگ کی مخملی کار چوبی ٹوپی پہنے ہوئے ہیں چکن کا رنگیں پھولدار کرتا ہے بہت بھولی شکل افغانیوں کا سا رنگ مگر نازک بدن ادب سے ہاتھ باندھے بیٹھے ہیں یہ ہیں سرکار کے سنجلے صاجزادے شاہ محمد زین العابدین عرف عابد میاں صاحب اس طرح مسند مبارک کے بائیں طرف یعنی آستانے کے رُخ کی طرف کھُلتے ہوئے گندمی رنگ کے وجیہہ شخصیت کے حامل سفید پتلی موری کا پائچہ سفید چکن کا لمبا کرتا اس پر کتھئی رنگ کی حامد کیپ پہنے ہوئے سرکار کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ محمدؒ نقی عرف محبوب میاں صاحب ہیں۔ ان کے پاس ہی ان سے ملتی ہوئی صرف عمر کے تناسب سے صورت میں ردّ و بدل دو شخصیتیں اور ہیں یہ ہیں سرکار کے منجلے اور چھوٹے بھائی شاہ محمدؒ صادق عرف سچے میاں صاحب اور شاہ محمدؒ موسیٰ رضا عرف

موسیٰ میاں صاحب مسند کے بالکل پشت پر ایک سفید ریش بزرگ گورا چٹا رنگ الہ آباد وضع کے رومال سے گاہ گاہ مورچھل جھلتے ہیں۔ یہ میر سید فراصت علی صاحب ہیں مسند کے سامنے بیچ میں دور دور تک کوئی نہیں بیٹھا ہے لمبی گلی سی چھوٹی ہوئی ہے جس کے دونوں طرف دوزانو تمام مقتدر خلفا اور مریدین علیٰ قدر مراتب بیٹھے ہوئے ہیں اور آخر میں مسند کی سیدھ میں کافی فاصلہ پر قوالوں کی چوکی بیٹھی ہوئی ہے۔ دیکھئے ان لوگوں میں سے جن جن کو میں پہچانتا ہوں ان کا حلیہ آپ کو بتاتا ہوں۔ مسند کے سامنے سیدھی طرف ایک صاحب ہیں جو سرخ مخمل کی قالب دار خانقاہی وضع کی کارچوبی ٹوپی پہنے ہوئے ہیں سبز رنگ کا ریشمیں کرتا جس کے گریبان میں پردہ لگا ہوا ہے اور گریبان کی گھنڈی کندھے پر بند ہوتی ہے کرتے ک اوپر خوبصورت زربفت کی صدری ہے جس میں بہت سی جیبیں ہیں ایک جیب سے سنہری زنجیر نکل کر بٹن میں اٹک رہی ہے زنجیر جیبی گھڑی کی معلوم ہوتی ہے سرخ سپید رنگ کی بڑی بڑی نرگسی آنکھیں بھرے بھرے رخساروں پر سپدی ڈاڑھی ہے چہرہ خفیف مسکراہٹ ہے شلوار شرعی پائجامہ جو بادامی سلک کا ہے پہنے ہوئے ہیں یہ ہیں خلیفہ مولوی سید انوار الرحمٰن صاحب بسمل جے پوری جن کو سرکار نے خسر نیازی '' کا خطاب دیا ہے اونچا سننے کی وجہ سے سرکار اپنے پاس ہی بٹھاتے ہیں ان کے پاس ہی دوسرے نمبر پر ایک بہت خوبصورت آدمی چہرے پر نور سپید برف سی ڈاڑھی جو گھنی نہیں ہے بالوں میں سے رخسار کی سپیدی جھلک رہی ہے سرخ سپید چہرہ کارچوبی کام کی سرخ مخمل چوگوشیہ ٹوپی سر پر ہے۔ کارچوبی مخمل کی خوبصورت واسکٹ کے نیچے پیلے رنگ کا بڑھیا جارجٹ کا لمبا کرتا اور شرعی سپید پائجامہ پہنے ہوئے ہیں نیچی نظر ہے مگر کان مسند کی

طرف ہیں یہ ہیں جناب خلیفہ مولوی قطب الدین صاحب غازی پوری جو حضرت سراج السالکین قدس سرہ کے پہلے مرید ہیں بحیثیت مجموعی ایک بھاری بھرکم شخصیت کے حامل ہیں حضرت سراج السالکین قدس کے خلیفہ ہیں۔ان کے پاس ہی ریشمیں چکن کا گلابی پھولوں کا لمبا کرتا پہنے ہوئے اور گول خانقاہ ہی وضع کی مخمل کی کارچوبی ٹوپی سر پر ہے مگر ٹوپی اس طرح پہن رکھی ہے کہ پیچھے کو سرکی ہوئی ہے اور سر کے خشخشی بال نظر آرہے ہیں۔ کرتے کے اوپر ریشمیں کپڑے کی رنگین واسکٹ ہے جس کے بٹن کھلے ہوئے ہیں شرعی وضع کا ٹخنے سے اونچا پائجامہ ہے کرتے اور واسکٹ پر جگہ جگہ پان کے دھبے نظر آرہے ہیں۔سامنے الہ آبادی وضع کا لمبا رومال فرش پر رکھا ہے جس سے بار بار دہانہ پوچھتے جاتے ہیں سانولہ گندمی رنگ ہے لمبا چہرہ جگّی ڈاڑھی جس پر دھانے کے گوشوں سے پان کی ریزش ہوتی رہتی تھی ایک عجیب شخصیت جس پر ایک نظر بے ساختہ پڑ جائے کوئی ہنس کر چپ ہو جائے کوئی مجذوب جان کر جوش عقیدت سے نظر اُٹھائے چھوٹی آنکھیں گھما کر کبھی کسی کو گھوریں اور کبھی کسی کی طرف ہنس کر دیکھیں یہ جناب خلیفہ مولوی عبدالقادر صاحب فتح پوری ہیں جو بڑے حضرت کے خلیفہ ہیں۔مولوی محمدؒ فائق صاحبؒ مولف کرامات نظامیہ'' ان ہی کے دادا تھے۔

ان کے برابر ہی بھاری جسم اوسط قد کے سیاہی مائیل گندمی رنگ بھری ہوئی ڈاڑھی داہنے کاندھے کی طرف گندھی ہوئی بالوں کی چٹیا کی ایک لٹ نظر آرہی ہے، ناک پر مسّہ ہے لمبا ریشمیں کرتا ہے جس کے گریبان میں پردہ لگا ہوا ہے خانقاہی وضع کی قالب پر چڑھی ہوئی سرخ مخمل کی کامدار ٹوپی پہنے ہوئے ہیں ایسی ایک وضع کی ٹوپیاں

اس سال حضرت قبلہ حسن میاں صاحب نے اپنی جیب خاص سے بنوا کر خاص خاص خلفا کو دی ہیں کیونکہ حضور قبلہ قدس سرہ کی چھٹی کو رنگین اور شوخ کپڑے پہننے کا حکم ہے۔ یہ صاحب ایسا پائجامہ پہنے ہوئے ہیں جو ڈھیلا ہے اور کلیاں لگی ہوئی ہیں اور اُس پر پھول کڑھے ہوئے ہیں۔ دوش پر لمبا رومال ہے خلیفہ عبد القادر صاحب کا زانو دبائے بیٹھے ہیں یہ ہیں جناب خلیفہ سید شمش الحق صاحب سندیلوی یہ بھی بڑے حضرت کے خلیفہ ہیں۔ ان کے برابر ایک بہت خوبصورت شکل وصورت، لمبا چوڑا کسرتی جسم افغانی نسل سرخ افغانی رنگ نورانی ڈاڑھی لمبا چوغا پہنے ہوئے ایک صاحب ہیں سر پر بالوں دار قراقری ٹوپی ہے دونوں ہاتھ باندھے ہوئے نیچے نظر کئے ہوئے یہ خلیفہ مقرب خاں ہیں یہ حضرت تاج الاولیاء قدس سرہ کے مرید ہیں اور میرے سرکار کے خلیفہ ہیں سرحد سے آئے ہیں۔ ان کے برابر کئی افغانی اور بیٹھے ہوئے ہیں جن کو میں پہچانتا نہیں ایک صاحب لمبی شیروانی پہنے افغانی ہی نقشہ گھنی سفید ڈاڑھی ہے سر پر عمامہ ہے چہرے پر متانت ہے ان کا نام عبد الرحیم ہے۔ خانقاہ ہی میں رہتے ہیں اور لوگ انہیں مولوی گُھٹل کہتے ہیں ان کے پاس ان سے ملے ہوئے ایک اور گول چہرے والے ہیں ان کی داڑھی بھی دسپید ہے اور گھنی ہے بغیر پھندے کی ٹوپی سر پر ہے لمبی سوتی کپڑے کی پیلی اچکن پہنے ہوئے ہیں پتلی موری کا پائجامہ ہے ان کا نام حکیم محمدؐ شفیع ہے اور یہ بھی خانقاہ ہی میں رہتے ہیں لوگ ان کو حکیم پونگا کہتے ہیں ادھر سیدھی طرف میں تو یہ ہی لوگ ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں ان لوگوں کے پیچھے سماع خانے کی دیوار تک سرکار کے مریدین اور خلفا کے مریدین بھی بھڑکدار کپڑوں میں بیٹھے ہوئے ہیں خصوصاً مولوی قطب الدین صاحب

کے پیچھے بہاری وضع قطع کے بہت سے باریش آدمی ہیں ان میں خلیفہ محمدؒ عمر صاحب کی ممتاز حیثیت ہے۔

مسند کے بائیں طرف حضرت محبوب میاں صاحب سے ذرا ہٹ کر ایک بھاری بھر کم ہستی سفید گھنی ڈاڑھی جو لمبی ہے کھلتا ہو گندمی رنگ گول چہرہ لمبا ریشمیں کرتا اس پر ریشمیں صدری الہ آبادی وضع کا لمبا رومال کندھے پر قالب دار سرخ مخمل کی کامدار ٹوپی جو خانقاہی وضع سے ذرا زیادہ اونچی ہے سر پر ہے ان صاحب کا نام عبد الرؤف صاحب ہے یہ سرکارؒ کے خلیفہ ہیں اور الہ آباد کے رہنے والے ہیں۔ ان سے اگلے نمبر پر پہلوانی جسم کے حامل بہت لحیم شحیم چوڑے چکلے جیسے مغلیہ دور کے تعلقے دار ہوتے تھے ایک صاحب ہیں گھنی سیاہ ڈاڑھی ہے لمبا پھولدار کرتا ہے جس میں زنجیر دار چاندی کے بٹن لگے ہوئے ہیں اطلس کی واسکٹ پہنے ہوئے ہیں جس کا اوپر کا صرف ایک بٹن لگا ہوا ہے اسی وجہ سے ان کے کرتے کے زنجیر دار بٹن نظر آ رہے ہیں۔ ان کا نام عظیم بخش غالباً حبشہ کی مناسبت سے نام بھی رکھا گیا ہوگا۔ یہ بھی سرکار کے خلیفہ ہیں اور الہ آباد میں کارخانہ ''تاج شاہی'' کے مالک ہیں۔ ان کے برابر ایک لمبے قد کے سیاہی مائیل گندمی رنگ کے ایک صاحب ہیں جن کی داڑھی ذرا چگّی قسم کی ہے سر پر الہ آبادی خلفا کی وضع کی ٹوپی ہے جس پر کلابتوں کا کام ہے۔ لمبا ریشمیں کرتا اس پر لمبی ریشمیں واسکٹ ہے ڈھیلے پائینچوں کا سفید کلی دار پائجامہ ہے۔ دوش پر الہ آبادی رومال ہے کیفیت کے عالم میں آنکھیں بند ہوتی ہیں اور رخسار پھولتے پچکتے رہتے ہیں اور ایک دم گھٹنے کے بل کھڑے ہوتے ہیں پھر ایک ایسی آواز نکالتے ہیں جس سے محفل لرز جاتی ہے ان کا نام

حکیم اللہ صاحب ہے یہ بھی الہ آبادی ہیں اور خلیفہ ہیں ۔ ان سے اگلے شخص ایک ریشمیں کرتا اس پر بہت خوبصورت صدری پھولدار وضع کی پہنے ہوئے ہیں سر پر خانقاہی وضع کی قالب پر چڑی ہوئی ہری مخمل کی کار چوبی ٹوپی سر پر ہے کھلتا ہوا گیہواں رنگ، کتابی چہرہ ہونٹوں کے گوشوں سے پان کی سرخی جھلک رہی ہے ۔ یہ ہیں خلیفہ شیخ منظور حسین صاحب آنولہ والے جس کا ذکر میں نے اپنے گھر کے پس منظر میں کیا قمیض اور سرمئی رنگ ہی کا پتلی موری کا پائجامہ اور قمیض پر خاکی رنگ کی واسکٹ جس کی جیب میں قلم لگا ہوا ہے پہنے ہوئے کلائی پر ویسٹ اینڈ واچ کی بڑے ڈائیل کی گھڑی بندھی ہوئی ہے اور سر پر ترکی ٹوپی پہن رکھی ہے یہ ہیں جناب مستری معزالدین صاحب ہیں جن کی شرافتِ نسبی کا یہ حال تھا کہ ان کے انتقال کے بعد سرکار کو معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کی اولاد میں تھے زندگی میں انھوں نے ہر اس شخص کو جو اس بات سے آگاہ تھا قسم دیدی تھی کہ سرکار کو یہ بات نہ بتائیں ورنہ سرکار اس مناسبت سے ان کی عزت کرنے لگیں گے ۔ خانقاہ میں ایام عرس میں بجلی کے کام کے یہ ہی ذمہ دار رہتے ہیں ۔

دو ایک آدمی چھوڑ کر چھوٹے قد کے سانولے رنگ کے دُہرے بدن چھوٹی کھچڑی ڈاڑھی اور بھولی صورت سر پر میرٹھ کی وضع کی گول پٹھے دار ٹوپی جس پر کلابتوں کا کام ہے ایک صاحب بیٹھے ہیں ان کا نام قدرت اللہ صاحب ہے یہ سرکار کے خلیفہ ہیں الہ آباد میں ان کا اسٹیل کے سامان کا کارخانہ ہے ۔ ان کے برابر بیچ میں جو جگہ خالی ہے اس میں ابھی ایک صاحب آ کر بیٹھے ہیں ان ہی کا حال لکھدوں یہ سرخ سپید رنگ کے خوبصورت آدمی ہیں صورت سے ہی نجیب الطرفین پٹھان لگتے ہیں ۔ لمبا کرتا اس پر سوتی

کپڑے کی واسکٹ ہے۔ کالی مخمل کی چوگوشیہ ٹوپی جس کے بورڈر پر سنہری لیس لگی ہوئی ہے پہنے ہوئے ہیں۔ گلے میں موٹے کالے دانے کی تسبیح پڑی ہوئی ہے جو ابھی بیٹھتے وقت ہاتھ سے گلے میں ڈال لی ہے سفید اوسط موری کا پائجامہ پہن رکھا ہے ہاتھ باندھے بیٹھے ہیں یہ خلیفہ معشوق اللہ خاں صاحب شاہجہانپوری ہیں ان ہی کے دادا خلیفہ سلامت اللہ خاں صاحبؒ تھے جو حضور قبلہ کے بہت خاص خلفا میں تھے یہ چاء خانے کے مہتمم ہیں عرس میں چاء کا کل انتظام ان ہی کے سپرد رہتا۔ ہے چاء بھی بہت نفیس بناتے ہیں۔

ان کے بعد بہت سے لوگ بیٹھے ہیں اب قوالی شروع ہو چکی ہے مبارک حسین قوال بھی معہ اپنی پارٹی کے ریشمیں خوبصورت اچکنوں میں ہیں۔ غزل شروع ہے

ہر شب منم فتادہ بہ گردِ سرائے تو　　　ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو

پہلے مصرعہ کی تکرار کے بعد جب دوسرا مصرعہ شروع کیا تو سرکار قبلہ نے قوال کو اشارہ کیا قوال نے نظر پہچانی اور پہلے مصرعہ کی تکرار کرتا رہا نظر اُٹھا کر دیکھا تو سیدھی طرف کی صف کے پہلے بزرگ کی نظر نیچی ہے چہرے پر مسکراہٹ ہے اپنی سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی دل کی طرف رکھے ہوئے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جب کیف تھما تو دوسرا مصرعہ پڑھا گیا۔

''ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو'' مبارک حسین نے اس پر مصرعہ لگایا۔

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نہ رفت رنج خمار ما　　　چہ قیامتی کے نمی رسی ز کنارِ من بہ کنار ما

''ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو''

ایک دم جھرجھری کی سی آواز آئی دیکھا تو خلیفہ عبد القادر صاحب کا کرتا

پھٹ چکا تھا اور گریباں میں ہاتھ الجھا ہوا تھا گریہ کی آواز آرہی تھی اپنا سر مسند کی طرف کر کے زمین پر رکھتے تھے اور دونوں ہاتھ اپنے بدن پر پھیرتے تھے کافی دیر مبارک نے تکرار کی ایک دم پھر زور کی ہاہاہاہا کی آواز آئی جس سے مجلس لرز گئی عبدالقادر صاحب کے مریدوں نے دوسرا کرتا ان کو پہنایا نظر اُٹھا کر دیکھا تو حکیم اللہ صاحب الہ آبادی کو کیفیت آرہی ہے بار بار گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر ایسی ہی آواز نکالتے ہیں رخصار کبھی پھولتے ہیں کبھی پچکتے ہیں۔

روزے کہ ذرّہ شودا ستخوانِ من　　باشد ہنوز در دل ریشم ہوائے تو

دوسرے مصرع کی تکرار کے لئے حضرت قبلہ حسن میاں صاحب نے قوال کو اشارہ کیا اور محفل میں ایک سنّاٹا چھا گیا سب کی کیفیت سلب سی ہوگئی اور نبض کائنات رکتی سی محسوس ہوئی تمام عالم میں ایک بے خودی سی طاری نظر آئی نظر اُٹھا کر دیکھا کہ مسند پر سرکار قبلہ چہار زانو سے دو زانو ہوکر بیٹھ گئے۔ چشمانِ مبارک نیم وا تھیں دونوں ہاتھ زانوں پر پھیلے ہوئے تھے اور مٹھیاں بند تھیں اتنا دیکھ پایا تھا کہ آنکھوں کے آگے دھند چھا گیا کچھ نظر نہیں آیا کیا معلوم یہ عالم کب تک رہا جب پیچھے سے ایک صاحب دھکا دیتے ہوئے آگے بڑھے تو دیکھا لوگوں کا ہجوم نذر کرنے جا رہا ہے قوال کے رومال میں روپیہ کا ڈھیر لگ گیا جب سرکار کا کیف ختم ہوا تو اور شعر اس غزل کے پڑھنے کے بعد جب مقطع پڑھا گیا۔

برحال زار من نظرے کن زارہ لطف　　تو بادشاہِ حُسنی و خسروؔ گدائے تو

ایک دم سب محفل اور سرکار قبلہ کھڑے ہوگئے خلیفہ مقرب خاں صاحب

کیف میں رقص کرر ہے تھے ان کی کیفیت بڑی حسین تھی جب وہ بیٹھے تو سب لوگ بیٹھ گئے۔

اس طرح یہ محفل قوالی ختم ہوگئی سرکار قبلہ اُٹھ کر تشریف لے گئے حضرت حسن میاں صاحب بھی اُٹھے۔ سماع خانے کی مشرقی دیوار میں اوپر جانے کا راستہ ہے راستے کے کواڑ سے لگے ہوئے ایک چھریرے بدن کے گورے سے لڑکے سپید کرتا سپید ڈھیلا پائجامہ رامپوری ٹوپی پہنے ہوئے ہیں بغل میں حضرت حسن میاں کا جوتا دبا ہوا ہے اُنھوں نے جیسے ہی ان کو اٹھتے دیکھا فوراً جوتا سامنے رکھ دیا مجھے بڑا رشک آیا یہ خلیفہ معشوق اللہ خاں صاحب کے لڑکے محبت اللہ خاں ہیں جو سجادگی کے وقت حضرت حسن میاں صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے اوراس طرح اُن کے پہلے مرید ہیں۔

مندرجہ بالا منظر کشی سے آپ اندازہ کریں کے پہلے کیسی مہذب بزم ہوئی تھی اور کیسے باادب اور محفل شناس لوگ ہوتے تھے اور خانقاہ کا سماع خانہ کیسا مزین تھا۔

اب میں اپنے سرکار قبلہ قدس سرہ کی اولاد کا مختصر تعارف پیش کرتا ہوں تاکہ اہلِ سلسلہ کو ہر طرح کی واقفیت ہوجائے اور ایک تاریخ بھی مرتب ہوجائے۔

تیرا ذکر میرا ایماں تیری فکر دین میرا تیری یاد میرا عالم تیرا غم میرا سہارا

ذکراولاد

سرکار قبلہ کی شادی گوالیار کے مشہور ''حضرت جی'' کے خاندان میں خواجہ سید محمد یوسف صاحب بخاری کی صاحبزادی اور جرنل عبدالغنی صاحب کی بھانجی سے ہوئی تھی۔

بیوی صاحبہ اردو فارسی کی تعلیم یافتہ تھیں بہت پاکیزہ خط تھا امور خانہ داری میں ماہر اور نہایت منتظم تھیں۔ اُنھوں نے سسرال میں آکر خاندان کے عزیز و اقارب سے ایسا سلوک کیا کہ ہر شخص اُن سے محبت اور اُن کی عزت کرنے لگا۔

سرکار قبلہ فرماتے تھے جب حضرت سراج السالکین برات لے کر بریلی واپس ہوئے تو کمپارٹ منٹ میں جہیز کے سامان کے ساتھ ایک کنڈیا دواؤں سے بھری ہوئی رکھی تھی۔ دلہن کی ساتھ والی خادماؤں سے سرکار نے دریافت کیا یہ دواؤں کی کنڈیا کیسی ہے تو اُنھوں نے عرض کیا کہ صاحبزادی بیمار رہتی ہیں ان کی دوائیں ہیں۔ حضرت نے وہ کنڈیا اُٹھائی اور چلتی ٹرین میں کھڑکی سے باہر پھینکدی اور فرمایا کہ میری بیٹی کو داؤں کی ضرورت نہیں ہے اور پھر ایسا ہی ہوا کہ شادی سے پہلے جو شکائتیں تھیں سب ختم ہو گئیں۔ حضرت سراج السالکین بیوی صاحبہ سے بے انتہا محبت تھی۔ اس تعلق کا ثبوت ان کے انتقال کے وقت معلوم ہوا۔ یعنی ان کا انتقال بھی ۲۶ ربیع الاول کو ہوا اور ہندی مہینہ اور تاریخ بھی وہی تھی جس دن حضرت سراج السالکین قدس سرہ کا وصال ہوا تھا۔ واقعہ وصال پر سرکار کے استقلال کا حال میں سرکار کے حالات میں لکھ چکا ہوں۔

سرکار قبلہؒ کے معمولات ایسے تھے کہ امور خانہ داری کی طرف وقت نہیں دے سکتے تھے۔ بیوی صاحبہ ایسی منتظم تھیں کہ اُنھوں نے سب کام اپنے ذمہ لئے۔ اس زمانے میں خانقاہ میں علاوہ خدام کے تیس چالیس آدمی ذاکرین وشاغلین رہتے تھے اور آنے جانے کا سلسلہ برابر لگا رہتا تھا۔ ان سب کو وقت پر کھانا بھیجنا اور اُن کی ضرورت کا خیال رکھنا ان ہی کے ذمّہ تھا اگر رات کو ۱۲ بجے بھی کوئی مہمان آتا تو سردی کے زمانے میں بھی اس کو گرم کھانا بھجواتی تھیں حفظِ مراتب کا بے انتہا خیال فرماتی تھیں۔ حضرت تاج الاولیا قدس سرہ اور حضرت سراج السالکین قدس سرہ کے خلفا آتے تو اُن کا خصوصی خیال فرمتیں تھیں۔ اور بچّو کو تاکید تھی کہ خدّام کے ساتھ ساتھ تم بھی ہر چیز کا خیال رکھو انھوں نے سرکار قبلہ کو امور خانہ داری سے بالکل سبکدوش کر دیا تھا۔

اپنی اولاد کی شادیوں سے پہلے اپنے ذاتی خرچ سے کئی غریب اور نادار لڑکیوں کی شادی بڑے پیمانہ پر کی۔ کئی یتیم لڑکا لڑکیوں کی پرورش کی اور آخر تک اُن سے مادرانہ سلوک فرماتی رہیں۔ اُنھوں نے مریدین کی مشکل کشائی بھی کی ہر شخص کی اتنی ہمت نہ ہوتی تھی کہ سرکار قبلہؒ سے اپنی پریشانیاں بیان کر سکے وہ اپنی مستورات کے ذریعہ بیوی صاحبہ سے حال عرض کرا دیتے تھے اور وہ سرکارؒ سے سفارش کر کے ان کا کام کر دیتی تھیں۔

گھر میں بہت سی خادمائیں اور مرید عورتیں خدمت گاری کے لئے رہتی تھیں مگر اپنی لڑکیوں سے ہی کام کرواتی تھیں اور بہت معمولی قسم کے کپڑے پہنواتی تھیں فرماتی تھیں کہ اُن کو معمولی کپڑے پہننے کی عادت ہونی چاہیئے۔ تا کہ شادی کے بعد اُنھیں

کسی قسم کی پریشانی نہ ہو خوشحال گھر میں جائینگی اچھا پہنیں گی تو خدا کی شکر گذار ہوں گی۔
سینا، پرونا کھانا پکانا اور تمام ضروریات خانہ داری میں لڑکیوں کو عملی تربیت دی تھی۔

داماد وں اور بیٹوں میں، بہوؤں اور لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتی تھی اور سب سے بہت محبت سے پیش آتی تھیں۔لڑکیوں کی شادی کے بعد سرکار قبلہؒ جب سفر سے واپس آتے تھے تو سوغاتوں میں دامادوں کا بیٹوں کی طرح برابر کا حصّہ ہوتا تھا۔

بیوی صاحبہ کی عمر زیادہ نہیں ہوتی تقریباً سال بھر علیل رہیں ایک مرتبہ میں مزاج پرسی کو گیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ نے سیکڑوں مریضوں کو اچھا کرادیا آخر آپ اپنے لئے بڑے حضرتؒ سے کیوں عرض نہیں کرتیں۔فرمانے لگیں کہ میں کس مُنہ سے ان سے عرض کرسکتی ہوں جب کہ میری بیماری میرے ہی ایک عمل کا نتیجہ ہے اچھا ہے اس بھول کی سزا دنیا میں بھگت لوں وہاں باز پرس نہ ہو۔فرمایا تمہیں یاد ہوگا میں باغ میں کوٹھی میں گئی ہوئی تھی برابر ہی سڑک پر سے ایک بہت بھاری برات گذری ہی تھی سب دیکھ رہے تھے میں بھی دیکھنے چلی گئی یہ خیال نہیں کیا کہ ابھی جناب امامؑ کا چہلم بھی نہیں ہوا صفر کے مہینہ کی شروع تاریخیں تھیں جب سے میں بیمار ہوں اور سمجھ رہی ہوں کہ مجھے اس فعل کی سزا ملنی چاہیئے تھی یہ تعلق امام عالی مقام سے ان کا مرتبہ ظاہر کرتا ہے۔وہ سہاگن جانا چاہتی تھیں۔۱۲؍نومبر ۱۹۵۵ء مطابق ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۷۵ھ بروز سنیچر بوقت دو بجکر بیس منٹ دن میں ان کا وصال ہوا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔حضرت بی بی غریب نواز قدس سرہٗ کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔۱۵؍دسمبر ۱۹۵۵ء بروز جمعرات فاتحہ چہلم بہت بڑے پیمانے پر ہوئی۔وصال کے وقت ان کی عمر شریف تقریباً پچاس سال کی تھی۔

بیوی صاحبہ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن میں ایک صاحبزادے محمدؒ نظام میاں ایام خوارگی میں وصال پا گئے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیوں کی شادیاں انھوں نے اپنی حیات میں کی اور ان سب کی اولاس کو بھی دیکھ لیا ان کے سامنے بڑے صاحبزادے کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہو گئے تھے منجلے صاحبزادے کے دو لڑکیاں ار سنجلے صاحبزادے کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولد ہوئے لڑکیوں میں بڑی صاحبزادی کی دو لڑکیاں اور منجھلی کے دو لڑکے ان کے سامنے ہوئے۔

اب میں سلسلہ وار ان صاحب زادوں اور صاحب زادیوں کا مختصر حال بطور تعارف لکھتا ہوں۔

ذکر خلف اکبر مولائی و مرشدی حضرت شاہ محمدؒ حسن سجاد عرف حسن میاں صاحب قبلہ سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ نیازیہ بریلی شریف

ولادت و تعلیم :- آپ کی ولادت ۲۱؍ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ بروز جمعہ بوقت ۵؍ بجے صبح ہوئی۔

حضرت سراج السالکین قدس سرہ کے وصال کے وقت آپ پورے ایک سال کے تھے حضرت کا وصال دیوالی کے دن ہوا اسی دن آپ نے مٹی کے کھلونے خرید کر حضرت حسن میاں صاحب اور اُن کی بڑی ہمشیرہ کو دیئے تھے۔ آپ کا نام شاہ محمدؒ حسن سجاد رکھا گیا اور لقب حسن میاں رکھا گیا۔ حضرت سراج السالکین قدو سرہ نے حضرت حسن میاں صاحب کے لئے بہت خاص وصیتیں فرمائی تھیں جن کا تحریری ثبوت بھی موجود ہے جن میں آپ کی سجادگی کی طرف اشارے ہیں۔

سرکار قبلہؒ نے بھی بچپن سے ہی آپ کی تعلیم بحیثیت سجادہ نشیں کے شروع کرائی اور اس عہد کے مسلم الثبوت استادان علم وفن سے آپ کی تکمیل کرائی جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

مولوی ابن علی صاحب بریلوی، قاضی وحید الدین صاحب، مولوی محمود علی صاحب بریلوی، مولوی قطب الدین صاحب غازی پوری۔ مولانا مولوی حکیم حبیب

رضا صاحب ساحر لکھنوی (علم طب فقہہ وحدیث)، شاہ محمدؒ موسیٰ رضا صاحب (ریاضی)

سید چندا میاں صاحب حلف مولوی فخر الدین صاحب۔ ان سب سے

آپ نے فن بانک بنّوٹ حاصل کی۔

حضرت قبلہ محمدؒ مہدی میاں صاحب (بانک بنّوٹ)

مولوی سید انوار الرحمٰن بسمل جے پوری (رمل ونجوم)

سرکار قبلہؒ سے علاوہ تعلیم طریقت علم تصوف بانک بنّوٹ، فن سپہ گری، جن خوش نویسی وفقہہ کی تعلیم حاصل کی بانک بنّوٹ میں آپ کے مشق کے ساتھی سید ظہور اللہ صاحب تھے جو حضرت تاج الاولیا قدس سرہ کے نواسہ تھے دوسرے سید فراست علی صاحب تھے۔

مرثیہ خوانی میں آپ نے سید علی نقی عرف نقّن صاحب سے استفادہ حاصل کیا۔

قدرت کی طرف سے آپ کو عدیم المثال ذہن حافظہ عطا ہوا ہے سبق کو آپ نے کبھی دہرایا نہیں صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے عبارت کے اقتباسات لفظ بہ لفظ یاد ہو جاتے تھے آپ کی علمی استعداد اور تجر کا یہ حال ہے کہ فقہہ کا کوئی بھی مسئلہ ہو آپ بر جستہ اس کا جواب فقہہ حنفی، مالکی، شافعی اور حمبلی ہر اعتبار سے دیتے ہیں چنانچہ ہر عقیدے اور ہر مرکزِ خیال کا آدمی مطمئن ہو کر جاتا ہے۔

آپ نے بچپن ہی سے تعلیم طریقت حاصل کرنا شروع کر دی تھی اور تمام خاندانی وظائف کی زکواۃ دی اور سرکار قبلہؒ نے بھی اپنی زکواۃ بخشی چلّہ اور مجاہدے کئے خاندانی آعمال کے علاوہ آپ نے دیگر حضرات سے بھی اعمال وتعویزات کی اجازت

حاصل کی جن حضرات سے یہ اجازت حاصل کی اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولوی محمدؒ مہدی میاں صاحبؒ (آپ کے حقیقی دادا)

مولوی محمدؒ صدیق صاحبؒ (دادا کے بھائی)

شاہ محمدؒ نقی عرف محبوب میاں صاحبؒ (عم بزرگوار)

مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ بچھرایونی

مولوی سید انوار الرحمٰن صاحب بخاری بسمل جے پوری

مریدین کی تعلیم طریقت اشغال واذکار بھی سرکارؒ نے آپ ہی کے سپرد فرمائی تھی چنانچہ ہم دونوں بھائیوں کو شروع سے آپ ہی نے تعلیم دی۔

سجادہ نشینی :- صرف چودہ سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم وفنون متداولہ میں دستگاہِ کامل واستعداد وافر حاصل کر لی اور علمی مباحث میں نمایاں حصّہ لینا شروع کر دیا تھا۔ سرکار قبلہؒ نے ہر طرح مکمل پا کر آپ کو سجادہ کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا اظہار مریدین و متعلقین سے فرمایا اس سلسلے میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ حضرت سراج السالکین قدس سرہ کی وصیت بھی تھی بیشتر خلفا اور مریدین کی خواہش بھی تھی چنانچہ سرکار قبلہؒ نے تمام خلفا، مریدین اور متعلقین کو مطلع فرمایا کہ جمادی الثانی میں بڑے عرس کے موقع پر رسم سجادگی عمل میں آئے گی اس موقع پر پہلی مرتبہ عرس میں میری حاضری ہوئی تھی خانقاہ شریف بہت آراستہ کی گئی تھی اور تمام خلفاء خصوصاً مریدین عموماً زرق و برق لباس میں نظر آرہے تھے۔

کچھ لوگوں کو اس سجادہ گی پر اعتراض تھا اور وہ اس کو مناسب نہیں سمجھتے تھے

والد صاحبؒ کو ان سب باتوں کا علم تھا انھوں نے ایسے لوگوں کو ہموار کرنے کی کوشش کی تھی اور ایک حد تک کامیاب بھی ہو گئے تھے مگر پھر بھی چند حضرات مطمئن نہ تھے اور بہ دل نخواستہ شریک محفل ہوئے تھے۔

۶/جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء صبح قرآن خوانی کے قل کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ سب لوگ بعد نماز ظہر سماع خانے میں حاضر ہو جائیں۔ چنانچہ وقت مقرر پر سماع خانہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا باہر صحن میں بھی فرش تھا۔ علاوہ مریدین و متعلقین بریلی شہر کے بڑے بڑے علماء مشائخ رؤسا جن میں غیر مسلم بھی تھے شریک تقریب تھے۔ سرکار قبلہؒ مسند پر رونق افروز ہوئے مسند کی داہنی طرف حضرت قبلہ حسن میاں صاحب دو زانوں رونق افروز تھے اور تمام خلفا عزیز واقارب علیٰ قدر مراتب بیٹھے تھے سرکار قبلہؒ نے والد سے فرمایا کہ وہ کھڑے ہو کر آج کی تقریب کے بارے میں لوگوں کو مطلع کریں۔ حکم کے مطابق والدؒ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے مندرجہ ذیل تقریر کی۔

ملکِ خدا میں یارو آباد ہیں تو ہم ہیں　　تعمیر دو جہاں کی بنیاد ہیں تو ہم ہیں
تعلیم اور تعلّم سب ہے نیاز اپنا　　شاگرد ہیں تو ہم ہیں استاد ہیں تو ہم ہیں

جو تعلق جسم کو جان کے ساتھ اور جان کو جانِ آفریں کے ساتھ ہے یا یوں کہو کہ شریر کو آتما اور آتما کو پرماتما کے ساتھ ہے اس کو صحیح طور پر قائم رکھنے سے عالم کا نظام درست رہتا ہے اور ان تعلقات کو خراب کر دینے سے سارے عالم میں ہل چل پڑ جاتی ہے اس لئے وہ بزرگ ہستی جس کا یہ سب ظہور ہے ہر زمانے میں نوع انسان میں ایسے مقدس نفوس کو بھیجتی رہتی ہے جو اس نظم کو قائم رکھنے کے اصول سے اچھی طرح آگاہ

ہوتے ہیں اور اتنی روحانی طاقت ان کو دیتی ہے کہ وہ خرابیوں کو درست کرسکیں۔

ان حضرات کی تعلیم ایسے مضبوط اور مستحکم اصول پر مبنی ہوتی ہے کہ اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کرسکتی۔ جتنا اس پر اعتراض کرو اور جتنا اس کو جھنجوڑ و اتنی ہی زیادہ پائیدار اور قائم ہو جاتی ہے اور اعتراض کا جواب اعتراض ہی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ہندوستان میں اس آخری زمانے میں جب چھ سات سو برس کی قائم شدہ سلطنت بہت کمزور ہوگئی تھی اور ایک سخت انقلاب کا وقت آگیا تھا جو تمام نظام روحانی و جسمانی، تمدن و معاشرت کو درہم برہم کرنے والا تھا۔ اپنی عادت کے مطابق فطرت الٰہی نے ایک ایسے انسان کو بھیجا جو ایسے اصول اور ایسی طاقت کا حامل تھا کہ ان پر عمل کرنے والا اور ان کو مضبوط پکڑنے والا صحیح راستہ سے ہٹ نہین سکتا۔ اسی بزرگ انسان کا لقب، خطاب اور نام نیاز بے نیاز قطب عالم مدار اعظم حضرت شاہ نیاز احمد قدس اللہ یسرہ الا قدس تھا۔

روحانی تعلیم کے اصول میں جو گڑبڑ اور تفرقہ پیدا ہو گیا تھا جس کا لازمی اثر نظام جسمانی کی درہمی ق برہمی تھا اور تفرقے اور گڑبڑ کو مٹا کر ضرورت اور وقت کا لحاظ کرتے ہوئے آپ نے ایسے طریقے کی بِنا ڈالی جس کا نہال معرفت حادثات کی آندھیوں اور طوفانی طلاطم کے جھکڑوں سے عہدہ برآ ہو کر شجرۂ طیبہ بنے اور پورا درخت ہو کر اس کے سایہ میں یقین رکھنے والے آسودگی حاصل کرسکیں۔

آپ نے جس پودے کو لگایا اس کی حفاظت کرنے اور پھولنے پھلنے کے

لئے اور طوفانِ حوادث میں جو مستقبل قریب میں پوری شدّت سے آنے والا تھا اور جس کی مادّی صورت غدر ۱۸۵۷ء بن کر ظاہر ہوئی آپ نے اپنے خلف رشید کو تیار کیا تھا جن کا لقب اور نام نامی تاج الاولیا حضرت شاہ نظام الدین حسین قدس سرہٗ تھا اور جبکہ وہ طوفان عالم کو تیرہ و تار کر چکا اور اس کے سخت ترین نتائج نے رفتہ رفتہ ہندوستان کے ہر گوشہ میں اندھیرا کر دیا اور چار جانب ظلمت پھیل گئی تو ایسے روشن چراغ کی ضرورت ہوئی جو اس اندھیرے میں روشنی پھیلا سکے۔

"یُخرِجُهُم مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّور" اس کام کے لئے وہ مقدس ہستی مامور ہوئی جن کا لقب شریف اور اسم گرامی سراج السالکین حضرت شاہ محی الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ وَ اَمَاَافَااللہ مِنْ بَرَکَاتَہ تھا۔

یہ تینوں بزرگ ہستیاں ایک ہی مشن اور اسی ہی مقصد کو پورا کرنے کے لئے متصل زمانوں میں بھیجی گئیں اور وہ ایسی تعلیمات کاغذ کے صفحات پر کتابوں کی صورت میں اور ایسی تلقینات دلوں کی لوحوں پر ثبت کر گئیں جس سے جس نے تمسک کیا ساری بلاؤں سے نجات پائی۔

یہ میرا دعویٰ ہے اور اگر کوئی صاحب میرے دعوے پر دلیل چاہیں تو میں ایسی روشن دلیل رکھتا ہوں جو میرے مقصد کو ثابت کر کر دے گی اور میں دلیل کو ابھی پیش کروں گا پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ آج اثلاثۂ کاملہ کی یاد تازہ کرنے خانقاہ عالم پناہ بریلی شریف میں جمع ہوئے ہیں ہمارا مقصد صرف رسم پرستی نہیں ہے بلکہ ہم اُن فیوض و برکات سے اپنے سینوں کو روشن کرنے کے لئے اِکٹھے ہوئے ہیں جو ان ذوات

قدسیہ کی روحانیوں سے مثل باران رحمت کے اِن دنوں میں نازل ہوتی ہیں اور وہ ابرِ مُطیر جو ان برکتوں کو برساتا ہے۔ صاحبِ سجادہ مسند نشیں ارشاد کی ذات گرامی سے عبارت ہے جس کا نام نامی حضرت شاہ محمد تقی عرف حضرت عزیز میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ہے اور یہ ہی وجود باوجود میری وہ دلیل ہے جس کے پیش کرنے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔

کاغذی اور منطقی دلیلیں کافی نہیں ہوسکتیں ایک زندہ دلیل اور موجود آیت کی ضرورت تھی خدا کی فضل سے وہ ہم کو دی گئی اور اب جبکہ خانقاہوں میں صرف رسمیں رہ گئی ہیں میں آپ کو اس صورتِ مقدس میں حقایق اصلیہ سے روشناس ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب مگر دلیلت باید ازوے رومتاب

اگر آپ ان تعلیمات سنّیہ وسینہ بہ سینہ مکتوبہ اور مستورہ سے بہرہ یاب ہونا چاہتے ہیں جو اس خانقاہ شریف کے بانیان بزرگ نے چھوڑی ہیں اور اپنی کشتی ایمان کو سلامت رکھتے ہوئے نظام تمدن ومعاشرت موجودہ سے بھی صحیح فائیدہ اُٹھانا چاہتے ہیں تو اس کا صرف یہ ہی ایک طریقہ ہے کہ آپ خلوص نیت کے چراغ سے وہم ورشک کی ظلمت کو دور کر کے تعلیمات نیازیہ سے مستفید ہوں۔

میری یہ تقریر نظر عوام میں خانقاہ شریف کا پروپیگنڈہ سمجھی جائے گی مگر حاشا وکلا یہ خانقاہ عالی محتاج رجوعِ خلق نہیں ہے اور اس خانقاہ کے اکابر کا اصول تخریب ظاہر اور تعمیر باطن ہے ہمیشہ اپنے کو گمنام اور پوشیدہ رکھتے ہیں اور نام کو مٹا کر کام کرتے ہیں۔

میں نے صرف شفقت علیٰ خلق اللہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اظہار حقیقت کیا ہے

باقی طریقہ کے استفادت علیہ میں سے ایک دیوان ہی ایسا موجود ہے کہ اس کے مضامین پر نظر کرنے والا مشرب صحیح اور مذہب تحقیقی پر فائز ہوسکتا ہے مگر جو اس کا اصل فائیدہ ہے وہ بے تعلیم صاحب سجادہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ آج کل سجادگی صرف ایک رسم رہ گئی ہے اور حقیقت کو جو واسطہ اس رسم سے ہے وہ مرتفیع ہوتا جاتا ہے۔

مجھے یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس خانقاہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین صحیح وارث اُن برکات کے ہیں جو آپ کے نانا کے وجودِ با وجود میں جمع تھیں آپ میں رسوم سے زیادہ حقایق کی کارفرمائی ہے۔ اور کم از کم ایک نسل کے لئے اور ہم لوگوں کو بفضلہٖ اطمنان دلایا جارہا ہے یعنی اس عرس کے موقع پر حضرت موصوف دام ظلہم العالی بعد تکمیل تعلیم ضروری کے اپنے خلف اکبر و ارشد حضرت حسن میاں صاحب قبلہ کو مسندِ ارشاد پر بٹھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ لوگوں کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور موصوف کو اپنے اسلافِ گرامی کا آئینہ بنائے میں ہرگز اس کا خواستگار نہیں ہوں کہ نااہلوں کا مجمع خانقاہ شریف میں ہو جس کو خدا نے اہل بنایا ہے اس کو وہ خود راستہ دکھاتا ہے اور سب راستے اسی کی طرف لے جاتے ہیں۔

"والہٖ اطرجع و المآب ۔و الصلوٰۃ والسلا م۔ اولاً و آخراً علیٰ سیّد نا محمدٍ واٰلہٖ الکرام و اصحاب العظام و اولیاء اللہ امتہٖ الیٰ یوم القیام"

اس تقریر کے بعد مندرجہ ذیل تہنیت پڑھی۔

قُفل سر بند نہا نخانۂ وحدت بکشود — گوہر درج ولایت بدر آمد بہ شہود

موج زد بادۂ سر جوشِ خُم پیر مغاں — جام آمد بہ در مغبچۂ دیرِ وجود

بود در حجلہ نہاں حسنِ عروس معنیٰ — امردانہ بلباس صوری جلوہ نمود

روئے شہزادہ حسن جاء بوجہہ احسن — آنکہ از جائے عزیز آمدہ در مصرِ وجود

بر سرِ تاج کمالے بجبیں نورِ ازل — روئے او شمس حقیقت قدِ او سروِ وجود

مختفی سرِّ بطوں خم زلف مشکیں — نرگسیں چشم سیہ سرمۂ مازاغ آلود

صیقلِ آں نگۂ ناز عزیز دلہا — از دل صافیٔ اورنگِ عناصر بزدود

بہ یکے صاغرِ لبریز کہ دادند بہ اُو — گشت فارغ زِ وجود عدم و بود و نہ بود

چوں اشارت بہ بشارت شدہ از پیر مغاں — مسند آرائے حقیقت شدہ در بزم شہود

چشم بکشا و نظر کن بہ جمال معنیٰ — گر نہ باشد نظرت گفتن اسرار چہ سود

بند کن گوش ع زباں دیدہ کشاہ بہ نوش — کار بادید فتادستہ بہ گفت ع شنود

آنچہ در وادیٔ گلزار بریلی دیدم — کس نہ دیدہ نہ شنیدہ بہ میادین شہود

یارب آباد بماند بہ ہمیں جلوہ گری — ایں مے و ساقی و ایں مطرب و ایں چنگ و سرود

بسمل دل شدہ سر شار نماید ساقی
ساغر از بادۂ چشمت مگر امشب پیمود

والد صاحبؒ کی اس تقریر اور تہنیت میں سب مخالفین کے لئے فہمائش اور سرزنش تھی اور سجادگی کے حق بجانب ہونے کے دلائل بھی۔

ہمارے سلسلہ میں سجاس گی بھی اشیاخ کے حکم پر مبنی ہوتی ہے اس کی طرف ایک شعر میں اشارہ ہے۔

''چوں اشارت بہ بشارت شدہ از پیر مغاں''

والد صاحب کی تقریر کے بعد سرکار قبلہؒ نے اپنے اشیاخ کے دستور کے مطابق وہ تقریر فرمائی جو اس رسم کی ادائے گی کے وقت کی جاتی ہے یعنی ہر طرح سے علم دین و دنیا میں تکمیل کے بعد حکم و بشارت سے مطلع ہو کر یہ فیصلہ کیا ہے باقی تقریر کے وہی الفاظ تھے جو سجادہ کرتے وقت ادا کئے جاتے ہیں۔اس کے بعد سرکار قبلہؒ نے حضرت حسن میاں صاحب کو مسند پر بٹھایا دستارِ مبارک سر پر رکھی چوغا پہنایا اور کھڑے ہو کر چاندی کے وہی دو روپیہ نذر کئے جو اشیاخ سے ہر سجادہ کو منتقل ہوتے آئے ہیں پھر تمام حاضرین محفل نے نذر سجادگی پیش کی۔قوالوں نے مبارکبادی کے اشعا گائے (بر توی محفل شاہانہ مبارک باشد) اور عصر کی نمز کے وقت جلسہ برخاست ہوا۔

پھر اسی سال ماہِ رجب مین جب سرکار قبلہؒ جے پور تشریف لائے تو والد صاحبؒ نے سجادگی کی خوشی میں بڑے پیمانہ پر جشن کیا تمام شرکائے محفل کو ریاست جے پور کا درباری لباس پہن کر آنے کی تاکید کی یعنی چوغا اور صافہ اور جس کے پاس یہ لباس نہ تھا اس کو اپنے پاس سے یہ لباس فراہم کیا۔

بڑا ہال بہت زیادہ آراستہ کیا گیا تھا مسدزرّیں پر چھت گیری کارچوبی لگائی

گئی تھی اور بجلی کی سیریز سے مزیّن تھی۔ میں اور برادرِ محترم امین الرحمٰن صاحب مسند کے دونوں طرف درباری لباس میں مورچھل لے کر کھڑے تھے پہلے شعرانے تہنیتی کلام پیش کیا۔ مولوی عبدالسلام صاحبؒ نیازی دہلوی کا مطلع مجھے یاد ہے ل۔

نازؔ بر مسندِ نیاز آمد عمر او تا ابد دراز آمد

(حضرت حسن میاں صاحب قبلہ کا تخلص نازتجویز ہوا تھا)

پھر محفل سماع منعقد ہوئی۔ اس تقریب کو یادگار بنانے کے لئے فوٹوگراف لیا گیا جو اب تک ہمارے یہاں موجود ہے اور شاید خانقاہ شریف کے توشہ خانے میں بھی ہوگا۔ اس میں جے پور کے کئی مُمتاز عہدہ دار ہیں سرکار قبلہ کے ہمرایوں میں مشہور فلم اسٹار ''ہادی'' بھی ہیں اس جشن کی یاد آج تک اہلِ جے پور کے دلوں میں ولولہ پیدا کرتی ہے۔

معمولات و خصوصیات :- حضرت حسن میاں صاحب قبلہ کے معمولات بھی بالکل اپنے اشیاخ کے مطابق ہیں وہی تمام فاتحہ جو سرکارؒ کے حال میں لکھ آیا ہوں اسی طرح اب تک ہوتی ہیں ان میں سرکار قبلہؒ کے عرس کا اور اضافہ ہوگیا ہے جو ۱۶؍۱۷؍شوال کو خانقاہ شریف میں بڑے پیمانے پر ہوتا ہے حضرت حسن میاں صاحب قبلہ محبت اہلِ بیت میں سرشار ہیں اور پنج تن پاک کا نام آتے ہی عقیدت کے آنسوں رواں ہو جاتے ہیں۔ تقریر اتنی جامع اور مدلل فرماتے ہیں کہ کسی اعتراض یا شبہ کی گنجائش نہیں رہتی آپ کی بہت سی تقاریر خانقاہ میں اور متعدد مریدوں کے پاس ٹیپ میں ہیں۔ دل چاہتا تھا کہ کم از کم ایک تقریر نقل کروں مگر طوالت کے خوف سے آئندہ پر چھوڑتا ہوں۔

مرثیہ خوانی کے بارے میں میں لکھ آیا ہوں کہ آپ کے پڑھنے کا انداز ایسا ہے کہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس دور میں ایسا ماہر فن نہیں ہے میں نے بہت سی مجلسوں میں شرکت کی خبیر لکھنوی کو بھی کئی بار سنا مگر یہ بات کسی میں نہ پائی آپ پوری مجلس کو مسخر کر لیتے ہیں۔ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ مرثیہ کے سوسو بند زبانی سنا دیتے ہیں ہزاروں کی تعداد میں اساتذہ کے اشعار یاد ہیں شاعری سے قدرتی لگاؤ ہے خود شعر نہیں فرماتے مگر طبیعت بے انتہا موزوں ہے اور جب چاہیں شعر کہہ سکتے ہیں۔ شعراء کی ہمت افزائی فرماتے ہیں اور داد کے لائق جو شعر ہوتا ہے اس پر بے انتہا ہمت افزائی فرماتے ہیں۔ اگر اس طرف توجہ ہوتی تو اس میں بھی سرکار قبلہؒ کے صحیح جانشین کہلانے کے مستحق ہوتے کسی کے شعر پر جو اصلاح کبھی دیتے میں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس فن پر پورا عبور ہے۔

شروع جوانی میں کئی غزلیں کہیں مگر خود ہی ضائع کر دیں مگر سرکار قبلہؒ کے لئے جو غزل کہی تھی اس کے اشعار میرے پاس بچپن کے زمانے کی کاپی میں محفوظ تھے بطور نمونہ لکھ رہا ہوں۔

''عزیز'' معنوی رہبر راہِ طریقت ہیں	کہ جن کی ہر ادا میں شان ہے حسن ریاضت کی
وفا پیکر سخا گستر نرالی شان ہے ان کی	عجب انداز کی مخلوق خالق نے طبیعت کی
خدا رکھے انھیں سر پر عقیدت کیش بندوں کے	یہ ہی تو جان ہیں اس دور میں فخری جمعیت کی

حسنؔ اس راز کو سمجھا ہے کوئی اور نہ سمجھے گا
مجازی شکل میں تصویر ہے اصل حقیقت کی

محبت اہل بیت کے علاوہ دوسری خصوصیت آپ کی یہ ہے کہ آپ بے انتہا

مخیّر ہیں داد و دہش کی ایسی مثال اس دور مین اور کہیں نہیں مل سکتی دوسروں کو کھلا کر پہنا کر اور خوش دیکھ کر ایسے خوش ہوتے ہیں کہ میں نے کسی اور کو ایسا نہیں دیکھا۔

صوم صلوٰۃ کی پابندی اس خانقاہ عالیہ کا طرہ امتیاز ہے اور پھر صاحب سجادہ کی ریاضت کا کیا کہنا۔ میں تقریباً بیس سال خانقاہ شریف میں رہا۔ اپنے زمانے کا ذکر کرتا ہوں آپ پابندی سے پورے روزے رکھتے تھے۔ رمضان شریف میں آپ کا یہ معمول تھا کہ بلا ناغہ تیسرے پہر خادم کو ہمراہ لے کر بازار جاتے اور وہاں سے عزیزوں، خادموں اور محلّہ والوں تک کے لئے کپڑا خرید لاتے ترکاری اور پھل اتنے لاتے کہ اُنہیں مزدور اُٹھا کر لاتا اور پھر ہر گھر میں بھجواتے تھے خود بھی کھانا اہتمام سے پکواتے تھے اور نہ صرف گھر والوں اور خانقاہ والوں کو کھلواتے بلکہ محلّہ والوں تک کو تقسیم کرتے۔ عید آتے آتے محلّہ میں کوئی گھر ایسا نہ ہوتا تھا جہاں آپ نے کھانا نہ بھیجا ہو یا کسی نہ کسی فرد کے کپڑے نہ بنوائے ہوں۔ سائل کا سوال کبھی رد نہیں کیا ایک دفعہ ایک قیمتی انگوٹھی بہت شوق سے خریدی اور پھر حاضرین کو دکھائی ایک صاحب نے کہا کہ یہ تو بہت خوبصورت ہے فرمایا کیا تمہیں پسند آئی ہے؟ وہ بولے پسند کے لائق ہی ہے فوراً اتار کر انہیں پہنا دی۔ ایسی باتیں اکثر و بیشتر پیش آتی رہتی ہیں۔

آپ کے حسن سلوک کی وجہ سے ہی آپ کے دشمن اور معترض بھی محبت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ سرکار قبلہؒ کے وصال کے بعد اور خصوصاً جعفر میاں صاحب قبلہؒ کے وصال کے بعد سوز بہت بڑھ گیا ہے اور بے انتہا رقیق القلب ہو گئے ہیں۔ سماع میں بیٹھتے ہی حالت بگڑ جاتی ہے رقت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے قوالی سننے کو منع کر رکھا ہے

ابھی دوسال کا عرصہ گذرا سرکارؒ کے عرس میں قوالی میں حالت بگڑ گئی محفل سے لے جا کر کمرے میں لٹا دیا گیا جب ذرا افاقہ ہوا تو چند خاص لوگ اندر مزاج پرسی کو گئے تو مجھ سے فرمایا کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے محبت کرنے والے بھائی بہن، محبت کرنے والے بہنوئی اور محبت کرنے والے مریدین دیئے جو میری حالت دیکھ کر بے قرار ہوجاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ اِن لوگوں کی خوبی نہیں ہے بلکہ آپ کا حسنِ سلوک ہے جو خُلق محمدیؐ کا نمونہ ہے ہر شخص آپ سے محبت کرنے پر مجبور ہے خواہ اُسے دنیاوی فائیدہ ہو یا دینی۔

دورِ از حال لکھنؤ میں آپ کو دل کا دورہ پڑا تھا اس کے بعد سے بے انتہا کمزور ہوگئے ہیں حالانکہ عمر ابھی کچھ نہیں ہے مگر دیکھنے والے ۷۵، ۸۰ کے لگ بھگ بتاتے ہیں ڈاکٹروں نے بہت احتیاط بتائی ہے مگر آپ نے اپنی زندگی خانقاہ کے لئے وقف کر دی ہے اور ہر مرید کے غم اور خوشی میں عملی شرکت فرماتے ہیں اس کمزوری کی حالت میں دور و دراز کے سفر اختیار کر کے مسافرت کے مصائب برداشت کر کے ہر طالب کے یہاں پہنچتے ہیں۔

میں اکثر عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے ساتھ ظلم کرتے ہیں اور حضرت جعفر میاں صاحبؒ یاد آتے ہوں وہ خوشامد بھی کرتے تھے اور زبردستی بھی کرتے تھے، خدا سے دعاء ہے کہ خانقاہ عالیہ نیازیہ کا یہ روشن چراغ اسی طرح جلوہ افروز ہے اس کے دشمن پامال ہوں اور نظر بد سے محفوظ رہے آمین۔

اے وجہ سکونِ زندگیم عمرے تو خدا کند دراز ے

کشف و کرامات :- میں نے باب کشف وکرامات قائم کیا تھا مگر آپ نے اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دی۔ مگر میں اپنے بچپن کا ایک واقعہ ضرور لکھوں گا جس سے اہل سلسلہ کو آپ کے مرتبہ کا انداز ہو سکے گا۔

سرکار قبلہ قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف ''راز محبت'' میں ایک جگہ مندرجہ ذیل عبارت تحریر فرمائی ہے۔

''بچہ جس وقت ماں کے پیٹ کے اندر رحم میں پہلی مرتبہ ہلتا ہے اس وقت بچّے کے کان میں ایک آواز سی پیدا ہوتی ہے جس سے وہ حرکت کرتا ہے اور گھومتا ہے اور اس آواز کے ساتھ ہی روح اس کے جسم میں پہنچ جاتی ہے اور وہ آواز بھی ایک نوری صورت کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو روح جسم میں آتی ہے وہ ایک نام لے کر آتی ہے مرتے وقت اسی آواز اور نام کو سن کر روح جسم سے نکلا کرتی ہے وہ نام چار کے درمیان ہے اور اُس کے حرف یہاں اور ہیں وہاں اور ہین اور یہ نام ایک ہی ہے الفاظ روحی ہوتے ہیں اور اسی کو اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔''

آگے اس سلسلے میں کافی عبارت ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے آگے تحریر فرماتے ہیں۔

''شیخ کی صفت اور خوبی یہ ہوتا چاہیئے کہ شیخ کو اس کی معلومات ہونا چاہیئے کہ کس آواز کے ساتھ مرید کی روح جسم میں داخل ہوئی ہے اس کو پہچانتا ہو اور موت کے بعد اس روح کو اپنی حالت پر چلانا جانتا ہو وہی شیخ یا رہبر کے لائق ہو سکتا ہے۔''

اب یہ واقعہ سنئیے ''راز محبت'' کی تصنیف سے تقریباً ۱۵؍سال پہلے ۱۹۴۰ء میں

جب سرکار قبلہؒ حسب دستور ماہ رجب میں جے پور میں غریب خانے پر قیام پزیر تھے۔ دورانِ قیام میں والد صاحب کے شب و روز کا حال میں اس کتاب میں پیشتر ہی لکھ آیا ہوں کہ جب سرکار قبلہؒ زنان خانے میں تشریف لے جاتے تو والد صاحبؒ حضرت حسن میاں صاحب اور جعفر میاں ساحب کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور زیادہ تر سلوک اور طریقت کی ہی گفتگو رہتی تھی۔ والدؒ کی عمر اس وقت ۵۴، ۵۵ برس کی تھی اور حضرت حسن میاں صاحب کی عمر ۱۶، ۱۷ برس کی تھی مگر اس عمر میں بھی والد صاحبؒ ان سے استفادہ کی نیت سے گفتگو کرتے تھے ایسے ہی ایک دن گفتگو ہو رہی تھی جب حضرت حسن میاں صاحب قبلہ گھر میں تشریف لے گئے تو والدؒ نے مجھ اور برادر محترم امین الرحمٰن صاحب کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں پر صاحبزادے بہت مہربان ہیں تم تنہائی میں ان سے یہ دریافت کرنا کہ ہماری روح کس نام کو سن کر ہمارے جسم میں داخل ہوئی ہے۔ میری عمر ۱۳، ۱۴ برس کی تھی اور بھائی صاحب کی ۱۸، ۱۹ برس ہم اس معمہ سمجھ بھی نہیں سکتے تھے مگر والد صاحبؒ کا حکم تھا لہٰذا جب موقع ملا اور تنہائی میسر آئی ہم لوگوں نے بغیر کسی تمہید کے میاں سے یہ سوال کر لیا۔ آپ نے ہمیں غور سے دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا کہ یہ مولوی صاحب (والد صاحبؒ) کی حرکت ہوگی۔ بہت خوشامد اور ردّ وقدح کے بعد فرمایا کہ تم دونوں کو بتا تو دیتا ہوں مگر پہلے یہ وعدہ کرو کہ اس اسم سے کبھی کام نہ لوگے اور تنبیہ کر دی کہ اگر وعدہ خلافی کروگے تو نقصان اٹھاؤ گے ہم نے فوراً وعدہ کر لیا اگر یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس اسم سے بہت کام لیا جا سکتا ہے تو شاید خوشامد سے اس شرط کو معاف کرا لیتے۔ جب ہم نے وعدہ کر لیا تو ہم دونوں کو علیحدہ علیحدہ کان میں وہ اسم بتا دیا اس وقت یہ احساس بھی نہیں

ہوا کہ یہ کتنی بڑی بات ہے جب والد صاحبؒ کو یہ واقعہ سنایا تو وہ بھی مسکرائے اور فرمایا کہ سب کچھ بتا کر کچھ نہ بتایا۔

اس واقعہ سے آپ اندازہ کیجئے کہ کشف وکرامات کی ایسے شاہ باز کے سامنے کیا حقیقت ہے۔

۱۹۵۵ء میں جب سرکار قبلہؒ نے ''رازِ محبت'' تصنیف فرمائی میں ہی اس کی کتابت کرتا جاتا تھا۔ جب یہ عبارت آئی مجھے بچپن کا یہ واقعہ یاد آ گیا اور کسی جذبہ کے تحت میرے ہاتھ پاؤں میں رعشہ سا پڑنے لگا پھر سمجھ میں آیا کہ حضرت حسن میاں صاحب نے یہ وعدہ کیوں لیا تھا۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایئے کہ اتنی کم عمری کے زمانے میں تمام راز ہائے سربستۂ طریقت اور سلوک سے آگاہ ہو چکے تھے اور نہ صرف آگاہ ہو چکے تھے بلکہ شیخ کامل بن چکے تھے ظاہر ہے تنزل کا سوال نہیں ہے لحظہ بہ لحظہ ترقی ہوتی رہی اور اب وہ کیا کچھ ہیں لفظ وبیان میں نہیں آسکتا۔ ایک بحرِ زخار رواں ہے جو اس تک پہنچ گیا وہ بے انتہا خوش نصیب ہے یہ وہ ذاتِ قدسی صفات ہر تشنہ کو سیراب کرنے والی ہے۔

''آباد رہے ساقی تو اور تیرا میخانہ''

ذکر خلفاء

حضرت حسن میاں صاحب کے مریدوں کی تعداد بے شمار ہے اوراسی طرح آپ کے خلفاء بھی بہت ہیں ان سب کی صحیح تعداد کا شمار خانقاہ نیازیہ میں بھی نہیں ہے۔ مجھے جن حضرات کے نام معلوم ہیں وہ تحریر کررہا ہوں۔

سجادگی کے موقع پر سرکار قبلہ قدس سرہٗ کے چہلم کے دن جن چار حضرات کو خلافت دی تھی اُن کے اسمائے گرامی لکھ چکا ہوں اور ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات کے نام مجھے معلوم ہیں۔

۱۔ حضرت محمد علی عرف نصیر میاں صاحب خلف سرکار قبلہ قدس سرہٗ — بریلی
۲۔ حضرت شاہ محمد موسیٰ رضا — برادر سرکار قبلہ قدس سرہٗ — بریلی
۳۔ مولوی جمیل الرحمٰن صاحب — اسپین
۴۔ محمد عالم صاحب — انگلینڈ
۵۔ سید منظور حسین صاحب — کراچی
۶۔ سید محبوب الرحمٰن بخاری (مؤلف) — جے پور
۷۔ فقیر حسین صاحب — پشاور
۸۔ نیاز حسین خاں صاحب — گوتھنی ضلع پرتاپ گڈھ
۹۔ راؤ اقبال خاں صاحب خلف راحت سعید خاں صاحب چھتاری ضلع علی گڈھ
۱۰۔ راؤ محمد زکریا خاں صاحب — کھیری شکوہ پور ضلع سہارن پور
۱۱۔ فیض الحق صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت مخدوم صاحب — سندیلہ

۱۲۔	شاہ قریش صاحب سجادہ نشین حضرت قطب عالم گنگوہی	(نسبت نظامیہ)
۱۳۔	اکرام الحق صاحب سجادہ نشین درگاہ مسکین شاہ صاحبؒ	جے پور
۱۴۔	نواب محمود علی خاں صاحب	حیدرآباد، دکن
۱۵۔	صاحب زادہ سید وزیر علی صاحب	اجمیر شریف
۱۶۔	سید اطہر علی صاحب	کانپور
۱۷۔	شیخ محمد عارف صاحب خلف خلیفہ وصی الدین صاحب	کانپور
۱۸۔	عظیم الحق صاحب حُنیدی مرحوم	بچھرایوں
۱۹۔	سید احمد علی شاہ صاحب جعفری ریٹائرڈ ڈی، آئی، اے، ایس	آگرہ
۲۰۔	سید معظم علی شاہ صاحب جعفری پروفیسر سینٹ جانس کالج	آگرہ
۲۱۔	بشیر احمد صاحب	میرٹھ
۲۲۔	چنّی لال صاحب	گوالیار
۲۳۔	نول رائے کپور صاحب	بریلی

ذکر اولاد

حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی شادی آگرہ کے ایک نجیب الطرفین سید جعفری خاندان میں جناب حکیم سید سلطان احمد صاحب ہمشیرہ سے مئی ۱۹۴۹ء میں ہوئی۔

دلہن صاحبہ مدظلہما اپنی خوش دامن کی صحیح جانشین ہیں اور سراپا خلق و مروّت ہیں۔آپ کے ماشاءاس وقت تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں ۔بڑے

صاحبزادے کا نام محمد حسنین عرف حسن میاں ہے جو جون ۱۹۵۰ء میں تولد ہوئے حضرت حسنی میاں صاحب کو حضرت حسن میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے اپنا سجادہ بنادیا ہے آگے ان کا حال بھی مختصر تحریر کروں گا۔ حسنی میاں صاحب کی شادی ۱۹۷۵ء میں حضرت جعفر میاں صاحب کی منجلی صاحبزادی سے ہوئی اور اب ماشاللہ ان کے دو صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ عمر طویل عطا فرمائے اور صاحب نصیب کرے۔ حضرت عابد میاں صاحب کے بڑے صاحبزادے محمد علی احمد عبسی میاں سے ہوئی ہے انکے ماشااللہ دو صاحبزادیاں ہیں اللہ عمر طویل عطا فرمائے اور صاحب نصیب کرے۔

ان صاحبزادی سے چھوٹے دوسرے صاحبزادے ہیں جس کا نام محمد سبطین عرف شبیر میاں ہے یہ ۱۹۵۵ء میں تولد ہوئے۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے کا نام محمد حسن عسکری اور عرف شبر میاں ہے یہ ۱۹۵۹ء میں تولد ہوئے۔

ابھی ان دونوں صاحبزادوں کی شادیاں نہیں ہوئی ہیں تعلیم جاری ہے۔

ذکر خلف دویم حضرت شاہ محمدؔ جعفر

عرف جعفر میاں صاحب رحمت اللہ علیہ

حضرت جعفر میاں صاحبؒ ۱۹/اپریل ۱۹۲۶ء مطابق ۲۵/رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ بروز جمعہ تولد ہوئے۔

ان کی پیدائش کی اطلاع سرکار قبلہؒ نے والدؒ کو دیا اور انھوں نے تہنیت نامہ ارسال کیا جس کے چند شعر بطور یادگار تحریر کر رہا ہوں۔

زِفیضِ پیرِ مغاں گل دمید و فتنہ بُخفت　　　ظہورِ حق شد و شانِ بطونِ رخ بہ نہفت

رسید مژدہ بہ بسمّل زبوستانِ ہدیٰ	کہ در نہالِ ولایت گل دگرِ بہ شگفت
مئے سرور مسّرت ز آسماں بارید	صبا غبار ملال از دلِ دو عالم رفت
بہ ذکرِ سال تولد چوسر فرد بُردم	عروس طبع رسا گوہر تہنّی سُفت
ندائے تہنیت آمد ز لولیانِ فلک	''خجستہ باد مبارک'' سروشِ غیبی گفت

آپ کی تعلیم وتربیت بھی حضرت حسن میاں صاحب قبلہؒ کے ساتھ ساتھ ہوئی سرکار قبلہؒ تعلیم وطریقت بھی دیتے رہے۔

۱۳۴۶ھ میں سرکار قبلہؒ نے دونوں صاحبزادوں کی ختنہ کی خوشی بڑے اہتمام سے کی والدؒ کو تحریر فرمایا کے لئے مضمون نظم کر کے ارسال کریں۔انہوں نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں دعوت نامے نظم کر کے ارسال کئے۔عنوان تھا۔

نوید جلسۂ انبساط ختنہ

۱۳۴۶ھ

فارسی کے دعوت نامے کے شعر بطور نمونہ لکھ رہا ہوں۔

آمد کہ، قاصد از کہ، ز شہ، کرد چہ خطاب	با کہ بمن بہ جملہ اعزّ ا بہ شیخ وشاب
آورد چہ نوید، مسرت چساں چساں	تقریب سور ختنۂ مخدوم زادگاں
از بارگاہِ شاہ تقی فلک نشاں	یعنی شہ عزیز جہان وجہانیان
کہ روز، بست وپنجم شوال سال جال	سہ شنبہ روز ہفتدہ اپریل نیک فال
اندر کدام وقت؟ بہ وقت شروع شب	بہر چہ؟ بہر لطفِ ضیافت بصد طرب
داعی شرکت ہمہ یاراں رجا کنند	ہر یک عزیز حقِ قرابت ادا کنند

عربی اور اردو کے دعوت نامے بخوف طوالت چھوڑ رہا ہوں۔ انشاءاللہ والد صاحبؒ کا ''خانقاہی کلام'' ''نیازیاتِ بسملؔ'' کے نام سے علیحدہ طبع کراؤں گا۔

حضرت جعفر میاں صاحب قبلہؒ نے بھی تمام علوم وفنون مروجہ میں دستگاہِ کامل حاصل فرمائی اور خاندانِ وظائف کی زکوٰۃ بھی دی جب ہر طرح تکمیل ہوگئی تو سرکار قبلہ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی مگر سرکار قبلہؒ کی حیات میں آپ نے کسی کو بیعت نہیں فرمایا سرکارؒ کے وصال کے بعد آپ کی طرف بہت رجوع خلایق ہوا اور ایک کثیر تعداد نے آپ سے بیعت حاصل کی اور آپ کے کئی خلفا بھی ہیں پاکستان اور ہندوستان میں میرے بڑے بھائی کراچی یونیورسٹی میں اسسٹنٹ رجسٹرار ہیں سید احرار الرحمٰن صاحب بخاری اشکؔ وہ بھی حضرت جعفر میاں صاحبؒ کے خلیفہ ہیں اور دوسرے بھائی سید امین الرحمٰن صاحب جن کا ذکر اس کتاب میں کئی جگہ آیا ہے وہ بھی آپ کے خلیفہ ہیں۔

بڑے ہوکر آپ نے خانقاہ کی تمام ذمہ داریاں سنبھالنا شروع کر دیں۔ جب تک جعفر میاں صاحبؒ چھوٹے تھے عرس کے مہمانوں کا مطبخ کا انتظام سرکارؒ کے منجلے بھائی حضرت شاہ محمدؒ صادق عرف سچے میاں صاحب کے سپرد تھا پھر جب سے جعفر میاں صاحبؒ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی تو اس حسن وخوبی سے خدمت انجام دیتے رہے کہ ہر شخص تعریف کرتا تھا حقیقت میں تقسیم طعام بڑا مشکل کام ہے کسی نہ کسی کو شکایت ضرور پیدا ہوتی ہے مگر آپ کے زمانے میں ہر شخص مطمئن تھا۔ خانقاہ عالیہ کے تمام قانونی معاملات، حکام سے ملاقاتِ انتظام تقریبات سب آپ ہی کے ذمہ تھا یوں تو اپنے سب بھائی بہنوں سے بہت محبت کرتے تھے مگر حضرت حسن میاں صاحب قبلہ کی دستِ راست

تھے۔ دوراز حال لکھنؤ میں حضرت حسن میاں صاحب قبلہ دل کا دورہ پڑا لکھنؤ کے شفا خانے میں داخل کیا گیا۔ انہوں نے ایسی جانفشانی سے رات دن خدمت کی جس کی مثال نہیں ہے۔ میں مزاج پرسی کو لکھنؤ گیا تو میں نے دیکھا کہ دن میں سینکڑوں پھیرے وارڈ کے کرتے تھے جس میں حضرت حسن میاں صاحب تھے اور وہ دوسری منزل پر تھا اور پھر مہمانوں کے خورد ونوش اور قیام کا پورا انتظام خود کرتے تھے ملک کے ہر شہر سے مریدین اور وابستگان کی آمد ورفت کا تانتا لگا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ بالکل آرام نہیں کرتے اور آپ کے چہرہ سے بے انتہا اضمحلال ظاہر ہو رہا ہے مسکرا کر فرمایا کہ ابھی ڈاکٹر نے میرا میڈیکل چیک اپ کیا ہے اس نے کہا کہ آپ کی حالت بھی خراب ہے اور آپ کو کسی بھی وقت دل کا دورہ پڑ سکتا ہے آپ آرام کیجئے سن کر حیران رہ گیا میں نے کہا آپ یہ کیا غضب کر رہے ہیں۔ اپنی بھانجی (ان کی اہلیہ) سے کہا تم ان کے آرام کا خیال کرو فرمایا کسی سے یہ بات نہ کہنا چچا (موسیٰ میاں صاحب قبلہ) نے سن لیا تو مجھے زبردستی لٹا دیں گے اور میں لیٹ گیا تو بھائی جان کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ یہ ہی جذبۂ ایثار وقربانی ان کی زندگی میں ساری عمر کارفرما رہا اور آخر اپنی زندگی کی قربانی دی۔

سرکار قبلہؒ کے بعد متعدد قسم کی ذہنی پریشانیوں کا سامنا کرنا جس میں ان کی ذات کے لئے کوئی پریشانی نہ تھی بلکہ سب خانقاہ اور صاحبِ سجادہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ ایک چٹان کی طرح ثابت قدم رہے اور ایک ڈھال کی طرح سینہ سپر رہے۔

خانقاہ کی بہبود کا ہمیشہ خیال رہا بچپن ہی میں انہوں نے ہم عمروں کی ایک کمیٹی

بنائی تھی جسے ''قوم'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس میں ہم بارہ تیرہ لڑکے تھے ہر ایک دو روپیہ مہینہ جمع کرتا تھا۔ اور عرس کے موقع پر یہ سب رقم جمع ہوتی تھی اور ہماری مجموعی رقم سے دوگنی رقم جعفر میاں صاحبؒ شامل کرتے تھے اور اس سے ہر سال خانقاہ کے دستر خوان کے لئے برتن خریدے جاتے تھے اس طرح ان کی سرپرستی میں باورچی خانے کے سامان میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔

ایام عرس میں مہمانوں کو کھلانے میں ہر جگہ خود جاتے ہم لوگوں کا ہاتھ بٹاتے تھے عرس میں جیسا کہ کے میں لکھ چکا ہوں بیسیوں قسم کا کھانا پکتا تھا مگر سب کھلانے کے بعد بچا کھچا جن میں اکثر روٹیوں کے ٹکڑے بھی ہوتے تھے ہمارے ساتھ بیٹھ کر نوش فرماتے تھے اور ہر ایک کے کام کی تعریف اور ہمت افزائی فرماجاتے تھے اسی سلوک سے وہ ہر دل عزیز تھے۔ میری اہلیہ کے انتقال کے بعد جب ماہ رجب میں جے پور میں میرے یہاں مہمانداری ہوتی تو اپنے ہاتھ سے کھانا نکال کر مہمانوں کو بھجوادیتے تھے اور اس نزاکت کو سمجھتے تھے کہ اگر کھانا کچھ کم ہے تو کہلوادیتے تھے کہ کہدو جعفر میاں نے بھیجا ہے تاکہ جو کوتاہی ہے اس کی ذمہ داری مجھ پر نہ آکر ان پر آجائے وہ سرآپا خلوص تھے اس وقت جب میں یہ حالات لکھ رہا ہوں بے اختیار میرے آنسو رواں ہیں۔

میں تو تیرے خیال کو سو بار چھوڑ دوں　　لیکن تیرا خیال مجھے چھوڑتا نہیں

مجھ سے بچپن سے بہت محبت کرتے تھے میرے ہم عمر تھے جب ہم چھوٹے تھے

تو گھر میں پردے کے سلسلے میں ایک ناگوار واقعہ ہوگیا تھا یہ واقعہ جے پور ہی میں ہوا تھا اس سے متاثر ہوکر میں نے ان سے کہا کہ میں اپنی بیوی کا آپ سے ہرگز پردہ نہیں کراؤنگا

یہ گیارہ بارہ برس کی عمر کی بات تھی۔ جعفر میاں صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا ابھی وعدہ ہے کہ میں اپنی بیوی کا تم سے پردا نہیں کراؤنگا۔ میرے لئے تو یہ بات زیادہ مشکل نہ تھی لیکن ان کے لئے قریب قریب ناممکن تھی کہ سرکار قبلہؒ کی بہو کسی غیر کے سامنے آئے مگر ہوا یہ ہی نہ ان کی بیوی سے میرا پردہ رہا نہ میری اہلیہ سے ان کا پردہ رہ سکا۔

جب تک وہ رہے مجھے بڑی ڈھارس تھی ان کو اپنی پریشانی لکھ بھیجتا تھا۔ جے پور میں مجھے کبھی اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی ایک دم سے دروازے پر میرا نام لے کر آواز دیتے تھے۔ اور آجاتے تھے۔ میں کہتا ''میاں آپ نے آنے کی اطلاع بھی نہیں کی میں اسٹیشن جاتا آپ نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی۔'' تو فرماتے اپنے گھر پر اطلاع کیسے؟ سب راستہ یاد ہے بچپن سے آتا ہوں۔ کھانا خود پکاتے تھے۔ بچوں کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹاتے تھے۔

جب تک وہ رہے انہوں نے عزیزوں رشتہ داروں اپنوں پرایوں سب بندھن باندھے رکھا آپس میں اگر کوئی انا اتفاقی ہوتی تو خوش اصلوبی سے میل کرا دیا۔ اب جبکہ ان کا انتقال ہوگیا ہے مگر اب بھی وہ برابر جب کوئی مشکل پیش آتی ہے مجھے یا میرے بچوں میں سے کسی کو خواب نظر آتے اور تسلی دیتے ہیں یا اس پریشانی کا حل بتاتے ہیں ایک دو واقعہ اس قسم کا تحریر کرتا ہوں۔

میں یہ کتاب ''امام السالکین'' لکھ رہا تھا۔ والد صاحبؒ کا وہ واقعہ لکھنا تھا کہ جب سرکار قبلہ شکار سے تھکے ہوئے آئے تھے اور مسند پر ہی آرام فرمالیا تھا اور والد صاحبؒ ایک شعر پڑھ رہے تھے وہ شعر مجھے کسی طرح یاد نہیں آرہا تھا یہ واقعہ جعفر میاں

صاحبؒ نے بیان کیا تھا۔غرض میں نے لکھنا موقوف کردیا۔رات جب میں سویا میں نے انہیں خواب میں دیکھا انہوں نے مجھ سے فرمایا ''ارے بھئی وہ شعر یہ تھا وہ سوتے بے حجابہ رہے اور نگاہِ شوق کام اپنا کیا کی''اُن کے انتقال کے بعد ان کی بڑی صاحبزادی کی شادی ہوئی میں منتظم تھا۔لڑکے کا ماموں اور لڑکی کا پھوپھا۔جب لڑکی کو رخصت کرکے مرادآباد لے گئے اسی شب میں انہیں خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا ''بابر میاں میں تم سے بہت خوش ہوں ایک بات ہے جو میں داماد سے خود......نہیں کہہ سکتا تم اس سے کہدو کہ میری یہ خواہش ہے''اپنی خواہش بیان کی، میں نے صبح اُٹھ کر لڑکے سے وہ بات کہدی۔غرض وہ انتقال کے بعد بھی ویسے ہی کام فرماتے رہتے ہیں جیسا کہ زندگی میں فرماتے تھے۔

جعفر میاں صاحبؒ شروع سے ہی سرکار قبلہؒ کے مشابہ تھے مگر آخر میں جب زلفیں رکھ لیں اور ڈاڑھی بڑھالی تو ہو بہو سرکار قبلہؒ کی شکل ہو گئے تھے حالانکہ انتقال کے وقت کل ۴۷ سال کی عمر تھی مگر تفکرات کی وجہ سے بال سفید ہو گئے تھے۔

وفات شریف :-۱۵ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو صبح میل سے جے پور تشریف لائے حضرت حسن میاں صاحب قبلہؒ ہوائی جہاز سے تشریف لائے۔مہارجہ جے پور کے کسی کام سے تشریف لائے تھے مہاراجہ جے پور بہت معتقد تھے۔کام سے واپس آکر مجھ سے بات کرتے رہے چہرہ سے نقاہت معلوم ہو رہی تھی میں نے طبیعت کی کیفیت معلوم کی فرمایا کہ ابھی تو ٹھیک ہوں مگر انسان کی زندگی کیا ہے پانی کا یک بلبلہ ہے بعد مغرب ایک دم دل کی تکلیف ہوئی ڈاکٹر کو بلایا اس نے اطمینان دلایا دوا دی مگر آرام بتایا دوا کے

بعد بظاہر تکلیف جاتی رہی چنانچہ رات ۱۲/بجے احمد آباد میل سے واپس تشریف لے گئے مگر ایک دفعہ خلافِ معمول میرے ہر بچے کو بلا کر روپیہ دیئے اور فرمایا مٹھائی کھالینا یکم رمضان ۱۹/ستمبر کو میں بازار حضرت تاج الاولیاء قدس سرہٗ کی فاتحہ کے لئے سامان لینے گیا ہوا تھا جب واپس آیا تو یہ روح فرسا خبر سنی کے بریلی شریف سے ٹرنک کال آیا ہے۔ جعفر میاں صاحبؒ کا حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ سنتے ہی ہاتھ پاؤں کی قوت جواب دے گئی پہلی بس سے روانہ ہوگیا دوسرے دن صبح بریلی شریف پہنچا کیا خبر تھی کہ جس سے ۳/دن پہلے ملا ہوں وہ اب منوں مٹی کے نیچے سوتا ملے گا اور اس کا مسکراتا چہرہ ہمیشہ کو چھپ جائے گا۔ یکم رمضان مطابق ۱۹/ستمبر ۷۷ء کو صبح ۷/بجے یہ واقع ہوا۔ تاج الاولیا قدس سرہٗ کے پائنتی دادا کی بغل میں سپرد خاک کیا گیا خانقاہ کوئی قبرستان نہیں ہے صرف وہاں حضور قبلہ قدس سرہٗ اور ان کے بعد تینوں سجادگان کے مزار ہیں اس کے علاوہ حضرت مہدی میاں صاحبؒ کو یہ خصوصیت اس وجہ سے ملی کے حضرت سراج السالکین کے داماد اور سجادنشین کے باپ تھے مگر حضرت جعفر میاں صاحب کو بھی شرف حاصل ہوا اس سے اُن کے مرتبہ پر روشنی پڑتی ہے۔

جب چھوڑ کر تنہا مجھے وہ یار ہمدم چل بسے

عقل و قرار و ہوشِ دل سب مل کر باہم چل بسے

اُن کا غم میرے لئے ہمیشہ تازہ رہے گا وہ بھلائے جانے کے لائق ہی نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے بعد جو مشکلات پریشانیاں اور الجھنیں پیش آرہی ہیں ان میں وہ قدم قدم پر یاد آتے ہیں جب ان کے مزار پر فاتحہ پڑھتا ہوں تو یہ شعر ضرور پڑھتا ہوں۔

تو دست گیر شوائے خضر پہ خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمر ہاں سوار آنند

ذکر اولاد :- جعفر میاں صاحبؒ کی شادی مئی ۱۹۵۱ء میں جناب احمد علی شاہ صاحب جعفری ریٹائرڈ آئی۔اے۔ایس کی منجلی لڑکی سے جے پور میں ہوئی جعفری صاحب میرے بڑے بہنوئی ہیں۔آپ نے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں۔ بڑی لڑکی کی شادی حضرت قبلہ حسن میاں صاحب مدظلہ نے مرادآباد میں عزیزم سید انوارالحسن خلف سید شجاع الحسن صاحب ۱۹۷۵ء میں کی اور پھر منجلی لڑکی کی شادی اپنے بڑے صاحب زادے حضرت شاہ محمد حسنین عرف حسنی میاں صاحب سے کی دونوں بہنوں کے ماشاءاللہ دو دو بچے ہیں اللہ صاحب نصیب اور عمر طویل عطا فرمائے ان دونوں لڑکیوں سے چھوٹے صاحبزادے کا نام محمد حیدر اور عرف اطہر میاں ہے یہ ۱۹۵۶ء میں تولد ہوئے تھے بی۔اے کر کے ایل ایل بی کر رہے ہیں ماشاءاللہ باپ کے نقش قدم پر ہیں اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں حضرت قبلہ حسن میاں صاحب کے خلیفہ ہیں ان کی شادی مارچ ۱۹۷۹ء میں آگرہ میں حضرت میکش اکبرآبادی کی پوتی ڈاکٹر معظم علی شاہ صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ان سے چھوٹے صاحبزادے کا نام محمد مرتضیٰ اور عرف طاہر میاں ہے ان سے چھوٹے صاحبزادے کا نام محمد مجتبیٰ عرف طیب میاں ہے اور سب سے چھوٹی ایک صاحبزادی اور ہیں دونوں چھوٹے لڑکے زیر تعلیم ہیں۔

ذکر خلف سویم حضرت شاہ محمد زین العابدین

عرف عابد میاں

حضرت عابد میاں صاحب کی تاریخ پیدائش ۱۰؍ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۵؍دسمبر ۱۹۲۹ء

عابد میاں صاحب کی بچپن سے ہی بہت ذہین ہیں خاندانی علوم ک ی تکمیل کے ساتھ آپ نے ایم۔اے تک تعلیم حاصل کی ہے علمی ذوق رکھتے ہیں۔آپ کے مکاتیب خاص اہمیت رکھتے ہیں۔اگر خط میں کسی واقعہ کا ذکر کریں گے تو مکتوب الیہ کو ایسا معلوم ہوگا۔جیسے وہ خود اس موقع پر موجود ہے میری جب سے ان سے خط وکتابت شروع ہوئی ہے اس وقت سے اب تک کے ان کے تمام خطوط میرے پاس ہیں اور نہ صرف ان کے بلکہ قبلہ حسن میاں صاحب مدظلہ کے اور جعفر میاں صاحبؒ کے بھی تمام خطوط ہیں جعفر میاں صاحبؒ کا پہلا خط ۱۹۳۹ء کا ہے۔عابد میاں صاحب بہت اچھے شاعر ہیں۔ عابدؔ تخلص کرتے ہیں ان کے کلام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کسی استاد کا کلام ہے۔جب سرکار قبلہؒ کے زمانے میں خانقاہ میں یا گھر میں مشاعرہ ہوتا تھا تو سب سے پہلے عابد میاں صاحب طرحی غزل مکمل کر لیتے تھے میں نمونے کے لئے ان کی دو ایک غزل پیش کروں گا باوجود اصرار کے انہوں نے اپنے شروع زمانے کی کوئی غزل مجھے نہیں بھیجی جس سے ان کی مشاقی کا اندازہ ہوتا۔ان کا دیوان مکمل ہے الف سے ی تک سب غزلیں ہیں مگر طبیعت میں استغنا بہت ہے۔چھپوانا نہیں چاہتے۔

عابد میاں صاحب کی خاص خوبی اُن کی وضعداری ہے جس سے ایک دفعہ جیسے

مل لئے اس سے تمام عمر وہی وضع نبھاتے ہیں سرکارؒ کے بعد جب اُن کا حلقۂ مریدین وسیع ہوا تب بھی اپنی وضع نہیں بدلی۔ نہ اپنے پر مشیخت طاری کی گھر والوں نے ان سے کہا کہ آپ ڈاڑھی رکھ لیجئے تو فرمانے لگے کہ مجھے ظاہر داری سے نفرت ہے ڈاڑھی رکھنے سے میرے تقدس میں کیا اضافہ ہوگا۔ جس کو غرض ہوگی وہ میرے پاس آئے گا سرکار قبلہؒ نے ان کو خلافت عطا فرمائی تھی اور گوالیار میں حضرت مولوی ظریف شاہ صاحبؒ جو حضرت تاج الاولیاء قدس سرہٗ کے جلیل القدر خلیفہ تھے اُن کی خانقاہ کی سجادگی، کے لئے ان کو نامزد کیا تھا اسی طرح حضرت جعفر میاں صاحب قبلہ کو الہ آباد میں حضرت ملا محمدی شاہ صاحبؒ کی خانقاہ کی سجادگی کے لئے نامزد کیا تھا مگر دونوں نے خانقاہ نیازیہ چھوڑ کر جانا پسند نہیں کیا۔ عابد میاں صاحب کے مریدین اور خلفا کا حلقہ بھی وسیع ہے اور زیادہ تر مالوہ اجیّن وغیرہ میں آپ کے مریدین ہیں۔

طبیعت ایسی شگفتہ اور باغ و بہار پائی ہے کہ جس محفل میں بیٹھ جاتے ہیں لوگوں کا اٹھنے کو دل نہیں چاہتا سرکار قبلہؒ کی حیات میں جب بھی سرکارؒ کی طبیعت مکدر ہوتی تھی اور چہرہ سے ناراضگی ظاہر ہوتی تو یا تو عابد میاں خود آجاتے یا حضرت حسن میاں صاحب قبلہ ان کو بلوا لیتے تھے۔ کسی کی مجال نہ ہوتہ تھی کہ سرکار قبلہؒ کے غصّہ کی حالت میں اُن سے کوئی بات کر سکے مگر عابد میاں صاحب سرکارؒ کے سامنے طرح طرح کی نقلیں منہ بنا بنا کر کرتے تھے شروع میں سرکارؒ ناراض ہوتے پھر بہت کوشش فرماتے کہ چہرہ سے ناراضگی کے اثرات زائل نہ ہوں مگر پھر ہنسی آجاتی تھی اور غصّہ اتر جاتا تھا۔ ڈانٹ پڑتی تھی مگر سرکارؒ کو خوش دیکھنے کی خواہش ہر طرح کی کیفیت پر سبقت لے جاتی تھی اور اب بھی ماشا اللہ یہ ہی حال ہے۔

بچپن سے صوم صلوٰۃ کے پابند ہیں بہت چھوٹی عمر سے خاندانی وظیفہ کا ورد کرتے ہیں تصنیف وتالیف کا بھی شوق ہے سرکارؒ کے وصال پر آپنے ایک رسالہ ''اظہار حقیقت'' تصنیف کر کے طبع کرایا اور تقسیم کیا اس کے علاوہ بھی سلسلہ جاری ہے۔

اللہ آپ کو یہ ایں شوخی ورعنائی عمر طویل عطا فرمائے آمین۔

ذکر اولاد:- عابد میاں صاحب کی شادی بھی حضرت جعفر میاں صاحبؒ کے ساتھ مئی ۱۹۵۱ء میں جعفری صاحب کی سنجھلی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ شادی بہت سے لوگوں کو یاد ہے اس لئے کہ اس کے نقش ابھی تک جسم پر باقی ہیں۔ جے پور سے جب برات واپس ہوئی تو بھرت پور کے علاقے میں ندبئی کے اسٹیشن سے ذرا آگے ڈاکوؤں نے گاڑی روک کر حملہ کر دیا مگر کوئی جانی و مالی نقصان ہمارا نہیں ہوا ڈاکوؤں کا ہوا ہو تو ہوا ہو ڈاکوؤں کا یہ اندازہ نہ تھا کہ کن لوگوں سے سابقہ پڑنے والا ہے۔

آپ کے ماشا اللہ آٹھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں لڑکے سب زیر تعلیم ہیں بڑے لڑکے محمد علی احمد عُرف حسبی میاں ڈبل ایم اے کر کے بینک میں ملازم ہیں آج کل بادشاہ پور ضلع جونپور میں اسسٹنٹ منیجر کی پوسٹ پر ہیں اُن کی شادی حضرت قبلہ حسن میاں صاحب مدظلہ کی صاحبزادی سے ۱۹۷۶ء ہوئی۔ حسبی میاں شاعر بھی ہیں کیف تخلص کرتے ہیں پابند صوم وصلوٰۃ ہیں اور حضرت حسن میاں صاحب کے خلیفہ بھی ہیں۔ سماع سے خاص شغف رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے عرسوں باوجود نوکری کی پابندی کے برابر حاضری دیتے ہیں۔

نمونۂ کلام

اس کی گلی میں اپنے سر کو جھکا رہا ہوں ہر گام پر میں اپنا کعبہ بنا رہا ہوں
دل کا یہ حال دیکھو برباد آرزو ہے میرا یہ حال دیکھو میں مسکرا رہا ہوں
ساقی کی مست چشمی کا ہے بھرم ضروری دانستہ ہر قدم پر میں لڑکھڑا رہا ہوں

عابؔد میری عبادت ہے صرف یاد ان کی
دنیا سمجھ رہی ہے میں سر جھکا رہا ہوں

تصوّر میں کوئی یوں آ گیا ہے میری حد نظر تک چھا گیا ہے
ستم دیکھو یہ انداز عنایت سکوں دیکر کوئی تڑپا گیا ہے
نہ اپنا ہوش ہے باقی نہ دل کا مگر دل اک سکوں سا پا گیا ہے
لٹا ہوں یاد ہے اتنا ہی مجھ کو خبر لیکن نہیں کیا کیا گیا ہے

یہ زاہد بھی میری صورت سے عابؔد
اسی منزل پہ آخر آ گیا ہے

ذکر خلف چہارم شاہ محمد علی
عرف نصیر میاں صاحب

نصیر میاں صاحب کی پیدائش ۲۳؍رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ مطابق نومبر ۱۹۳۹ء اسم گرامی شاہ محمد علی ہے اور عرف نصیر میاں ہے خاندانی روایات کے مطابق اردو کے ساتھ فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی اور انگریزی تعلیم بھی آپ نے بی۔اے تک حاصل کی۔ سرکار قبلہؒ کو نصیر میاں اور اُن کو چھوٹی ہمشیرہ سے بہت محبت تھی سرکار قبلہؒ کی شاعری کے جانشین نصیر میاں صاحب ہی ہیں۔ ان کے کلام میں پختگی ہے اور اب استادانہ رنگ بھی نمایا ہوتا جارہا ہے ہر موضوع سخن پر کچھ نہ کچھ کہا ہے میں صرف ایک غزل فارسی کی اور ایک اردو کی بطور نمونہ تحریر کررہا ہوں۔ فارسی کی غزل سرکار قبلہؒ کی شان میں ہے اور اس کی مقبولیت کی یہ دلیل ہے کہ وہ سرکارؒ کے قل کی غزل قرار پائی ہے ہمارے سلسلہ میں ایک غزل ہر سجادہ کے لئے مخصوص ہے اور اسی غزل کو آخری غزل قرار دے کر سماع ختم کیا جاتا ہے اور قل ہوتا ہے۔

جلایا ہے نشیمن تو نے میرا آسماں برسوں
رہے گا روئے عالمتاب پر اس کا دھواں برسوں

پلٹ کر ایک نظر ڈالی تھی یوں ہی بے نیازانہ
سر ہر طور پر گونجی صدائے الاماں برسوں

کبھی افشاں کی قسمت جاگتے دیکھی تھی اس رخ پر
نظر اٹھتی رہی بے وجہ سوئے کہکشاں برسوں

رگ ہر گل میں خونِ عاشقاں کا رنگ شامل ہے
یہ ہی گلشن رہا ہے قتل گاہِ عاشقاں برسوں

تیرے وحشی کی صحبت مل گئی تھی چند ساعت کو
چیخ کر آپ ٹوٹا کیں قفس کی تیلیاں برسوں

سر محفل رکھا تھا ہاتھ زخم دل چھپانے کو
بس اتنی بات پر ہم سے رہے وہ بدگماں برسوں

ابھی کل تک رہا ہے تمہیں کب الزام دیتا ہوں
کوئی تم سا نصیر بے نوا پر مہرباں بوسوں

غزل فارسی

اے کہ ابروئے تو گویا قبلۂ اہلِ نیاز ۔۔۔ دے کہ دیدروئے تو داردہم کیف نماز

چیست ایں دام بلا زنجیریا سربستہ راز ۔۔۔ پرتو تاریکی ذات است یازلفِ دراز

مخزن علم طریقت گو ہر بحر عمل ۔۔۔ واقف اسرار یزداں رازِ دارعینِ راز

ورثہ دارِ حلم مولاؓ خُلق محبوبؐ خدا ۔۔۔ جانشین شہ سراج و شہ نظام شہ نیاز

خلق می گوید امام السالکین محبوب حق ۔۔۔ من نمی دانم تر الّا عزیز مصر ناز

تو اگر محمود درگفتن بلا تشبیہ شد

درنصیرِ خستہ جان پیدا شود رنگ ایاز

صرف دو غزلوں سے نصیر میاں کی مہارت شاعری کا اندازہ لگایا مشکل ہے مگر پھر بھی ان کا رنگ نمایاں حیثیت رکھتا ہے کلام بہت زیادہ ہے اور میری خواہش ہے کہ کم از کم ایک مجموعہ تو منظر عام پر آجائے۔

سرکار قبلہؒ نے اپنے خاندانی علوم وفنون کی تعلیم اپنے ہر صاحب زادے کو دی اوروظائف اور عملیات سینہ بہ سینہ بھی تعلیم فرمائے۔۱۶؍شوال ۱۳۹۴ھ مطابق ۲؍نومبر ۱۹۷۴ء کو سرکار قبلہؒ کے عرس کے موقع پر صاحب سجادہ نے تمام شرکائے عرس کی موجودگی میں فرمایا کہ سرکار قبلہؒ کی وصیت کے مطابق میں نصیر میاں کو خلافت دے رہا ہوں آپ نے ان کے سر پر دستار باندھی ایک تسبیح حضرت تاج الاولیا قدس سرہٗ کی اور ایک خاص جانماز سرکار قبلہؒ کی عطا فرمائی۔نصیر میاں صاحب کے مریدین حلقہ بھی وسیع ہے اور ماشاءاللہ سلسلہ عالیہ نیازیہ کو دن بدن فروغ حاصل ہورہا ہے۔

میں ایک جگہ اس کتاب میں نصیر میاں صاحب کی مہارت خوش نویسی کے بارے میں لکھ آیا ہوں حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں ایسا خوش نویس مشکل سے ہی کوئی دوسرا ہو۔ یہ فن ایسا ہے کہ اس کی صحیح تعریف دیکھنے کے بعد ہی آدمی کرسکتا ہے۔ خانقاہ کے سماع خانے اور سرکار قبلہؒ کے آستانے پر ان کے قلم کی وصلیاں لگی ہوئی ہیں۔

بیوی صاحبہؒ کے انتقال کے بعد سرکار قبلہؒ نصیر میاں صاحب اور ان کی ہمیشہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں فرماتے تھے اور ہر سفر بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ چنانچہ سرکار قبلہؒ کے آخری سفر جے پور میں بھی یہ دونوں ہمراہ تھے اور سرکار قبلہؒ کے جسد اطہر کو جے پور سے بریلی شریف لے جانے میں محض ان کی کوشش دخل تھا اور بقول صاحب سجادہ یہ نصیر میاں کا ہم لوگوں پر بڑا احسان ہے۔

سرکار قبلہؒ کے وصال کے بعد نصیر میاں صاحب کی شادی کرنے پر راضی نہ تھے مگر حضرت قبلہ حسن میاں صاحب اور ہمشیرہ گان نے مجبور کیا۔ لہٰذا ۲۵ رجولائی ۱۹۷۵ء کو ان کی شادی جناب عثمان علی صاحب قدوائی کی ہمشیرہ سے مرادآباد میں ہوئی قدوائی صاحب آپ کے چھوٹے بہنوئی بھی ہیں، مگر افسوس کے صرف ڈھائی سال اُن کی اہلیہ حیات رہیں اور بچے کی ولادت کے وقت ۲۷ رجنوری ۱۹۷۸ء کو انتقال کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن مرحومہ بھی اُن خوش نصیبوں میں ہیں جنہیں بیوی شاہ غریب نواز کے پہلو میں جگہ ملی۔

جعفر میاں صاحبؒ کے انتقال کے بعد ہی نصیر میاں نے ڈاڑھی رکھ لی اور زلفیں بھی رکھ لیں جعفر میاں صاحب کے کام میں ان کے سامنے سے ہی حصہ بٹانا شروع

کردیا تھا اوران کے انتقال کے بعد سے ان کا تمام کام اپنے ذمہ لے لیا ہے ایاّم عرس میں کھانا پکوانا اور کھلوانا اور دوسرے کام نصیر میاں ہی انجام دیتے ہیں حضرت قبلہ حسن میاں صاحب ان سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔اوران کا احترام بھی ملحوظ رکھتے ہیں اللہ ان کو عمر طویل عطا فرمائے اور خانقاہ شریف کی خدمت کا موقع عطا فرمائے آمین۔

ذکر دختران

سرکار قبلہؒ نے تین صاحبزادیاں چھوڑیں بڑی صاحب زادی سب اولاد میں بڑی ہیں اُن سے چھوٹی جعفر میاں صاحب چھوٹی تھیں اور عابد میاں صاحب سے بڑی اور سب سے چھوٹی آخر اولاد ہیں۔

بڑی صاحبزادی حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ کے سامنے پیدا ہوگئیں تھیں اور حضرت ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے حضرت کے وصال کے بعد بھی جب مزار پر جاتی تھیں حضرت آپ کو نظر آتے تھے گھر والوں کو اگر کچھ عرض کروانا ہوتا تو ان سے مزار پر عرض کراتے تھے اور کام ہوجاتا تھا۔صاحبزادی ماشاللہ بہت خلیق اور متواضع ہیں اپنی والدہ کی طرح نہایت منتظم ارصائب رائے ہیں۔خاندان کی ہر تقریب اور ہر اہم معاملہ آپ کے مشورہ سے عمل میں آتا ہے کنبہ پرور اور عالیٰ ظرف ہیں۔

جنوری ۱۹۵۱ء میں آپ کی شادی آگرہ کے مشہور سید جعفری خاندان میں محترم جناب حکیم سید سلطان احمدؒ صاحب کے ساتھ ہوئی۔حکیم صاحب نوعمری کے باوجود ۱۹۵۱ء میں بحیثیت طبیب دور دور مشہور تھے عربی، اردو، فارسی کی اعلیٰ قابلیت کے حامل ہیں اگر چہ بہت مصروف پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں پھر بھی علمی اور ادبی سرگرمیوں کے لئے

وقت نکال لیتے ہیں ملک کے کئی اخبار اور جرائد میں آپ کے مضمون آچکے ہیں۔

آپ نے خانقاہ عالیہ نیازیہ کے سجادگان کے حالات پر مشتمل ایک رسالہ ''سلسلہ عالیہ نیازیہ'' تصنیف فرما کر طبع کرادیا ہے اور ابھی حال میں مولوی قطب الدین صاحبؒ غازی پوری کی کتاب ''سراج السالکین'' کو دوبار طبع کرایا ہے جو ناپید ہوچکی تھی اسی طرح سے آپ سلسلہ کی خدمت بھی کر رہے ہیں خدا سے دعا ہے کہ ان کو عزت کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے آمین۔

حکیم صاحب کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں ۔ بڑے صاحبزادے کا نام سید برہان احمد ہے یہ بی.ایس.سی کر چکے ہیں اور اسی سال ڈاکٹری کی لائین اختیار کریں گے۔

دوسرے صاحبزادے کا نام سید رضوان احمدؐ ہے اور وہ آئی.کام کر چکے ہیں اور آگے تعلیم جاری ہے۔

اکتوبر ۱۹۷۹ء میں حکیم صاحب کی بڑی صاحبزادی کی شادی جے پور میں میرے بڑے لڑکے سید حبیب الرحمٰن بخاری سے ہوئی ہے۔

سرکار قبلہ کی منجھلی صاحبزادی راقم کی اہلیہ تھیں ۱۹۲۷ء میں تولد ہوئی تھیں ان کی شادی بھی اپنی بڑی ہمشیرہ کے ساتھ جنوری ۱۹۵۱ء میں ہوئی تھی ۔ یہ اپنے باپ سے بے انتہا محبت کرتی تھیں ان کی اس محبت کی وجہ سے میں نے جے پور کا قیام ترک کر کے بریلی میں قیام کیا۔ بے انتہا خدمت گذار امور خانہ داری میں ماہر سینے پرونے میں مشاق تھیں ۔ محلّہ کی عورتوں کو بھی اگر کچھ سلوانا ہوتا وہ کپڑا لا کر دے دیتیں اور باقی سب کام یہ

کرتیں تھیں۔ بھائی بہنوں سے بھی بے انتہا محبت کرتی تھیں۔ اور سرآپا خلوص و محبت تھیں۔

باپ کی محبت کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگایئے کہ ۱۹۶۲ء میں سرکار کو پہلی مرتبہ جے پور میں دل کا دورہ پڑا بریلی تار سے اطلاع دی گئی۔ جیسے ہی ان کو اس کی اطلاع ہوئی اس وقت میرے چار لڑکے تھے ان سب کا ہاتھ پکڑ کر زیر آسماں صحن میں آ کھڑی ہوئیں اور دامن پھیلا کر یہ دعا کی کہ ہم میں سے جسے چاہے تو میرے باپ کا صدقہ سمجھ کر لے لے اور میرے باپ کو بچادے میں نوکری پر تھا۔ مجھے فیکٹری میں ٹیلی فون کیا اور کہا کہ ایسا واقعہ ہو گیا ہے۔ میں ابھی بھائی کے ساتھ جے پور جا رہی ہوں بچوں کو چھوڑے جا رہی ہوں۔ صاحب اولاد اس واقعہ کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی ماں اس طرح اپنی مامتا کو قربان کر سکتی ہے۔ چنانچہ سرکار قبلہؒ صحت یاب ہو کر بریلی تشریف لائے محرم شروع ہو گیا ۵ رمحرم کو کھچڑے کی دیگیں خانقاہ کے مطبخ سے اٹھوا کر زنان خانے میں رکھی جا رہی تھیں۔ پردا کرا دیا گیا تھا مستورات کمروں میں بند تھیں سب سے چھوٹا لڑکا جس کی عمر اس وقت ساڑھے تین سال تھی وہ اس تخت پر جس کے پاس دیگیں رکھی جا رہی تھیں کھیل رہا تھا اس کا پاؤں پنکھے کی ڈوری میں الجھا اور سر کے بل کھولتی ہوئی دیگ میں گر گیا جب تک کوئی آئے اس وقت تک اس کا کام تمام ہو گیا عقیدے کی پختگی دیکھئے اتنے واقعہ پر آنکھ میں آنسو نہیں آیا گھر والوں نے کہا اس کو کسی طرح رلاؤ ورنہ صدمے سے دماغ خراب ہو جائے گا انہوں نے جواب دیا کہ میں خود اپنے باپ پر صدقہ کیا ہے رونا کیسا میں خوش ہوں کہ میرے باپ بچ گئے۔

خاندان بھر میں سب سے زیادہ دادودہش کرنے والی تھیں حضرت قبلہ حسن میاں صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا ان کی سخاوت کا ایک واقعہ بطور نمونہ تحریر کرتا ہوں۔

جنوری ۱۹۶۰ء میں رجب کے مہینہ میں سرکار قبلہؒ کے ساتھ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے عرس میں میں بھی معہ اہل وعیال حاضر ہوا تھا۔ زبردست ٹھنڈ پڑ رہی تھی مستورات کو ہم لوگ رات دو بجے کے بعد حاضری دلاتے تھے۔ اس وقت نسبتاً بھیڑ کم ہو جاتی تھی میں بھی جب اہلیہ کو لے جانے لگا تو میں نے کہا سردی بہت ہے اونی شال برقعہ کے نیچے پہن لو حاضری سے فارغ ہو کر جب گھر واپس آئے اور انہوں نے برقعہ اتارا تو شال نہیں تھی میں نے تعجب سے پوچھا کہ شال کہاں ہے تو جواب دیا کہ ایسی سردی میں سنگ مرمر کے فرش پر ایک آدمی پڑا ہوا کانپ رہا تھا میں نے یہ شال اس پر ڈال دی پھر جب تک اجمیر شریف رہیں سردی کی تکلیف اٹھاتی رہیں۔

ایّام عرس میں خصوصاً اور عام دنوں میں عموماً مہمان عورتوں کے قیام وطعام کا انتظام خود کرتی تھیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں تمام تقریبات کا کھانا وہ ہی تقسیم کرتی تھیں۔

میں وِمکو ماچس فیکٹری میں ملازم تھا۔ صبح ۶ ربجے ڈیوٹی پر جاتا تھا۔ اس وقت تازہ کھانا پکا کر دیتی تھیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھے باسی روٹی لے جانی پڑی ہو وہ میرا ساتھ نہ نبھا سکیں۔ سرکار قبلہ کے وصال کے بعد ان کے احساسات ختم ہو گئے تھے خوشی اور غم ان کی نظر میں یکساں تھے اور مرض کچھ نہ تھا گھلتی جا رہی تھیں۔ آخر ۱۹۶۹ھ مطابق ۲۵ ر رجب

المرجب ۱۳۸۹ھ کو مجھے داغ مفارقت دے گئیں اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ایک میں دل ریش ہوں ویسا ہی دوست زخم کتنوں کے سنا ہے بھر چلے

میرے خاندانی قبروستان میں میر جی کے باغ جے پور میں دفن ہیں۔ جعفر میاں اور نصیر میاں صاحب اور ان کے چچازاد بھائی حامد میاں انتقال سے پہلے آ گئے تھے حضرت قبلہ حسن میاں صاحب دفن کے کچھ دیر بعد تشریف لائے۔

آج تک جے پور اور بریلی میں ہر شخص اُن کو یاد کرتا ہے اور یہ مصرع اُن پر صادق آتا ہے کہ "یاد آئے گی تجھے میری وفا میرے بعد" شیخ کی محبت کا یہ اثر ہے کہ یہاں اُن کے مزار پر لوگ منتیں مانتے ہیں اور چادریں چڑھاتے ہیں اور یہ جانتے بھی نہیں کہ یہ کس کا مزار ہے۔ ان کے ماشااللہ سات لڑکے ہیں بڑا لڑکا سید حبیب الرحمٰن ماشااللہ پی ۔ایچ ۔ڈی ۔کرر ہا ہے اور ٹونک میں لکچرار ہے اس سے چھوٹا فلسفہ میں پی ۔ایچ ۔ڈی ۔کرر ہا ہے اس سے چھوٹے دونوں بی کام کر چکے آگے تعلیم جاری ہے باقی سب بچے پڑھ رہے ہیں اللہ ان کی عمر دراز کرے اور صاحب اقبال کرے اور عقیدت درست رکھے آمین۔

سرکار قبلہؒ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئیں بچپن سے ہی بہت ذہین ہیں انھوں نے گھر ہی میں اپنے اور چچا سے اردو، فارسی، انگریزی کی تعلیم حاصل کی بہت اچھی شاعرہ ہیں حیاؔ تخلص کرتی ہیں۔ علمی، ادبی، ذوق رکھتی ہیں۔ اکتوبر ۱۹۷۲ء میں ان کی شادی بارہ بنکی کے مشہور قدوائی خاندان میں عزیزم عثمان علی صاحب قدوائی کے ساتھ ہوئی۔ قدوائی صاحب بہت شریف اور مخلص آدمی ہیں۔ علمی

استعداد بہت اچھی ہے۔ بی اے ہیں۔ میونسپل بورڈ میں اکاؤنٹینٹ ہیں آج کل میرٹھ میں ہیں۔ ان کے ماشااللہ دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں اللہ ان کو عمر طویل عطا فرمائے آمین۔

سرکار قبلہؒ کی اولاد کا یہ مختصر تعارف تھا جو میں نے تحریر کیا ہے تا کہ مریدین اور متعلقین کو سرکار قبلہ کے خاندانی افراد سے بھی کچھ آگاہی ہو جائے

اب میں نامزد سجادہ نشین جناب شاہ محمد حسنین عرف حسنی میاں صاحب کا حال لکھ کر اس کتاب کو ختم کرتا ہوں۔

ذکر حضرت شاہ محمد حسنین عرف حسنی میاں صاحب نامزد سجادہ نشین

حسنی میاں صاحب حضرت قبلہ حسن میاں صاحب مدظلہ کے خلف اکبر ہیں ولادت بہ سعادت ۱۱رمحرم ۱۳۷۰ء مطابق ۲۴ راکتوبر ۵۰ء بروز شنبہ ہوئی نام شاہ محمد حسنین رکھا گیا اور عرف حسنی میاں چونکہ یہ سرکار قبلہؒ کے پہلے پوتے تھے۔ لہٰذا کافی دنوں تک جشن ہوتا رہا مجھے پہلے تار کے ذریعہ جے پور اطلاع ملی پھروالا نامہ سے سرفراز فرمایا گیا۔ میں نے ایک قصیدہ تہنیت کہہ کر ارسال کیا۔ یہاں اس کو لکھنا کوئی موقع نہیں تھا مگر حضرت کا تاکیداً یہ حکم ہے کہ تم کتاب میں قصیدہ ضرور لکھنا وہ از راہِ غلام نوازی اس کو بہت پسند فرماتے ہیں۔

قصیدہ تہنیت

چل رہی ہے آج گلشن میں مسرت کی ہوا
گلشن آفاق کا کیوں رنگ ہے بدلا ہوا

کر رہی ہے کیوں نسیم صبح دم اٹھ کھیلیاں
عندلیبانِ چمن ہیں کس لئے نغمہ سرا

ابر سے یوں برق بھی چھپ چھپ کے آتی ہے نکل
شوخیاں جیسے پسِ پردہ کرے اک مہ لقا

جو مریض رنج وغم تھا آج اس کو دیکھئے
آپ اپنے وقت کو گویا مسیحا بن گیا

مطربانِ خوش نوا نغمہ سرا ہیں چار سو
رقص میں صحنِ چمن پر ہیں نجوم پُر ضیا

ہاتھ میں ساغر لئے پھرتے ہیں ساقی ہر طرف
مست ہو کر نشۂ مے سے ہر اک ہے جھومتا

قطرۂ ابر بہاراں گرتے گرتے فرش پر
فیض بادِ عیش سے بنتا ہے درِّ بہا

نغمہ سنجی ڈالیوں پر کر رہی ہیں بلبلیں
سرو پر بیٹھی ہوئی مدحت سرا ہے فاختہ

رنج وغم کے دہر سے امراض یوں کافور ہیں
صفحۂ عالم پہ جیسے نام تک کا نہ تھا

نام کو گرمی نہیں دوزخ کے دروازے ہیں بند
کس لئے خنکی ہے یہ جنت کے ہیں ابواب وا

نرگسِ بیمار ہے آنکھیں چرا کر دیکھتی
سنبل پر پیچ کا کچھ اور سودا بڑھ گیا

کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں پھول کیوں گلشن میں آج
کیا کوئی بادِ صبا لائی نوید جان فزا

حضرتِ شاہ تقی یعنی عزیز مصر ناز
منبع لطف و کرامت مرجعِ خُلق خدا

گوہر بحر طریقت ورثہ دار اولیا
مخزنِ فضلِ وعنایت معدن جود وعطا

جن کی ٹھوکر سے تنِ بے جان میں جان آ گئی
جن کے نام پاک سے بیمار پاتا ہے شفا

رہنمائی کے لئے کیوں خضر کو ڈھونڈے کوئی
ذاتِ عالی آپ کی ہے رشکِ صد دار الشفا

شانِ رفعت دیکھ کر جمشید بھی فوراً اُترے
آستانے پر سرِ تسلیم دیتا ہے جھُکا

چشم ظاہر کیا سمجھ پائے گی ان کے راز کو
ہے مجازی شکل میں اصل حقیقت برملا

یا الٰہی خوش رہیں آقا امام السالکیں
ان کا سایہ ہم غلاموں پر رہے قایم صدا

اختر برجِ شرافت ماہتاب افتخار
حضرتِ شاہ حسن ہیں مخزنِ جود وعطا

ذات ان کی غیرت بخت سکندر کیوں نہ ہو
جن کے قدموں پر ہُما ہوتا ہے قسمت آزما

عادل و مسکیں نواز و دادگستر رحم دل
چارہ بے چارگاں اور منبع لطف وعطا

ہے تیری ذاتِ گرامی بے کسوں کی دستگیر
اۓ مسیحائے زمانہ واہ کیا کہنا تیرا

میری آنکھوں کو تمنا تھی کسی کے دید کی
یک بیک پردہ طلسمِ راز قدرت کا اٹھا

تشنہ کامانِ شراب دید پر آیا جو رحم
ماہِ تابانِ طریقت ہوگیا جلوہ نما

جس کی پیشانی اقدس سے عیاں ہے سر بسر
شوکتِ فاروق اعظم بے گمان و برملا

ہو مبارک آپ کو یہ درِ تفرید شرف
اور عیش دو جہاں ہو اس کے قدموں پر فدا

حامئی بیکس بنے گا دستگیر بے کساں
موجب مہر و تلف باعثِ فضلِ خدا

فخر جتنا بھی کریں ہم آج زیبا ہے ہمیں کیونکہ ہم پہ ہوگیا ہے سایۂ مشکل کشا

چرخ پر جب تک رہیں تابندہ خورشید وقمر یہ ثلاثہ خوش رہیں یارب رہے قایم صدا

اوران کا حکم خشک وتر یوں نافذ ہے جس طرح جاری ہے بحر وبر میں فرمانِ ہوا

رنج وغم ان کے غلاموں کے نہ پاس آئے کبھی خانقاہِ فخر کا بجتا رہے ڈنکا صدا

رہتی دنیا تک رہیں قایم عزیزِ دوجہاں حضرت شاہ حسن حسنین وجملہ اقربا

میں نیازی بھی عزیزی بھی ہوں محبوبؔ حزیں

پیشوا اور میرے حامی ہوں گے محبوبِ خدا

حسنی میاں صاحب ماشااللہ بہت ذہین ہیں اور بہت چھوٹی عمر میں قرآن شریف ختم کرلیا تھا اردو فارسی کی تعلیم بھی جاری رہی عربی کی استعداد بھی حاصل کی۔ سرکار قبلہؒ نے ان کو بعیت بھی فرمالیا تھا حسنی میاں بے انتہا انکسار ہے اور بہت خلیق اور متواضع ہیں۔ جیسا کہ میں اس کتاب میں کئی جگہ تحریر کرچکا ہوں کہ اس خانقاہ میں سجادہ اس وقت کیا جاتا ہے جب تمام علوم ظاہر باطن میں وہ مرتبہ حاصل ہوجائے جو حضور قبلہ شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ کی مسند ارشاد پر بیٹھنے والے کے لئے ضروری ہے۔

شوال ۱۳۹۴ھ میں جب میں اپنے شیخ کے عرس میں بریلی شریف حاضر ہوا تو حضرت قبلہ حسن میاں صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں حسنی سجادہ بنارہا ہوں اس کی تعلیم مکمل ہوگئی ہے دوسرے جعفر میاں کے بعد میری حالت دوسری ہے۔

چنانچہ ۱۷ رشوال ۹۴ھ مطابق نومبر ۱۹۷۴ء بروز یک شنبہ صبح جب قرآن خوانی اور فاتحہ سے فارغ ہوئے تمام مریدین وعزیز واقارب اور اہل شہر سماع خانے میں موجود

تھے حضرت حسن میاں صاحب ایک عصا پکڑ مسند پر کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا۔
"حسنی میاں کی تعلیم مکمل ہوگئی ہے اور جعفر میاں کے انتقال کے بعد میری حالت قابلِ بیان نہیں ہے لہٰذا میں حسنی میاں کو سجادہ کررہا ہوں اور اس کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے کو تمام مریدین کا خادم سمجھے اور تمام مریدوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کو اب میری جگہ جانیں۔"

پھر اپنا چوغا اتار کر حسنی میاں صاحب کو پہنایا اور دستار مبارک ان کے سر پر رکھی اور اپنی مسند پر بٹھایا اور کھڑے ہو کر چاندی کے وہی دو روپیہ نذر کیے جو ان بہ وقت سجادگی پہنچتے تھے پھر تمام مریدین نے نذر سجادگی پیش کی اور قوالوں نے مبارکبادیاں گائیں اس وقت ہر شخص پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اور سب کی آنکھیں نم تھیں۔

اس کے بعد مریدوں کی تعلیم حسنی میاں صاحب ہی کے سپرد ہوگئی خانقاہ شریف میں نماز مغرب کی جماعت بھی حسنی میاں صاحب ہی پڑھاتے ہیں۔ سرکار قبلہؒ کے زمانے میں حضرت حسن میاں صاحب پڑھاتے تھے۔

حسنی میاں صاحب کی شادی ۲۰ ر شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو حضرت جعفر میاں صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی اس شادی کے موقع پر خانقاہ اور خانقاہ کی گلیاں ایسی آراستہ کی گئی تھیں کہ میں نے اپنے ہوش میں کبھی ایسی سجاوٹ نہیں دیکھی سرکار قبلہؒ کے قریب تمام خلفا اور حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ کے دونوں خلیفہ حضرت محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی اور حضرت سید شمس الحق صاحب سندیلوی اور بیشتر مریدین شریک تقریب تھے تمام عزیز و اقارب کے علاوہ کئی سابق والیان ریاست تھے

جن میں مہاراجہ جودھپور مہارانی کپورتھلہ وغیرہ تھے سرکار قبلہؒ کے آستانے کے سامنے فرش کا انتظام تھا وہیں نوشہ سازی ہوئی اور وہیں حضرت قبلہ حسن میاں صاحب نے نکاح پڑھایا۔

اب ماشاالله حسنی میاں صاحب کے دو صاحبزادیاں ہیں الله عمر دراز فرمائے اور صاحب نصیب فرمائے۔ آمین۔

خلفاء

حضرت قبلہ حسن میاں صاحب نے جب سے حسنی میاں صاحب کو سجادہ بنایا خود مرید کرنا بھی چھوڑ دیا اور خلافت دینا بھی۔ چنانچہ حضرت حسنی میاں صاحب کے دست مبارک پر ابھی تک سینکڑوں آدمی بیعت کر چکے ہیں اور آپ کے خلفا جن کا مجھے علم ہے ان اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔	چودھری اصرار احمد صاحب شعلہؔ آسونی	کراچی
۲۔	سید سخاوت علی صاحب	کانپور
۳۔	سید صابر علی صاحب	کانپور
۴۔	شیخ نصیر الله صاحب	الہ آباد
۵۔	صوفی نظیر صاحب	بنارس
۶۔	پنڈت اچلیشور ناتھ شرما صاحب	دہلی
۷۔	ماسٹر تیرتھ چند صاحب	دہلی

۸۔	عزیز خاں صاحب	الہ آباد
۹۔	نثار احمد خاں صاحب	الہ آباد
۱۰۔	عبدالمعبود صاحب مکی عرف چھیلا میاں	دہلی

(خلف عبدالقادر صاحبؒ عرف مکی میاں)

۱۱۔	سید محمود حسین صاحب	حیدر آباد

خدا سے دعا ہے کہ حسنی میاں صاحب اپنے اشیاخ کے صحیح آئینہ ہوں اور خانقاہ عالیہ نیازیہ کے نیّر درخشاں بن کر اُبھریں اور خدا لوگوں کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رَبَّنا تَقبل منا و لا تحیر منا من بر کاۃ اشیاخنا رحیم اللہ

والصلوٰہ والسلام علی سیدنا الاناو آلہ الکرام واصحابہ

العظام الی یوم القیام

ضمیمہ

یہ میری بدقسمتی ہے کہ اس کتاب میں مجھے آخر میں یہ غمناک اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔

یوں تو حضرت حسن میاں صاحب قدس سرہٗ برابر جدا ہونے کی باتیں مختلف انداز سے کرتے رہتے تھے مگر پچھلے ایک سال سے ان کے اشارات نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔ اکتوبر ۷۹ء میرے لڑکے حبیب الرحمٰن کی شادی یہ کہہ کر میرے تعمل کو نظر انداز فرما کر کی کہ میں اپنے سامنے کرنا چاہتا ہوں میرے پاس وقت کم ہے اسی طرح مارچ ۱۹۸۰ء میں اپنی بھتیجی یعنی عابد میاں صاحب کی صاحبزادی کی شادی کی۔

اس مرتبہ ماہ رجب میں جب جے پور تشریف لائے تو ایک عجیب شان تھی چہرہ پر ایک خاص نور اور جاذبیت تھی جس کو ہر شخص نے محسوس کیا اجمیر شریف کے دورانِ قیام میں بھی ایک عجیب اشتیاق اور والہانہ انداز ظاہر ہوا۔ روزانہ جائے قیام پر خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے نام روپیہ پیسہ کھانا کپڑا لٹاتے تھے قیام کے آخر دن ہمراہیوں سے فرمایا کہ آج میں اس وقت تک لنگر لٹاتا رہوں گا۔ جب تک لوگ مجھے کتا نہیں کہیں گے مجھے خواجہؒ کی گلی کا کتا کہدیا گیا میری محنت وصول ہو جائے گی۔ چنانچہ جب انہوں نے لنگر لٹانا شروع کیا تو مجمع سے آواز ائی ''ارے کتّے ادھر بھی ارے کتّے بھی'' ہمراہیوں کو یہ طرز تخاطب ناگوار گذرا اور انہوں نے دخل دینا چاہا مگر آپ کے چہرہ سے بے انتہا مسرت اور خوشی کا اظہار ہو رہا تھا جے پور ۲۶ رمئی ۸۰ء تک غریب خانے پر قیام رہا اس دوران راجستھان کے گورنر جناب رگھوکل تلک صاحب اور سابق اسپیکر اور موجود گورنر پانڈی

چیری جناب رام کشور ویاس صاحب نے ملنے کی خواہش اور اشتیاق ظاہر کیا آپ نے ان کو موقع دیا خصوصاً گورنر راجستھان بہت متاثر ہوئے اس دفعہ سراپا محبت اور شفقت اور خلوص کا پیکر تھے میرے لڑکے حبیب الرحمٰن نے عرض کیا کہ ڈاکٹر فضل امام صاحب صدر شعبہ اردو فارسی راجستھان یونیورسٹی نیاز حاصل کرنا چاہتے تھے آپ نے ان کی دعوت کی دورانِ ملاقات میں ڈاکٹر صاحب نے کئی علمی سوالات کئے اور ان کا جواب امید سے زیادہ مطمئن کن پائے اور آپ سے بے انتہا متاثر ہو کر گئے اب تک آپ کی تجر علمی کی تعریف کرتے ہیں۔

واپسی ہوائی جہاز سے تھی وقت پر ایروڈروم پہنچ گئے۔ ہوائی جہاز لیٹ تھا اور اعلان کے مطابق وقت بڑھتا رہا آخر تین گھنٹہ لیٹ ہوائی جہاز آیا۔ان تینوں گھنٹوں میں مسلسل راقم سے تخلیہ میں گفتگو فرماتے رہے۔اس آخری گفتگو میں زیادہ تر اپنے متعلقین اور مریدین کی فطرت اور مستقبل میں ان کے اعتقادات کی نوعیت کے بارے میں پیشین گوئیاں فرمائیں اور اپنے صاحبزادہ صاحب کے بارے میں کچھ بشارتیں دیں۔اس انداز سے انہوں نے پہلے تمام عمر میں مجھ سے گفتگو نہیں فرمائی تھی اور ایسے واضح اشارات کبھی نہیں دیئے تھے۔کئی مرتبہ مجھے اور میرے دونوں لڑکوں حبیب الرحمٰن اور خلیق الرحمٰن کو گلے لگایا جو ساتھ آئے تھے ٹیکسی ڈرائیور نریندر کمار متل جن کی ٹیکسی میں ہم ایروڈروم آئے تھے۔ان کو رخصت کرنا چاہا اس لئے کہ ہوائی جہاز برابر لیٹ ہوتا جا رہا تھا۔مگر متل صاحب نے یہ کہہ کر جانے سے انکار کر دیا کہ جتنی دیر بھی ہو سکے میں ان مہاپرش کے درشن کرنا چاہتا ہوں آپ سے اتنی دیر رکنے کا کچھ نہ لوں گا۔سوار ہوتے وقت جہاز کا عملہ

بھی بے انتہا متاثر نظر آ رہا تھا اور اظہار تکریم کر رہا تھا اس وقت چہرہ سے کرنیں سی پھوٹتی نظر آ رہی تھیں۔

بریلی پہونچنے کے بعد روز وصال تک پھر سفر پر تشریف نہیں لے گئے یہ بات بھی معمول کے خلاف ہی تھی۔ دو ایک جگہ جانے کا پروگرام ہوا مگر پھر ملتوی ہو گیا۔

۱۷ر جون ۸۰ء کو بڑے اہتمام سے کھچڑہ پکوایا خود جانور پسند کر کے لائے کھچڑے پر سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی فاتحہ دیکر سب جگہ تقسیم کرایا اور اپنے خاص خدمت گاروں سے فرمایا کہ خوب سیر ہو کر کھالو اب ایسا کھچڑہ تمہیں نہیں ملے گا۔ ۱۸ر جون مطابق ۴ر شعبان کو تیسرے پہر غسل کیا کپڑے تبدیل کئے جو خادم کنگا کر رہا تھا۔ اس کو اور ایک دوسرے خادم جو اس وقت موجود تھے دونوں کو غسل میت کی ترکیب بتائی اور دعائیں یاد کرائیں اور فرمایا جب میرا انتقال ہو تو تم اسی طرح مجھے غسل دینا پھر فرمایا کہ جناب سید الشہداؑ کی عمر شریف ساڑھے چھپن سال کی ہوئی تھی میری عمر بھی اب ساڑے چھپن سال کی ہوگئی ہے۔

شب میں ایک عرصے سے خانقاہ میں آرام فرماتے تھے چنانچہ آج شب میں بھی حسب دستور پلنگ خانقاہ میں بچھا دیا گیا۔ جب آپ زنانی حویلی سے خانقاہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ آج میرا پلنگ امام باڑے میں بچھاؤ خانقاہ سے ملا ہوا ایک کمرہ اور صحن کا ایک مکان ہے جو امام باڑہ کہلاتا ہے اس لئے کہ محرم میں اس میں علم زری سجائے جاتے ہیں۔ وہاں اپنا پلنگ بچھوا کر دوبارہ حویلی میں تشریف لے گئے اپنے چھوٹے بھائی عابد میاں سے کہا کہ تم نے میرے لڑکی کو اتنی دور بھیجدیا ہے کہ میں اس سے مل بھی نہیں

سکتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ عابد میاں صاحب کے صاجبزادہ حسبی میاں صاحب حضرت کے کے داماد ہیں وہ بادشاہ پور ضلع جونپور میں اپنی ملازمت پر تھے۔ اور صاجبزادی وہیں تھیں۔ عابد میاں صاحب نے جواب دیا کہ آپ نے انہیں خود ہی روانہ کیا تھا میرا کیا دخل تھا گھر میں بیوی صاحبہ علیل تھیں۔ خلافِ معمول اپنے منجلے صاجبزادہ جناب شبیر میاں صاحب سے فرمایا کہ اپنی ماں کا خیال رکھنا سب سے خدا حافظ کہہ کر تشریف لے گئے اور مزارات پر رخصتی قدمبوسی کی روزانہ رات کو جانے سے پہلے مزارات رپ قدم بوس ہو کر جاتے تھے پھر امام باڑے میں آ کر لیٹ گئے خادم سید شرافت حسین سے فرمایا تم سو جاؤ ضرورت ہوگی تو اُٹھا لوں گا۔

خادم کی آنکھ ساڑھے چار بجے صبح کھلی انہوں نے خیال کیا کہ آج سرکار کی آنکھ نہیں کھلی روزانہ چار بجے بیدار ہو جاتے تھے اٹھ کر بیدار کرنے کے لئے پاؤں دبائے مگر جنبش نہیں ہوئی پھر زور زور سے آوازیں دیں۔ جب جواب نہیں ملا تو وہ بھاگ کر حویلی میں اطلاع کرنے گئے سب گھر والے آ گئے ڈاکٹر بلایا گیا جو پانچ بجے آیا۔ اس نے دیکھ کر کہا حرکت قلب بند ہو چکی ہے۔ اس کو دو ڈھائی گھنٹہ گذر چکے ہیں۔ یعنی انتقال ڈھائی بجے شب میں اسی وقت ہوا جس وقت بڑے سرکار کا ہوا تھا۔

صبح ۷ بجے نصیر میاں صاحب نے مجھے جے پور ٹرنک کال کے ذریعہ اس اندوہ ناک خبر سے مطلع کیا جس کو سن کر حواس مختل ہو گئے۔ یقین نہیں آتا تھا جے پور سے گئے ہوئے ایک مہینہ بھی نہیں ہوا تھا، غرض جیسے تیسے میں معہ اپنی بہو اور بچوں کے دس بجے والی بس سے دہلی روانہ ہوا اور میرے ہمراہ میرے دونوں بڑے بھائی اور ایک مرحوم

بھائی کے لڑکے بھی گئے۔رات ساڑھے گیارہ بجے خانقاہ میں پہنچے آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا خادم خاص شرافت صاحب نے مجھے جنازہ تک پہنچایا جنازہ اسی وقت غسل کے بعد مسند پر لا کر رکھا گیا تھا۔

کیا خبر تھی انقلابِ آسماں ہوجائے گا
یار کا ملنا نصیبِ دشمناں ہوجائے گا

دل کی حالت کیا بیان کروں۔بچپن کا ساتھ تھا شفقت تھی محبت تھی خلوص تھا عنایت تھی کرم تھا ایک ذات میں اتنی خوبیاں تھیں اور اس وقت میں تنہا تھا نہ اُٹھ کر کوئی گلے لگانے والا تھا نہ میری جا و بیجا گفتگو کو سراہنے والا تھا۔یہ حقیقت ہے کے مجھے اس وقت اُن کے جنازے کے علاوہ خانقاہ میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا، جب میرے حواس ذرا ٹھیک ہوئے تو میں نے عرض کیا۔

توڑ کر عہد کرم نا آشنا ہوجایئے
بندہ پرور جایئے اچھا خفا ہوجایئے

نظر اٹھا کر دیکھا تو پوری خانقاہ میں مجمع تھا۔قبر شریف تیار ہو چکی تھی آخری مراحل گذر رہی تھی۔ڈیڑھ بجے شب میں حضرت حسنی میاں صاحب نے خانقاہ کے صحن میں نماز جنازہ پڑھائی۔نماز کے بعد جنازہ آخری زیارت کے لئے زنانی حویلی میں لے جایا گیا چھوٹی ہمشیرہ کو میرٹھ سے انتقال سے دو روز پہلے بلوالیا تھا۔صاحبزادی نہ آپائیں حویلی سے جنازہ دوبارہ خانقاہ میں لایا گیا اتنا مجمع تھا کہ بہت سے آدمی کاندھا بھی نہ دے سکے چاروں مزارات پر حاضری دلا کر قبر کے پاس رکھدیا گیا۔عابد میاں صاحب،

نصیر میاں صاحب اور حسنی میاں صاحب قبر میں اترے جنازہ قبر میں اتارا گیا۔ صاحبزادہ ظہور حسن صاحب نیازی نے حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے مزار کی نیمے کی چادر پیش کی۔ جو وصیت کے مطابق سینہ پر رکھی گئی اس کا واقعہ یہ ہے کہ رجب میں جب جے پور سے واپسی میں دہلی پہنچے تو صاحبزادہ صاحب سے فرمایا کہ اب جب آپ بریلی آئیں تو میرے واسطے حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے نیمے کی چادر لیتے آئیں۔ چنانچہ اس وقت وہ چادر لے کر آئے تھے۔ نصیر میاں صاحب اور عابد میاں صاحب قبر سے اوپر آگئے قبر پر چادر سے پردا کر دیا گیا ور حسنی میاں صاحب نے اندر اعمال خاندانی اور تلقینات سے فراغت پالی تو وہ بھی باہر آگئے وصیت کے مطابق تبرکات بھی رکھدیئے گئے تھے۔ ڈھائی بجے شب میں اس شکل زیبا اور اس مقدس ہستی کو جو ایک عرصہ تک تسکین بخش قلب ونظر رہی۔ ہر سائیل کی حاجت روائی اور ہر طالب کی دستگیری کرتی رہی جس نے اپنے حسن سلوک سے دشمنوں کو دوست بنایا اپنوں کو جان سے زیادہ جانا دشمنی اور شقاوتِ قلبی کا جواب محبت اور خلوصِ قلب سے دیا جو محبت اہلِ بیت رسول صلعم میں سرشار اور حلقۂ زلف امام عالی مقام میں گرفتار رہا کل تک جس کے دست وپا کو بوسہ دیتے تھے آج اسی تن نازک پر سب نے مٹی ڈالدی ہر شخص سوگوار نظر آرہا تھا اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔

دن میں آل انڈیا ریڈیو سے تین مرتبہ انتقال کی خبر نشر کی گئی اور پاکستان ریڈیو نے بھی یہ خبر نشر کی مقامی اخبارات کے علاوہ اردو ہندی، انگریزی سب اخبارات میں جلی حرفوں میں واقعہ وصال کی تفصیل تھی۔

۷؍شعبان ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۱؍جون ۸۰ء بروز شنبہ فاتحہ سویم بڑے پیمانہ پر ہوئی۔ آٹھ قرآن ختم ہوئے ساڑھے نو بجے دن میں فاتحہ ہوئی عصر و مغرب کے درمیان سماع خانے میں محفلِ میلاد ہوئی میں نے ہی میلاد شریف پڑھا۔ رات کو کھانے پر فاتحہ سویم اور سینکڑوں آدمیوں نے کھانا کھایا۔

۴؍رمضان المبارک ۱۴۰۰ء مطابق ۱۸؍جولائی ۱۹۸۰ء بروز جمعہ فاتحہ چہلم ہوئی صبح چھ بجے سے خانقاہ میں قرآن خوانی شروع ہوگئی اس وقت سویم کے دن سے بھی زیادہ مجمع تھا اس لئے کہ اس وقت ہر جگہ اطلاع نہ ہوسکی تھی اس دوران دسویں، بیسویں اور تیسویں کی فاتحہ میں شرکت کے لئے باہر سے برابر لوگ آتے رہے تھے۔ حضرت سراج السالکین قدس سرہٗ کے واحد خلیفہ حضرت محمد علی شاہ صاحب میکشؔ اکبرآبادی باوجود علالت اور کبرسنی کے حاضر ہوئے۔ قرآن خوانی کے بعد دس بجے قُل ہوا۔ فاتحہ کے بعد حضرت عابد میاں صاحب نے ایک مختصر تقریر کی اس کے بعد حضرت محبوب میاں صاحب قبلہ عابد میاں صاحب اور نصیر میاں صاحب نے حسنی میاں صاحب کو مسند پر بٹھایا اس وقت پھر گریہ وزاری کا ایک ایسا شور سماع خانے میں بپا تھا کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا اس کے بعد نذر سجادگی پیش کی گئی جس میں پہلے سرکار قبلہؒ کے برادران اور حضرت قبلہ حسن میاں صاحب کے برادران عزیز اقارب نے نذر پیش کی پھر تمام مریدین نے یہ سلسلہ تقریباً ایک گھنٹہ چلا اس کے بعد حسبِ دستور خانقاہ عالیہ نیازیہ حسنی میاں صاحب نے بھی چار اشخاص کو خلافت عطا فرمائی جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت شاہ محمد سبطین عرف شبو میاں صاحب (برادر خورد)　　　بریلی شریف

۲۔ سید انوار الحسن صاحب نیازی خلف سید شجاع الحسن صاحب مراد آباد

۳۔ سید عطا الرحمٰن نیازی خلف راقم الحروف جے پور

۴۔ جناب عثمان احمد صاحب نظامی، خلف مولوی علی احمد صاحب مرحوم پھڑ ایوں

اس کے بعد آدھ گھنٹہ محفل سماع ہوئی پھر حضرت حسنی میاں صاحب چاروں مزاروں پر قدمبوس ہوکر اپنے والد حضرت حسن میاں صاحبؒ کے مزار پر قدمبوس ہوئے اور یہاں سب سے پہلے صاحب زادہ سید اکرام علی صاحب نے آستانہ خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کی طرف سے حسنی میاں صاحب کی دستار بندی کی اُن کے بعد صاحب زادہ سید غلام جیلانی صاحب قطبی نیازی نے آستانہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کی طرف سے دستار بندی کی اور آخر میں صاحب زادہ حاجی سید ظہور حسن صاحب نیازی نے آستانہ محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی طرف سے دستار بندی کی۔

شام کو کھانے پر فاتحہ اور ہزاروں آدمیوں نے شرکت کی۔ میرے لئے اب یہاں کوئی کشش نہ رہی تھی اور میرا حال یہ تھا۔

کسی عنواں صبر آتا نہیں مجھ ناشکیبا کو
الٰہی کیا کروں اس خاطرِ محوِ تمنا کو

میں بھی آستانے پر یہ عرض کرتا ہوا روانہ ہوا۔

زندگی اپنی ہو کے تم سے جدا سخت گزرے گی اب اگر گذری

یہ میری بدنصیبی ہے کہ باوجود کئی تقاضوں کے کتاب کی اشاعت ان کی حیات میں نہ ہوسکی اور اب تو محض اُن کے حکم کو مدِ نظر رکھ کر ہی یہ کتاب چھپوا رہا ہوں ورنہ

حقیقت یہ ہے کہ جو حالات اور واقعات میں نے اس میں تحریر کئے ہیں ان کی صداقت ان کی اہمیت رمز و کنایات کو سمجھنے والا اب کوئی نہیں ہے اور گر ہے تو ان کی طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

حضرت قبلہ حسن میاں صاحب رحمت اللہ علیہ کے ساتھ خانقاہ کا ایک دور ختم ہو گیا وہ دور جو اپنے میں ایک انفرادی رنگ رکھتا تھا۔ اسی دور کا پروردہ راقم بھی ہے اور اب اِن کے بعد یہ حال ہے کہ

حدودِ غم سے غمِ عشق بڑھ چلا فانی
وہ جام عمر کے لبریز تھا چھلکتا ہے

محبوب عزیزی

میر جی کا باغ۔ جے پور

نومبر ۸۰ء

مطبوعہ کتب

۱۔	امام السالکین	(اردو، ہندی)
۲۔	نیازیاتِ بےکلؔ	(اردو)
۳۔	قطب عالم	(اردو، ہندی)
۴۔	اباحت سماع	(اردو)
۵۔	تذکرہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ	(اردو)
۶۔	محبتِ اہلِ بیت (قرآن واحادیث کی روشنی میں)	(اردو، ہندی)
۷۔	رازِ کربلا	(اردو، ہندی)
۸۔	واقعاتِ شہادت (رازِ کربلا، حصہ دوئم)	(اردو، ہندی)
۹۔	عقائدِ مختار	(اردو، ہندی)
۱۰۔	فضائل شیخین	(اردو)
۱۱۔	معراج المومنین	(اردو، ہندی)
۱۲۔	شفیع المذنبینؐ (سیرت)	(اردو)
۱۳۔	تذکرہ تاج الاولیاء حضرت شاہ نظام الدین حسینیؒ	(اردو)
۱۴۔	حقوق والدین اور پردے کی حقیقت	(ہندی)
۱۵۔	خاندانی نسب نامہ	(ہندی)
۱۶۔	فرائضِ پیر ومرید	(ہندی)
۱۷۔	خوابوں کا بیان	(ہندی)
۱۸۔	صلوٰۃ الاعتصام	(ہندی)
۱۹۔	علاماتِ قیامت	(اردو، ہندی)
۲۰۔	کام کی باتیں	(اردو، ہندی)
۲۱۔	تذکرہ غوث پاکؒ	(اردو، ہندی)
۲۲۔	تذکرہ ۱۲ امامینِ معصومین	(اردو)
۲۳۔	فضائل حسنینؑ فی نجاتِ دارین	(اردو)
۲۴۔	حالات چند اعظم پیغمبران	(ہندی)